اذکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
1
امام ابوزکریا محی الدین النووی
ترجمہ وافادات
مولانا نثار احمد القاسمی
بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

[جلد اوّل]

امام ابو زکریا محی الدین النوّوی

ترجمہ و افادات

مولانا نثار احمد القاسمی

بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

اذکارِ نبوی ﷺ (جلد اوّل)

مصنف: امام ابوذکریا محی الدین النووی

ترجمہ و افادات: مولانا نثار احمد القاسمی بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی

صفحات: ۴۲۸ سائز: 23x36/16 قیمت: -/۱۲۵

بہ اہتمام: محمد ناصر خان

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998

AZKAR-E-NABAVI *(Sall Allahu Alaihi Wasallam)*

(Part II)

Author: **Imam Abu Zakriya Muhiuddin An-Nauwi**

Translated by: **Maulana Nisar Ahmad Al-Qasmi**

Pages: **428** Ist Edition: **October 2005**

Price: **Rs. 125/-**

Our Branches:

Delhi: Farid Book Depot (P) Ltd.
422. Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 23265406, 23256590

Farid Book Depot (P) Ltd.
168/2, Jha House, Basti Hazrat Nizamuddin (W).
New Delhi-110013 Ph.: 55358122

Mumbai: Farid Book Depot (P) Ltd.
208, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri. Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Composed by: **Faran Computer Centre, Hyderabad**

Printed at: **Farid Enterprises, Delhi-2**

فہرست مضامین

[حصہ اوّل]

کتاب اذکار الصلاۃ

کتاب تلاوۃ القرآن

كتاب الأذكار والدعوات للأمور العارضات

(پیش آمدہ حالات کی دعاؤں کا بیان)

کتاب اذکار المرض والموت

□ □ □

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انسان اس دنیا میں بندہ بنا کر پیدا کیا گیا ہے، یہی بندگی اس کے لئے مایۂ افتخار اور اس کی عزت و سربلندی کا سروسامان ہے، اللہ کی بندگی اتنا بڑا اعزاز ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے انبیاء کرام کے ساتھ خاص طور پر ان کے وصف عبدیت کا ذکر کیا گیا ہے، بندہ وغلام کا کام خدمت کرنا اور حکم بجالانا ہے، لیکن خدا ہر طرح کی ضرورت وحاجت سے بے نیاز اور ماوراء ہے، اس لئے نہ وہ خدمت کا محتاج ہے نہ عبادت کا، لیکن ہماری بندگی کے امتحان کے لئے ہمیں اس کی اطاعت وفرماں برداری اور حمد وستائش کا حکم دیا گیا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر موقع پر دُعاء فرمائی ہے اور اس کی تلقین بھی کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر دُعاء کے جو الفاظ جاری ہوئے، وہ عربی زبان وادب اور احساسات کی ترجمانی کا شاہکار ہیں، جس کے ایک ایک لفظ سے عجز وفروتنی اور خدا کے سامنے جھکاؤ اور بچھاؤ کا اظہار ہوتا ہے، ان کی تعبیرات اتنی اثر انگیز اور بلیغ ہیں کہ اہل ذوق کے لئے بجائے خود حضور ﷺ کی نبوت کی ایک دلیل ہے، حدیث کی کتابوں میں دُعاؤں کا یہ خزانہ جگہ جگہ بکھرا ہوا ہے۔

پھر ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ دُعائیں قدم قدم پر انسان کو خدا سے تعلق کی یاد دلاتی اور متوجہ کرتی ہیں، اس سے خدا کی شان ربوبیت اور کمالِ قدرت کا اظہار ہوتا ہے، ایک مسلمان جب کھانے سے پہلے خدا کا نام لیتا ہے، کھانے کے درمیان خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور کھانے کے بعد بھی اس کی زبان حمد باری سے زمزمہ سنج ہوتی ہے، دسترخوان بچھاتا ہے تو اسی کے نام سے اور اٹھاتا ہے تو اسی کے ذکر سے، تو یہ توحید ہی کا مکرر ومؤکد اقرار واعتراف ہوتا ہے،

جو اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ یہ غذا محض خدا ہی کی قدرت سے اس کو عطا ہوئی ہے، ہر دانہ جو انسان کے حلق سے اُترتا ہے، خدا کی قدرت کی کتنی ہی جلوہ فرمائیوں کے بعد وجود میں آیا ہے، سورج نے اس کے لئے خود کو جلایا ہے، چاند نے اپنی ٹھنڈک پہنچائی ہے، شبنم کی پھوار اس پر نثار ہوئی ہے، زمین نے اپنے سینہ وجگر کا چاک ہونا قبول کیا ہے، بادلوں نے سمندر سے خراج آب وصول کیا ہے، ہواؤں نے ان بادلوں کی بار برداری کی ہے، پھر یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ ایک ہی طرح کے عناصر سے مرکب ہونے والی ان اشیاء میں کہیں حلاوت ہے، کہیں ملاحت، کہیں کھٹاس ہے، کہیں تلخی، رنگ وبو کے فرق نے بھی ان کو ایک گلدستہ سا بنا دیا ہے، پھر خود انسان کے جسم میں نظام ہضم ایک عالم عبرت وموعظت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، آفاق وانفس کی یہ ساری داستانیں چشم ہائے عبرت ونگاہانِ بصیرت کے سامنے چاول کے ایک ایک دانہ اور پانی کے ایک ایک قطرہ کے ساتھ اس طرح رونق افزا ہوتی ہیں کہ خدا کے ذکر وستائش کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** ۔

رسول اللہ ﷺ نے دُعا کو مومن کا ہتھیار قرار دیا ہے، اس پس منظر میں محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل عنوان ''کتاب الدعوات'' کا قائم کیا ہے، اور بعض مصنفین نے مستقل کتابیں رسول اللہ ﷺ کے شب وروز کے معمولات اور مسنون دُعاؤں پر تالیف کی ہیں، اس سلسلہ میں امام نسائی اور علامہ ابن السنی کی ''**عمل الیوم واللیلۃ**'' خصوصی اہمیت کی حامل ہیں، لیکن اس موضوع پر شاید سب سے زیادہ جامع اور اس موضوع کی تمام کتابوں کا عطر اور خلاصہ امام محیی الدین ابوزکریا نوویؒ کی ''**الأذکار من کلام سید الأبرار**'' ہے، جو ہمیشہ سے اہل علم اور اصحاب معرفت کی آنکھوں کا سرمہ رہی ہے، ادعیۂ واذکار اور معمولات نبوی پر یہ نہایت ہی جامع اور مستند کتاب ہے، اور مصنفؒ نے اپنے ذوق معرفت کے ساتھ ساتھ محدثانہ طرز تحقیق کو بھی اس میں پوری پوری جگہ دی ہے۔

کتاب کی ابتداء میں اخلاص نیت اور ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پھر مختلف مواقع اور احوال نیز نماز، روزہ، حج، جہاد، سفر، خورد ونوش، سلام وملاقات، نکاح، ولادت وغیرہ کی دُعائیں

اور اذکار نقل کئے گئے ہیں، ناموں کے سلسلہ میں شرعی ہدایات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اولاد اور والدین سے متعلق فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے، متفرق مواقع کے اذکار، مشورہ، سفارش، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے آداب بیان کئے گئے ہیں، اور زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں ترغیبات وترہیبات پر گفتگو کی گئی ہے۔

اخیر میں کچھ جامع دُعاء کے آداب اور استغفار کے کلمات نقل کئے گئے ہیں، اس طرح یہ فضائل اعمال، اذکار و اوراد، آدابِ زندگی اور مسنون دُعاؤں کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے، اس کتاب کے مؤلف امام نوویؒ بڑے بلند پایہ محدث، فقیہ، صاحبِ نظر محقق اور صاحبِ دل شخص گزرے ہیں، حدیث میں مسلم شریف کی شرح، فقہ میں منہاج الطالبین اور روضۃ الطالبین، نیز فقہی انسائیکلوپیڈیا ''شرح مہذب'' اور آداب واخلاق میں ''ریاض الصالحین'' اور ''الأذکار'' آپ کی نہایت اہم تالیفات ہیں، اور ان کے علاوہ بھی مختلف فنون میں کتنی ہی کتابیں آپ کے قلم فیض رقم کا ثمرہ ہیں۔

واقعہ ہے اس کتاب کے اُردو ترجمہ کی ضرورت تھی، اخی فی اللہ جناب مولانا نثار احمد قاسمی زید مجدہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے سلیس اور عام فہم اُردو میں اس کتاب کو منتقل کیا ہے اور اُردو قارئین کو ایک بلند پایہ سوغات پیش کی ہے، ترجمہ ایک حد تک تالیف سے بھی مشکل کام ہے، اس کے لئے دونوں زبانوں میں بصیرت ہونا ضروری ہے، بحمد اللہ مولانا موصوف نے بڑی خوبی کے ساتھ ترجمہ کے اس مشکل کام کو انجام دیا ہے۔

مترجم گرامی ایک ایسے خاندان کے چشم وچراغ ہیں، جو علم ومعرفت میں معروف ہے، دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں ہیں اور طالب علمی کے زمانہ سے ہی تعلیمی اعتبار سے نمایاں رہے ہیں، دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد عربی ادب میں تخصص کیا ہے، پھر دیوبند سے عربی زبان میں ایک اہم رسالہ ''الثقافة'' کے نام سے نکالا، سعودی عرب میں تدریب التدریس کا خصوصی کورس کیا اور ایک عرصہ تک وہیں قیام رہا، اب المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں حدیث وفقہ کی اعلیٰ کتابوں کی تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اس سے پہلے بھی شیخ

عبدالرحمن الخمیس کی شرح فقہ اکبر کو اُردو کا پیکر ادا کر چکے ہیں، اور متعدد علمی رسائل و جرائد میں آپ کے مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں، اس بے مایہ کے بھی محسن ہیں کہ اس کی تالیف ''جدید فقہی مسائل'' کو ''نوازل فقہیہ معاصرہ'' کے نام سے انھوں نے ہی عربی کا پیکر عطا کیا ہے۔

فجزاه الله خير الجزاء

اُمید ہے کہ مترجم کی یہ کاوش عوام وخواص کے لئے نافع ثابت ہوگی، اور اس کے آئینہ میں وہ اپنی زندگی کو سنوار سکیں گے، نیز مؤلف کے ساتھ ساتھ مترجم کی اس خدمت کو بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت حاصل ہوگی، اور ان کی دوسری علمی اور دعوتی کاوشوں سے بھی اُمت کو استفادہ کا موقع ملے گا۔ والله الموفق وهو المستعان

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۰/شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ
۲۴/نومبر ۲۰۰۴ء

مقدمہ

''ذکرالٰہی'' روح کی غذا اور دلوں کی زندگی ہے، جو دل ذکر رب سے آشنا نہ ہو وہ بے جان ہے اور جس زندگی میں اللہ کی یاد نہ ہو وہ بے کیف اور حقیقی سعادتوں سے محروم زندگی ہے ارشاد باری ہے۔

و من أعرض عن ذكرى فان له معشية ضنكا.
جوشخص میرے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے تنگی اور
گھٹن کی زندگی ہے۔

''دل'' کو اللہ کی یاد میں سکون ملتا ہے، اس لئے امن وسکون اور راحت وچین کی زندگی وہی ہے جو یاد الٰہی سے معمور ہو۔

مؤمن وکافر دونوں اسی روئے زمین پر سانس لیتے اور قدرت کی فراہم کردہ نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں لیکن بقول اقبال۔

پرواز ہے دونوں کی اس ایک فضا میں
شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

مؤمن کی صبح وشام اس طرح ہوتی ہے کہ اس کی زبان پر اللہ کا نام ہوتا ہے، اور اس کے دل میں خالق کائنات کی تسبیح وتحمید ہوتی ہے، اسکے روز وشب اس طرح گذرتے ہیں کہ زندگی کی تگ ودو میں وہ سبھوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور سبھوں سے جدا بھی، وہ خود چراغ راہ کی طرح جلتا ہے تاکہ دوسرے راہ پائیں، خود اپنے اندرون میں گھلتا ہے تاکہ دوسروں کو راحت پہنچے، اس کی

ہر حرکت اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہے، اور ہر سکون پر قادر ذوالجلال اسے یاد آتا ہے:

آآخـــرشـــئـــی أنـــت فـــی کـــل هـــجـــعـــة
وأول شـــئـــی أنـــت عـــنـــد هـــبـــوبـــی

یعنی آنکھ لگتی ہے تو تیرے نام پہ اور آنکھ کھلتی ہے تو تیرے نام سے۔

مؤمن زاہد شب زندہ دار ہوتا ہے، کبھی جنت کے شوق میں وہ اپنی راتیں آنکھوں میں کاٹ لیتا ہے، تو کبھی جہنم کا خوف اسے میٹھی نیند سونے سے باز رکھتا ہے، بقول شخصے :

کـلـمـا طـال شـوقـی الـی الـجـنـة طـار نـومـی
وکـلـمـا زاد خـوفـی مـن الـنـار زاد أرقـی

جب جنت کا شوق دل پر چھا جاتا ہے تو نیند اڑ جایا کرتی ہے،
اور جب جہنم کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے تب نیند اڑ جایا کرتی ہے

غرض یہ کہ جنت کی طلب ہو یا جہنم سے بچنے کی خواہش۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ دم اللہ کی یاد میں گذارا کرتے تھے، کـان یـذکـر اللـه عـلـی کـل احـیـانـه، ذکر رب میں شکر نعمت میں بھی ہے اور ہر طرح کے شر و شیطان اور بلاء و مصیبت سے نجات بھی آپ اپنی زندگی کو اللہ کے ذکر سے کس طرح معمور رکھیں اس کے لئے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں مشہور محدث اور نامور فقیہ اور صاحب دل امام یحییٰ بن شرف الدین التوفی ۶۷۶ھ کی ''کتاب الاذکار'' معمولات روز و شب اور دعاء و اذکار کے موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتابوں سے کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے۔

(ا) دعاء واذکار کے موضوع پر وارد تمام روایتوں کا منتخب اور بہترین خلاصہ ہے اور حشو زوائد سے بالکل پاک ہے۔

(ب) کتاب چونکہ عملی مقصد سے مرتب کی گئی ہے، اس لئے سندوں کے طویل سلسلہ کو حذف کر دیا گیا ہے، جس کی افادیت صرف اہل علم کے لئے ہوا کرتی ہے۔

(ج) اس بات کا پورا اہتمام کیا گیا ہے کہ صحیح روایتیں ہی نقل کی جائیں اور ایسی روایتوں سے اجتناب کیا جائے جو زیادہ ضعیف یا موضوع ہوں، چنانچہ مصنفؒ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی پر ہی زیادہ نظر رکھی ہے، اور باہر کی روایتیں شاذ ونادر ہی لی ہیں، جیسا کہ خود ہی انہوں نے مقدمہ میں اس کی وضاحت کردی ہے۔

د) امام نوویؒ نرے محدث ہی نہیں بلند پایہ فقیہ بھی ہیں اس لئے انہوں نے صرف الفاظ حدیث اکٹھا کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ حدیث کی تشریح، مشکل الفاظ کے مفہوم کی وضاحت اور فقہی احکام وتربیتی نکات ولطائف سے بھی اپنی کتاب کو آراستہ کیا ہے۔

ھ) اور کتاب کے مصنف چونکہ محض ظاہری علم رکھنے والے اور گفتار کے غازی نہیں ہیں بلکہ صاحب دل اور احوال ومقامات سے سرفراز بزرگ ہیں اس لئے کتاب نہایت مفید اور پر تاثیر بن گئی ہے۔

اور مذکورہ بالا ان تمام خصوصیات نے امام نوویؒ کی ''کتاب الاذکار'' کو اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں سے منفرد اور ممتاز بنادیا ہے۔

امام یحییٰ بن شرف نووی کی پیدائش محرم ۶۳۱ھ میں ہوئی، اپنے زمانہ کے اساطین علم وفضل سے انہوں نے علم حاصل کیا، جن میں شیخ کمال بن احمد، رضی بن برہان، عبدالعزیز محمد الانصاری اور ''الفیہ'' کے مؤلف مشہور امام نحو وصرف ابن مالک شامل ہیں۔

حصول علم سے شغف کا حال یہ تھا کہ آغاز عمر سے ہی: کان لا ینام اللیل الا قلیلا (راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے)

بیشتر کتابیں زبانی یاد کرتے اور ایک دن میں ۱۲/۱۲ سبق لیا کرتے تھے، جن میں فقہ و حدیث، معانی وبیان، نحو وصرف، علم کلام ومنطق اور اصول فقہ واسماء الرجال سارے ہی علوم شامل تھے، ان کی اس محنت نے انہیں اپنے زمانہ کا نامور عالم اور امام وقت بنادیا۔

طبیعت کی لطافت یا زہد وتقویٰ کی طرف میلان کا حال یہ تھا کہ بعض ظاہری یا دنیوی علوم ان کو راس ہی نہیں آتے تھے، اس سلسلہ میں نامور محدث ومؤرخ امام ذہبیؒ نے امام نوویؒ کے

بارے میں عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

اشتغل فی کتاب القانون لابن سینا فاظلم قلبه، وبقی أیاما لا یقدر علی الاشتغال فاشفق علی نفسه وباع القانون فاستنار قلبه.

انہوں نے چند دنوں ابن سینا کی کتاب القانون سے شغل رکھا تو قلب میں ظلمت چھا گئی اور کئی روز تک کوئی کام انجام دینے پر قادر نہیں رہے تو انہوں نے القانون کو بیچ ڈالا تو پھر دل کی روشنی بحال ہوگئی، اور وہ حسب معمول فقہ وحدیث کی خدمت میں لگ گئے۔

ظاہر بینوں کو تو شاید یہ بات سمجھ میں نہ آئے اور وہ اس طرح کے واقعات کی صداقت پر شبہ کرنے لگیں، لیکن حقیقت بیں نگاہوں میں یہ جان لینے کے بعد کہ امام ذہبیؒ جیسا محدث وناقد اس واقعہ کو نقل کر رہا ہے اور صاحب واقعہ نے خود ہی اس واقعہ کا اظہار کیا ہے تو اس میں اچنبھے کی بات ہی کیا ہے؟ بلکہ اس سے تو خود نبوت کبریٰ کی زبانِ حقیقت بیان کی فرمودہ اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ کل میسر لما خلق له (جس شخص کی تخلیق جس کام کے لئے ہوتی ہے وہ اس کے لئے آسان کردیا جاتا ہے)

امام نوویؒ سے رب کائنات کو حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ کی خدمت لینی تھی، وہ اگر ابن سینا کی ''القانون'' پڑھ کر لوگوں کے علاج ومعالجہ اور قارورے کی جانچ میں لگ گئے ہوتے تو پھر ''ریاض الصالحین'' جیسی بابرکت ومقبول عام کتاب صحیح مسلم کی شرح ''المنہاج'' اور فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا، المجموع شرح المہذب اور فقہ شافعی کی روضۃ الطالبین جیسی شاہکار کتابیں امت کو کہاں مل سکتی تھیں؟ اور امام نوویؒ کے لئے صرف ۴۵ رسال کی زندگی میں جس میں بچپن اور تحصیل علم کا زمانہ بھی شامل ہے فقہ وحدیث کی ایسی لازوال خدمت کی سعادت جو اللہ نے مقدر کر رکھی تھی وہ کس طرح پوری ہوتی؟

جہاں تک دل میں ظلمت محسوس ہونے کی بات ہے تو یہ ایک وجدانی کیفیت ہے جس کا ادراک ہر شخص کو نہیں ہوسکتا، نہ اسے عام کیا جاسکتا ہے اور نہ شرعی حجت بنایا جاسکتا ہے، اسی طرح کا ایک اور واقعہ ایک نامور صاحب قلب وعلم وقلم علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے دار العلوم دیو بند میں بیتے ہوئے دن میں خود اپنے بارے لکھا ہے، جو دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی کہ معقولات کی معرکۃ الآرا کتاب ''قاضی مبارک'' کا تدریس کا اپنے ایک ساتھی سے انہوں نے وعدہ ہی کیا تھا کہ انہیں متواتر ایسے خواب آنے لگے کے ان پر جنگلی سوروں نے حملہ کردیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے تدریس سے معذرت کردی۔

اس طرح کے احوال وکیفیات عام نہیں ہیں، کچھ پاک طینت اور نیک نفوس کے ساتھ خاص ہیں، واقعاتی نہیں، وجدانی ہیں، اسکی بنیاد پر نہ کسی علم کی تنقیص کی جاسکتی ہے اور نہ اس سے بے اعتنائی برتی جاسکتی ہے، شریعت کے عام ضابطہ کی رو سے علم طب کا حصول بھی اسی طرح ضروری ہے، جیسے علم فقہ کا بلکہ حجۃ الاسلام غزالیؒ نے جو امام نووی کے پیش رو اور ہم مسلک بھی ہیں بعض خاص حالات میں علم طب کی تحصیل کو علم فقہ کی تحصیل سے بھی زیادہ ضروری قرار دیا ہے، اور اگر مسلم اطباء کی کمی ہو تو فقہاء تیار کرنے کے مقابلہ میں ''اطبا'' کی تیاری کو زیادہ اہم قرار دیا ہے۔

بہر کیف امام نوویؒ اپنی نوعیت کے منفرد آدمی تھے، دنیا سے قطعی بے رغبت رہے، علم وعبادت کی یکسوئی کے لئے رشتۂ ازدواج سے بندھنا بھی گوارا نہیں کیا تقوی اور ورع کا یہ عالم تھا کہ محض شبہ کی بنا پر دمشق میں فروخت ہونے والے پھل فروٹ سے بھی پرہیز کرتے تھے۔

وضع قطع اور لباس اور جسم کی زیبائش وآسائش سے بھی بے پرواہ رہتے تھے، اپنے مکاشفات اور باطنی احوال کے چھپانے کا بھی خاص اہتمام فرماتے تھے، شیخ الحدیث رہے اور قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدا بلند کرتے ہوئے رجب ۶۷۶ھ میں جان جاں آفریں کے سپرد کردی، اور اپنے پیچھے علوم نبوت کا بے مثال ذخیرہ چھوڑ گئے، فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واسکنہ فسیح جناتہ

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا نثار احمد قاسمی صاحب کو جو ایک اچھے اور فاضل مدرس ہیں اور ترجمہ اور تصنیف وتالیف کا ذوق بھی رکھتے ہیں اور اس تاک میں رہتے ہیں کہ کوئی

عربی کتاب تصنیف کرے تو اسے اردو اور اردو میں تصنیف کرے تو اسے عربی میں منتقل کردیں، اسی سلسلہ کی ایک کڑی امام نووی کی کتاب الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا زیر نظر ترجمہ بھی ہے، اتنی بڑی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لئے علمی وادبی لیاقت کے ساتھ بڑے صبر وتحمل کی بھی ضرورت ہے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو بارآور کرے اور مترجم کو دنیا میں اُجرت اور آخرت میں اس عظیم کام کا اجر عطا فرمائے، اور یہ کتاب گھر گھر میں عام ہوکر دلوں کو نور اور نگاہوں کو سرور بخشے آمین۔

محتاج دعاء

بدرالحسن القاسمی

(سالار جنگ کالونی، حیدرآباد27/6/2004)

حرفِ چند

''ذکر'' اللہ کا نام لینے کو کہتے ہیں، اور اللہ کے نام میں ہی دلوں کی زندگی ہے، جو''دل'' خالق سے نا آشنا ہو وہ مردہ ہوتا ہے، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح انسانی وجودرب کائنات کے ذکر کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔

تمام عبادتیں ذکر الٰہی کے لئے ہی رکھی گئی ہیں، خود قرآن کا نام بھی ''ذکر'' رکھا گیا ہے، اور اس کے ذریعہ تذکیر کا کام لیا گیا ہے، خوش بختی اللہ کے نام سے جڑی ہوتی ہے، اور بد بختی ذکر الٰہی سے محرومی کا نام ہے، اور جو شخص اللہ کے ذکر سے اعراض کرے اسے عرصۂ حیات تنگ کر دیئے جانے کی سزا ملتی ہے۔

''ومن اعرض عن ذکری فان له معشیة ضنکا،
ونحشریوم القیامة اعمیٰ'' (طه: ۱۲۴)

اور جو کوئی میرے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے تنگ زندگی ہے، اور وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل نگاروں نے لکھا ہے کہ ''کان یذکر علی کل احیانه''

آپ ﷺ اللہ کا ذکر ہر وقت ہی فرمایا کرتے تھے، قرآن کریم نے تسکین دل اور جمع خاطر کا نسخہ ذکر الٰہی کو قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

الا بذکر الله تطمئن القلوب''

آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوا

کرتا ہے۔

پیغمبر آخر الزماں ﷺ جن کو رب کائنات نے پیکر رحمت وشفقت بنا کر بھیجا تھا انہوں نے زندگی کو اللہ کے ذکر کا خوگر بنایا بلکہ شب وروز کے معمولات کے طور پر ورد رکھنے کے لئے دعاؤں کا ایسا انمول تحفہ بھی عطا فرمایا ہے جس کے ذریعہ ایک طرف ذکر رب سے شکر نعمت کا حق ادا ہوتا ہے تو دوسری طرف نہ صرف شیاطین جن وانس سے بلکہ ہر طرح کے درندوں ڈنک مارنے والے جانوروں سے بھی انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے، اور زمینوں سے برآمد ہونے اور آسمانوں سے نازل ہونے والی آفتوں اور مصیبتوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

بلاؤں کو ٹالنے کی اللہ نے اگر خاصیت رکھی ہے تو صرف دعاؤں میں رکھی ہے، "لا یـرد القضاء الا الدعاء"

اور دعاء اگر کسی شکستہ دل مظلوم کی ہو تو وہ رب تک پہنچ کر ہی رہتی ہے، اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی دم لیتی ہے۔

اسی طرح اگر دعائے نیم شبی ہو تو وہ تیروں سے بھی زیادہ کارگر ہوا کرتی ہے، اس لئے جس شخص کے پاس ظاہری لاؤ لشکر اور آلات واسلحہ نہ ہوں اسے "سہام اللیل" سے کام لینا چاہئے۔

تاریخ اسلام میں "دعاؤں" کا معرکوں کو سر کرنے میں بھی بڑا دخل رہا ہے، "معرکۂ بدر" میں نظر تو آرہی تھیں تلواریں لیکن کام کر رہی تھیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عریش کی دعاء، اور جذبۂ عمل اور بظاہر بے ساز وسامان صحابہ کرام کا اخلاص، موجودہ زمانہ میں بھی مسلمانوں کی پسپائی کو دور کرنے کے لئے ہر طرح کے اسباب ووسائل کے اکٹھا کرنے کی کوششوں کے ساتھ ضرورت ہے "نالۂ نیم شبی" کی۔

زیر نظر کتاب جس کا نام ہے "اذکار نبوی" اور اسے اردو کا جامہ پہنانے والے ہیں برادر خورد مولانا نثار احمد قاسمی، نہ کسی تعارف کی محتاج ہے اور نہ تبصرہ کی، کتاب کی عظمت اور مقبولیت کیلئے سند کا درجہ رکھتا ہے اس کے مصنف بلند پایہ فقیہ ومحدث اور معتبر صاحب دل ومبارک شخصیت امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی کا نام نامی جن کی نیکی اور پاکبازی اور اخلاص وللّٰہیت کی

وجہ سے ان کی ہر کتاب کو اللہ نے خاص وعام میں مقبولیت بخشی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعاؤں پر تو بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں ابن السنی کی عمل الیوم واللیلۃ خاص طور پر قابل ذکر ہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ کی ''اذکار'' کو خاص امتیاز حاصل ہے، ہماری دعاء ہے کہ اصل کی طرح برادر عزیز مولانا نثار احمد سلمہ کا ترجمہ بھی قبولیت کی دولت سے سرفراز ہو اور مترجم کے لئے یہ مبارک کتاب مایۂ دنیا اور توشۂ آخرت ثابت ہو، اس کتاب میں میری کسی قلمی ریزیش کی ضرورت ہرگز نہیں تھی لیکن مترجم کے کامرانیوں کی خواہش اور امام نوویؒ سے قلبی شغف نے یہ چند سطریں لکھا دی ہیں۔

ہمیں کہ قافیۂ گل شدہ بس است

(مولانا) اشتیاق احمد

خادم مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور، بہار

(وخلیفۂ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ)

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى أشْرَفِ الْخَلْقِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أجْمَعِيْنَ ، أمَّابَعْدُ:

اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین کو حکم دیتے ہوئے اپنی کتاب محکم میں فرماتے ہیں:

يٰاأيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأصِيْلاً۔ (الاحزاب۴۱-۴۲)

اے ایمان والو اللہ کو خوب خوب یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

دوسری جگہ مومنین کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

اُدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔ (المومن : ۶۰)

مجھے پکارو کہ میں پہونچوں تمہاری پکار کو، بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں وہ دوزخ میں ذلیل ہوکر داخل ہونگے۔

اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، کیا میں تمہیں تمہارے سب سے بہتر عمل اور اللہ کے نزدیک تمہارے سب سے پاکیزہ اور بارآور عمل کے بارے میں نہ بتادوں جو سونا

چاندی کے خرچ کرنے سے اور اس سے بھی افضل ہے، کہ تمہارا مقابلہ کسی دشمن سے ہو اور تم ان کی گردن مارو؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیں، اے اللہ کے رسولؐ، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل "اللہ کا ذکر ہے" (دیکھئے: زیر نظر کتاب کی حدیث نمبر ۳۲)

الغرض سوتے، جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہنا مومن کا ایک ایسا وصف ہے جس سے بندہ اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرتا اور اس کی عطاء وبخشش کا حقدار بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، الخ۔

ذکر الٰہی وہ نسخہ ہے، جس سے قلب و باطن کو جلاء ملتا، اس کی صفائی ہوتی اور دنیوی آلودگیوں و آلائشوں کا ازالہ ہوتا ہے، جبکہ اس سے غفلت ولا پرواہی، دل کے اندر قسوت و پراگندگی پیدا کرتا اور مکر شیطانی کا اسیر بنا دیتا ہے، چونکہ دعاء بذاتِ خود عبادت ہے، اور انسان کی تخلیق کا مقصود ومطلوب عبادت ہی ہے، اس لئے خود باری تعالیٰ نے کچھ دعاؤں کے الفاظ مؤمنین کو بتائے ہیں، جو قرآن کریم میں جابجا مذکور ہیں۔

اِن قرآنی دعاؤں کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے بھی تقریباً زندگی کے ہر شعبہ میں جامع دعائیں منقول و ماثور ہیں، جنہیں متقدمین ومتاخرین کے بے شمار علماء نے یکجا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس موضوع پر متعدد تصانیف تالیف کی ہیں، جو ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں اور موافق بھی، مختصر بھی ہیں اور طویل بھی، معیاری بھی ہیں اور غیر معیاری بھی، مگر ان میں سب سے جامع اور ترتیب و تبویب کے اعتبار سے سب سے عمدہ اور صحت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل اعتماد امام نوویؒ کی زیر نظر کتاب "حلیة الابرار وشعار الاخیار، فی تلخیص الدعوات والاذکار ہے۔

یہ کتاب تقریباً سات سو سال سے عربی داں طبقہ کے درمیان متداول وعام ہے، اور دعاؤں سے متعلق کتابوں میں سب سے زیادہ معتمد ومستند ہے، کیونکہ امام نوویؒ نے اپنی اس کتاب میں صرف انہی احادیث کو جگہ دی ہے جو مشہور کتب حدیث یعنی صحاح ستہ میں مروی ہیں ان چھ کتابوں کے علاوہ باقی کتب حدیث سے بہت کم ہی خوشہ چینی کی ہے، اور اس کے اندر مذکور زیادہ تر احادیث تو صحیح ہیں یا

حسن درجہ کی ،اس کے اندر ضعیف احادیث بہت کم ہیں ،اور جو ہیں بھی تو اس کا ضعف معمولی ہے، شدید ترین ضعف والی احادیث کونقل کرنے سے انہوں نے حتی الامکان احتراز کیا ہے،حالانکہ فضائل کے باب میں محدثین ضعیف حدیث سے استدلال کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

یہ کتاب اپنی افادیت وجامعیت اور ثقاہت ونفاست کی وجہ سے اس قابل تھی کہ جس طرح عرب علماء نے اس پر توجہ دی ، بے شمار علماء نے اس کی تشریح وتفسیر اور تعلیق وتخریج کا کام انجام دیا، اور ابن علان وحافظ بن حجر جیسی مسلم شخصیات نے بھی اس کی خدمت کی ،علمائے ہند وپاک بھی اپنی علمی خدمات اور دینی کاوشوں کے دائرے میں اسے لیکر اردوداں طبقہ میں عام کرتے ،مگر نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر ایسا نہ ہوسکا۔

عرصۂ دراز سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کا اردو ترجمہ منظر عام پر لایا جائے ،تا کہ اردوداں طبقہ کے لئے اس سے استفادہ آسان ہو ـــــ کافی دنوں سے میں اس کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کررہا تھا ،مگر اپنی بے بضاعتی وکم مائیگی کے پیش نظر خواہش کے باوجود ہمت نہیں کرپارہا تھا ،اور قلم اٹھانے سے قاصر تھا۔

ادھر کچھ دنوں سے بعض احباب ومخلصین کی جانب سے ،جس میں سرفہرست اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفرپور) ومولانا خالد سیف اللہ رحمانی (مدیر المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد وجنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی ،دہلی) ہیں، یہ اصرار زور پکڑنے لگا کہ میں اس خدمت کو جلد انجام دوں، چنانچہ میں ان حضرات کی خواہش کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہوا ،اور بحمد اللہ چند ماہ کی کاوش کے نتیجہ میں ترجمہ کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی سعادت حاصل کی ۔اللہ ان حضرات کو جزائے خیر دے کہ ان کی ہمت وحوصلہ افزائی کے نتیجہ میں یہ کام میرے ہاتھوں انجام پاگیا۔

ترجمہ کرتے وقت میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ترجمہ سلیس ،سہل اور عام فہم ہو، ہر خاص وعام کی سمجھ میں آجائے اور اردو عبارت میں عربی یا فارسی الفاظ کی بیجا آمیزش نہ ہو، کہ عوام الناس اسے اپنے ذہن پر بارگراں محسوس کریں ،یا سمجھنے میں دقت پیش آئے۔

احادیث کے ترجمہ میں صرف اس کے ترجمہ پر اکتفاء نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے ساتھ الفاظِ حدیث کو بھی نقل کردیا ہے، البتہ آثار صحابہ یا اقوال سلف صالحین میں عربی عبارت کو نقل کرنے کے بجائے صرف ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اور غریب الفاظ کے مفہوم کی تعیین میں اکثر جگہوں پر شیخ طاہر پٹنی گجراتی کی، مجمع بحار الانوار پر اعتماد کیا ہے۔

پوری حدیث کے ضمن میں دعاء کا جو حصہ ہے، اسے میں نے بین القوسین اس طرح رکھا ہے [......] تاکہ دعاء کرتے ہوئے صرف وہی الفاظ کہے جائیں جو بین القوسین ہیں، مثلاً حدیث ہے۔ مَنْ تَوَضَّأَ وَقَالَ : [اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ] فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ "

(رواہ مسلم: زیرنظر کتاب کی حدیث نمبر ۷۵ دیکھئے)

اس میں وضوء کے بعد کی دعاء وہ ہے جو بین القوسین ہے۔ یعنی اشهد ان لا اله الا الخ سے ورسولہ تک۔

زیرنظر کتاب میں کل (۱۲۲۷) احادیث ہیں، محقق نسخہ میں جس طرح ان احادیث کو نمبروار شمار کیا گیا ہے میں نے بھی اسی طرح اس کے نمبر شمار کا التزام کیا ہے۔

صحیحین کے علاوہ دیگر کتب کی احادیث میں سے جن احادیث کو امام نوویؒ نے ذکر کرنے کے بعد اس کی صحت یا ضعف کی نشاندہی نہیں کی ہے، اور محققین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، تو میں نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی صحت یا ضعف کی وضاحت کردی ہے۔

جہاں ہمیں مفہوم کی وضاحت یا فقہاء ومحدثین کے اختلاف کو اجاگر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، بین القوسین یا نوٹ لکھ کر میں نے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اخیر میں ہم صمیم قلب سے بارگاہِ الٰہی میں دست بدعاء ہیں کہ وہ میری اس سعی وکاوش کو قبول فرمائے، ریاء وسمعہ سے دور رکھے، اور مسلمانوں کو شب وروز کے مختلف اوقات میں اٹھتے بیٹھتے ذکراللہ کی توفیق عطاء فرمائے، اور اس کا افادہ ہر خاص وعام میں عام فرمائے، آمین۔

اور اس کتاب کے پڑھنے والوں، اور ہر دعاء کرنے والوں سے میری وہی درخواست ہے

جو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے عمرہ پر جاتے وقت کہا تھا، لَا تَنْسَنَا یَا أُخَيَّ فِيْ دُعَائِکَ'' وفی روایۃ، أشْرِكْنَا فِيْ دُعَائِکَ يَا أُخَيَّ. کہ میرے بھائی، اپنی دعاء میں ہمیں نہ بھولیں، یا اپنی دعاء میں ہمیں بھی شریک رکھیں۔

امید کہ برداران اسلام ہمیں اور ہمارے والدین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ **وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ وسلم علی خیر خلقه محمد وعلی اله وصحبه اجمعین .**

نثار احمد القاسمی

استاذ
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد،
وجامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد

مقدمۂ مترجم
امام نووی اور کتاب الاذکار

عالم اسلام قرن اول ہی سے مختلف سیاسی اتار چڑھاؤ سے گذر تا رہا ہے، جس کے مثبت ومنفی اثرات امت مسلمہ، مسلم معاشرہ، اسلامی دنیا، اور خاص طور پر شام وعراق کے علاقہ پہ پڑتے رہے ہیں۔

ساتویں صدی ہجری کا زمانہ سیاسی اعتبار سے مد وجزر اور بڑی افراتفری کا زمانہ تھا، اور خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد سے ہی عالم اسلام امن وسکون سے محروم تھا اور حالات ایسے نامساعد تھے کہ اس عہد میں علم کی ضیا پاشیوں کا ماند پڑ جانا ایک فطری بات ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صدی پر اپنا بڑا فضل واحسان کیا اور اہل علم سے ایسی ایسی عظیم خدمتیں لیں کہ ان کی نظیر پچھلی صدیوں میں بھی نہیں ملتی۔

اس صدی میں مدارس اسلامیہ کا جال پورے خطہ میں پھیل گیا، صرف دمشق کے اندر ایک سوتیس مدارس تھے، جن میں سات دارالقرآن، سولہ دارالحدیث، تین میڈیکل انسٹی ٹیوٹ اور متعدد علمی وتعلیمی ادارے تھے۔ (دیکھئے: الامام النووی للحداد: ۱۵)

جب ہم تذکرہ وتراجم کی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اس صدی کے ماہرین فن خصوصاً علماء فن حدیث کے ذکر سے یہ کتابیں بھری ملتی ہیں، اس صدی کے پچاس سے زائد حفاظ حدیث کا

تذکرہ ہمیں ملتا ہے، انہی نابغۂ روزگار اور یکتائے زمانہ شخصیات میں ایک امام نووی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے، جن کے نقوش علم وفکر آج تک مہر درخشاں کی طرح ضیاء بار ہیں، اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔

نام ونسب

آپ کا نام یحییٰ بن شرف بن مَرِیٰ (اور مرتضی زبیدی کے بقول مُرِیٰ) بن حسن، بن حسین ،بن محمد، بن جمعہ، بن حزام الحزامی الحورانی ہے، آپ کا نسب حزام تک پہنچتا ہے۔

ابوزکریا آپ کی کنیت ہے، عام طور پر کسی لڑکے اور خاص کر بڑے لڑکے کے نام کی نسبت سے کنیت رکھی جاتی ہے، مگر خلافِ عادت آپ کی کنیت ابوزکریا پڑی، امام نوویؒ چوں کہ رشتۂ ازدواج سے منسلک نہیں ہوئے، اس لئے آپ کو نہ بیوی تھی نہ اولاد، آپ نے ہمیشہ تجرد کی زندگی گذاری، اس لئے آپ کی کنیت ابوزکریا بتقاضۂ ادب پڑگئی، آپ نے خود یہ کنیت اختیار نہیں کی، بلکہ آپ کے شاگردوں نے جو آپ سے کسب فیض کرتے اور علمی پیاس بجھایا کرتے تھے، تخاطب کیلئے آپ کو اس کنیت سے مشہور کیا۔

آپ کا لقب محی الدین ہے، زندگی ہی میں یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اس کے بغیر آپ کا نام نہیں لیا جاتا تھا، آپ بطور تواضع اسے ناپسند فرماتے اور کہا کرتے تھے کہ "جس نے مجھے یہ لقب دیا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس نے سچائی سے کام لیا" مگر واقعہ ہے کہ آپ اس لقب کے سچے حقدار تھے، اللہ نے آپ کے ذریعہ بہت سی سنتوں کو زندہ کیا اور بہت سی بدعتوں کو مٹایا، چنانچہ آپ کی ناپسندیدگی کے باوجود اللہ نے آپ کے اس لقب کو آپ کی پہچان بنادیا، و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نسبتیں

آپ کے نام کے ساتھ متعدد نسبتیں لگی ہوئی ہیں، آپ کی ایک نسبت "حزامی" ہے، یہ نسبت آپ کے جداعلیٰ حزام کی طرف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ جلیل القدر صحابی حضرت حکیم بن

حزام کی طرف نسبت ہے، مگر امام نووی علیہ الرحمہ نے خود اسے غلط قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میری نسبت ''حزام'' نامی اس شخص کی طرف ہے جو عرب کے باشندے تھے اور گھاس وچارہ کی تلاش میں مختلف مقامات کو اپنا مسکن بنایا کرتے تھے، ایک بار وہ ''نوی'' آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، اللہ نے انھیں بڑی ذریت سے نوازا، اور ان کی نسلیں اسی خطہ میں آباد ہوئیں۔

آپ کی ایک نسبت حورانی بھی ہے، حوران اس ضلع کا نام ہے، جس میں ''نوی'' نامی قصبہ واقع تھا، یہ نہایت سرسبز وشاداب علاقہ تھا، امرؤالقیس نے اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کی ایک نسبت ''نووی'' ہے، ''نوی'' ایک قصبہ کا نام ہے، چوں کہ آپ کی پیدائش یہیں ہوئی، یہیں پلے، بڑھے اور وفات پائی، اس لئے اس کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے، اور یہی نسبت زیادہ مشہور ومعروف ہے ــــــ دمشق کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''دمشقی'' بھی کہے جاتے ہیں، کیوں کہ اس عظیم الشان اور مشہور شہر کے اندر آپ نے طویل مدت تک دین حنیف کی خدمت کی اور یہیں رہ کر علم حاصل کیا ہے۔

مسلکا شافعی ہونے کی وجہ سے آپ کو ''شافعی'' بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ مسلک شافعی کے صرف متبع ہی نہیں تھے بلکہ اس کے نقیب وترجمان اور معتبر ومستند شارح بھی تھے۔

خاندان

امام نووی علیہ الرحمہ کے خاندان کا مفصل ذکر تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتا، جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ قابل ذکر صاحب علم وفضل شخصیات اس خاندان میں نہیں ابھر سکیں، البتہ ابن عطار نے صرف اتنا اشارہ کیا ہے کہ ''ان کے والد حزام عربوں کی عادت کے مطابق ''گولان'' جو فلسطین کا علاقہ ہے، میں نوی نامی قصبہ آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، اللہ نے ان کی نسل کو بڑھایا، یہاں تک کہ ان کی ایک بڑی آبادی ہوگئی (دیکھئے تحفۃ الطالبین ۳ھ/ب) مگر اس خاندان نے طویل گمنامی کے بعد ایک ایسی شخصیت پیدا کی جو پوری نسل کے لئے کفارہ بن گئی اور وہ یہی امام وقت یحیٰ بن شرف نووی کی شخصیت ہے جن کے طفیل اس خاندان اور علاقہ نے شہرت پائی۔

اس خاندان میں امام نوویؒ کے علاوہ ایک اور شخصیت قابل ذکر رہی ہے، اور وہ ہیں خود

امام نوویؒ کے والد بزرگوار، جن کی شہرت ورع وتقویٰ، عبادت وریاضیت اور زہد وصلاح سے اس طرح ہوئی کہ یہی ان کی شناخت بن گئی، صاحب ''ذیل مرأۃ الزماں'' موسیٰ بن محمد بن ابوالحسن الیونینی فرماتے ہیں:

> یہ بزرگ صالح اور حلال پہ قناعت کرنے والے تھے، کھیتی کیا کرتے تھے اور یہی ان کا اور ان کے کنبہ کا اصل ذریعہ معاش تھا، اسی سے وہ اپنے صاحب زادے امام نوویؒ کو وقتاً فوقتاً خرچ اور غذائی اشیاء بھیجا کرتے تھے، امام نووی وہی کھایا کرتے جو والد صاحب کے پاس سے آتا، کوئی دوسری غذا استعمال نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہ اپنے والد کے زہد وتقویٰ اور ان کے مال کے حلال وخالص ہونے سے بخوبی واقف تھے۔

یونینی نے مزید لکھا ہے کہ:

> ان کے والد اس پایہ کے بزرگ تھے، کہ انہوں نے مشتبہ چیز نہ کبھی خود استعمال کی اور نہ اپنے بچوں کو کرنے دی، نہ کبھی مشکوک مال کھایا نہ اولاد کو کھلایا، وہ صرف وہی کھاتے یا کھلاتے جس کا حلال ہونا معلوم ہوتا۔
>
> (دیکھئے: ذیل مرأۃ الزمان: ۴/۱۸۴)

شاید اسی کی برکت ہے کہ اللہ نے انھیں امام نووی علیہ الرحمہ جیسی اولاد سے نوازا، اس خاندان کے دیگر افراد کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

پیدائش

تقریباً تمام مورخین نے امام نوویؒ کی تاریخ پیدائش ماہ محرم الحرام ۱۳۱ھ ذکر کی ہے (دیکھئے: المنہاج السوی: ۱/۳) البتہ علامہ سخاوی، یافعی اور سیوطی نے ماہ محرم الحرام کے درمیانی عشرہ اور جمال اسنوی نے پہلے عشرہ میں آپ کی ولادت کا ذکر کیا ہے، (دیکھئے: المنہاج: ۱/۳، مرأۃ الجنان:

۱۸۲/۴، الفتوحات الوہبیہ: ۳-۴، طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۲۶۶/۲) مگر درمیانی عشرہ میں ولادت کی بات زیادہ راجح ہے کیوں کہ آپ کے شاگرد خاص ابن عطار نے اس کا ذکر کیا ہے، (دیکھئے: تحفۃ الطالبین: ۳/ب) اور دوسروں کے بہ نسبت ابن عطار کی بات زیادہ قابل اعتبار ہے کیوں کہ ان کی معلومات خود صاحب واقعہ سے ماخوذ و مستفاد ہیں۔

پرورش و پرداخت

آپ کا بچپن عام بچوں سے بالکل مختلف تھا، اس عمر میں کھیل کود اور شرارتوں کا جو فطری داعیہ بچوں میں ہوا کرتا ہے، امام نوویؒ اس سے بہت دور تھے، یہی وجہ ہے کہ بلوغ سے پہلے بلکہ سن تمیز سے پہلے ہی اللہ کی خاص عنایتیں آپ کی طرف متوجہ ہوگئی تھی اور آپ کو امامت و مشیخت کی مسند سنبھالنے کے لئے تیار کیا جانے لگا تھا، آپ کے بچپن کے بعض ایسے واقعات مورخین نے ذکر کئے ہیں، جسے سن کر عقل حیران رہ جاتی ہے، آپ اپنی عمر کے ساتویں سال ایک رات اپنے والد کے ہمراہ کمرہ میں سو رہے تھے، یہ رمضان کی ۲۷/ویں شب تھی، آپ نے دیکھا کہ پورا کمرہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے، سخت تاریکی کے وقت اس طرح روشنی دیکھ کر آپ کو حیرانی ہوئی، آپ نے اپنے والد کو جگایا اور اس کیفیت کے بارے میں استفسار کیا، تمام اہل خانہ بیدار ہوگئے مگر انہیں کچھ نظر نہیں آیا، والد کو اندازہ ہوگیا کہ شاید یہ قدر کی رات ہے۔

آپ کے مستقبل کو جھانک لینے کے بعد آپ کے والد نے آپ کی خصوصی تربیت پر توجہ دی، اور سب سے پہلے قرآن کی تعلیم کے لئے قرآن کے مدرس کے پاس آپ کو رکھ دیا، قرآن آپ کا منفرد مشغلہ بن گیا، ہم عمروں کا کھیل کود اور ان کی دلچسپی کے مشاغل انھیں تلاوتِ قرآن سے باز نہیں رکھتی، ایک دن بچوں نے ساتھ کھیلنے کے لئے دباؤ ڈالا تو وہ ہاتھ چھڑا کے روتے اور تلاوت کرتے ہوئے بھاگ نکلے، شیخ یٰس یوسف مراقشی اس منظر کو دیکھ رہے تھے، ان کے دل میں ان کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ وہ آپ کے استاذ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا مستقبل اگر زندگی نے ساتھ دیا تو بہت تابناک ہے، اس پر توجہ دی جانی چاہئے، اسی طفولیت میں جب کہ وہ دس سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کے والد نے معاشی مجبوریوں کی وجہ سے آپ کو دکان پر بٹھا دیا، مگر آپ

خریدوفروخت کے بجائے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے۔
(تفصیلی واقعات کیلئے دیکھئے: المنہاج السوی:۳۴/۱)

آپ نے بلوغ سے پہلے ہی قرآن کا حفظ مکمل کرلیا پھر دیگر علوم کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے کہ اسی کے ہوگئے ——— آپ کا بچپن ایسے علمی انہماک میں گذرا گویا بچپن آیا ہی نہ ہو، مرأة الزمان میں لکھا ہے کہ آپ بچپن ہی سے بکثرت قرآن کی تلاوت کرنے والے، اللہ کا ذکر کرنے والے اوراد و وظائف کے پابند اور دنیا سے اعراض اور آخرت کی فکر کرنے والے تھے، (مرأة الزمان:۲۸۴/۳) امام نوویؒ ۱۸ رسال کی عمر تک اپنے قصبہ نوی ہی میں مقیم رہے، اپنے والد کی دکان میں ان کی معاونت کرتے رہے اور اسی مشغولیت کے دوران، جتنا وقت ملتا قصبہ اور قرب وجوار کے علماء ومشائخ سے کسبِ فیض کیا کرتے۔ (دیکھئے: الامام النووی للدقر:۲۲)

قابلیت وتفوق کے اسباب

امام نوویؒ صحیح معنوں میں اللہ کے خاص بندوں میں تھے، خشوع وخضوع، صبرواستقامت، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، رقت وانابت، ہرطرح کی معصیت سے اجتناب اور اس کے ساتھ ہی حصول علم کی خواہش اور ان کی تڑپ آپ کا وصف خاص تھا، غرض آپ ان اوصاف کے حامل تھے کہ ایسے شخص کا آگے بڑھنا اور مرتبۂ کمال کو پانا قابل تعجب نہیں، آپ کی عظیم شخصیت میں نکھار پیدا کرنے، بڑھانے اور مرتبۂ کمال تک پہنچانے میں جن اسباب وعوامل نے نمایاں رول ادا کیا وہ کسبی بھی ہیں اور وہبی بھی، ذیل میں ہم اس کا ذکر قدرے تفصیل سے کرتے ہیں۔

تعلیمی سفر کا آغاز

''نوی'' ایک چھوٹی سی آبادی تھی، جہاں اونچی تعلیم کے قابل ذکر اساتذہ ومشائخ جو اپنے فن میں مکمل دسترس رکھتے ہوں شاید میسر نہیں تھے، اس لئے آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا اور والدین اور اعزہ واقارب کی جدائی برداشت کرنی پڑی، چوں کہ دمشق اس وقت گہوارۂ علم ودانش اور مرکز التفات عالم بنا ہوا تھا، دنیا کے کونے کونے سے تشنگانِ علوم ومعرفت اس کا رخ کررہے تھے،

مختلف علوم وفنون کے ماہر علماء ومشائخ یہاں اپنی درسگاہیں قائم کیئے ہوئے تھے، مختلف تخصصات کے سینکڑوں مدارس یہاں قائم ہو چکے تھے، اس لئے امام نووی علیہ الرحمہ کی نگاہِ انتخاب علمی سیرابی کے لئے اسی عظیم شہر کی طرف اٹھی، ۶۴۹ھ میں اپنے والد کے ہمراہ جب کہ آپ کی عمر بقول سخاوی وسیوطی ۱۹ر سال یا بقول حداد ۱۸ر سال تھی، دمشق آئے اور جامع اموی میں قیام کیا، جہاں آپ کی ملاقات وہاں کے امام وخطیب جمال الدین عبدالکافی بن عبدالملک الربعی (۶۱۲-۶۸۹ھ) سے ہوئی آپ نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور ان کے سامنے اپنا مقصد رکھا، انہوں نے آپ کو شیخ تاج الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن ضیاء الفزاری ابن الفرکاح کے حلقۂ درس میں پہنچادیا، آپ وہاں ذوق وشوق اور محنت ولگن کے ساتھ کسبِ فیض کرتے رہے اور کافی دنوں تک اسی حلقۂ درس سے وابستہ رہے، ایک مرحلہ ایسا آیا کہ تنگدستی وبدحال زندگی آپ کے لئے دشوار کن مسئلہ بن گئی تو آپ نے اپنے شیخ سے جائے قیام کی درخواست کی جہاں رات بسر کرنے، یکسوئی کے ساتھ علمی کام کرنے اور کتابیں محفوظ رکھنے کی گنجائش ہو، انھیں آپ کی بے سروسامانی اور مسافرت والی زندگی کا علم نہیں تھا، مگر ان کے اختیار میں ایسی جگہ نہیں تھی جہاں انھیں رکھ سکتے، ان کے زیر اثر صرف ایک درس گاہ ''مدرسہ صارمیہ'' تھی جہاں قیام کی سہولت نہیں تھی، چنانچہ انھوں نے آپ کو ''مدرسہ رواحیہ'' منتقل ہو جانے کا مشورہ دیا، جہاں یہ ساری سہولتیں میسر تھیں، اس وقت مدرسہ رواحیہ کے ناظم الامور شیخ کمال الدین اسحاق بن احمد بن عثمان المغربی تھے (۶۵۰ھ)۔

مدرسہ رواحیہ میں داخلہ

مدرسہ رواحیہ میں آپ کا داخلہ منظور ہوگیا اور آپ کو ایک تنگ وتاریک کمرہ ملا، جس کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی اس میں داخل ہوتا تو بیٹھنے کے لئے اسے بمشکل جگہ بنانی پڑتی اور بیٹھنے کی گنجائش تب ہی نکلتی جب کہ کتابوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کردیا جاتا، (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی :۵) دمشق میں قیام کے دوران پوری مدت آپ کا قیام اسی تنگ کمرہ میں رہا، آپ یہاں سے تب ہی منتقل ہوئے جبکہ دارالحدیث اشرفیہ کی تعلیمی ذمہ داری قبول کی۔

امام صاحب اپنی غذائی ضروریات کی تکمیل کچھ دنوں مدرسہ سے حاصل ہونے والے

وظیفہ سے کرتے رہے، جس کا اکثر حصہ آپ صدقہ کر دیا کرتے تھے، پھر آپ نے یہ وظیفہ لینا بند کر دیا اور آپ کی ضروریات کا پورا انحصار والد صاحب کی جانب سے آئی ہوئی اشیاء پر ہو گیا، جو زیادہ تر خشک نان اور حورانی انجیر کی شکل میں ہوتا تھا۔ (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۵)

حصول علم کا جذبہ اور ذوق وشوق

قیام کی سہولت کے علاوہ جو سب سے بڑی نعمت امام نووی کو یہاں حاصل ہوئی وہ شیخ کمال مغربی کے علم وفضل سے استفادہ کا موقعہ تھا، آپ ان کے حلقہ درس میں پابندی سے شریک ہوتے اور انتہائی شوق وذوق اور محنت ولگن سے علم حاصل کرنے میں لگے رہتے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ان دشوار گذار چوٹیوں کو اس برق رفتاری سے طے کیا جسے سر کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی، ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ حصول علم میں آپ کے انہماک کی مثالیں دی جانے لگیں، رات ودن ورق گردانی میں گذرنے لگے، آپ کے سونے اور لیٹنے کا وقت صرف اتنا تھا کہ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو کتاب پر سر رکھ کر چند لمحات جھپکی لے لیتے، پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے، آپ نے اپنا پورا وقت اسباق کی حاضری، مطالعہ، تالیف وتصنیف اور مشائخ واساتذہ سے مراجعت میں مشغول کر رکھا تھا، امام نوویؒ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

> ”میں نے اپنا پہلو دو سالوں تک زمین سے نہیں لگایا، ان ایام میں وہ کبھی آرام سے سونے کیلئے بستر پر نہیں گئے اور نہ گہری نیند کا لطف اٹھایا“ (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۶-۷)

آپ کی دلچسپی، یکسوئی اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے کی ادا نے شیخ کے ذہن پر خاص اثر ڈالا، وہ ایسی محبت کرنے لگے کہ آپ کے علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے جماعت کے بعض حصوں کے اسباق سننے کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی، آپ ہر روز ۱۲/ اسباق مختلف اساتذہ کو پورے بسط وتفصیل کے ساتھ سنایا کرتے تھے، اس وقت آپ کے زیر درس اسباق تھے: ”الوسیط، المہذب، الجمع بین الصحیحین، صحیح مسلم میں اللمع، زبان دانی میں ابن سکیت کی اصلاح المنطق، تصوف، علم صرف اور اصول فقہ، اسماء الرجال اور اصول دین کا ایک ایک درس“ (المنہاج السوی:۵/۱)

بیک وقت اتنے اسباق کی پابندی اور وہ بھی پوری تحقیق وتشریح کے ساتھ عام طالب علم کے لئے یقیناً آسان نہیں، امام نووی فرماتے ہیں:

> ''ان اسباق سے متعلق تمام امور پر میں تعلیق کا کام اور بھرپور اظہار خیال کیا کرتا تھا، یعنی مشکلات کی تشریح، مغلق عبارت کی توضیح اور زبان کے اعتبار سے لغات کی تصویب وضبط''
>
> (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:٦)

سالہا سال دن میں روزہ رکھتے، اور ۲۴ گھنٹہ میں صرف ایک وقت کھاتے اور سحر کے وقت صرف پانی پر اکتفاء کرتے، اس ڈر سے کہ نیند غالب نہ آجائے، شکم سیر ہوکر نہ کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی استعمال کرتے۔ (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۳۹)

اسی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار آپ کو خیال ہوا کہ علوم ادیان کے ساتھ علوم ابدان (طبابت) بھی سیکھا جائے کہ یہ بھی ایک بہتر علم ہے اور خدمت انسانی کا ذریعہ ہے، چنانچہ آپ نے ابن سینا کی ''القانون'' کا مطالعہ شروع کیا، مگر یہ اصل مقصد میں رکاوٹ بنا اور بالآخر اس سے اپنا دامن چھڑالیا۔

قوت حافظہ اور کثرت مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا قوتِ حافظہ عطاء کیا تھا، ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے کہ پورا قرآن مجید مکمل حفظ کرلیا اور شاید یہی نعمت آپ کے حافظہ کو جلا بخشنے میں معاون و مددگار ثابت ہوئی، مشکل سے مشکل چیز جس کا محفوظ کرنا دشوار ہوا کرتا آپ کو فوراً یاد ہوجایا کرتی، ابھی زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے چار ماہ کا عرصہ نہیں گذرا تھا کہ فقہ میں ابو اسحاق شیرازی کی ''التنبیہ'' آپ نے لفظ بہ لفظ حفظ کرلی، اور سال کے بقیہ ایام میں انہی کی کتاب ''المہذب'' میں سے عبادات کا ایک چوتھائی حصہ ازبر کرلیا، آپ نے اپنے استاذ محمد بن زین (۶۰۳-۶۸۰ھ) کو ''التنبیہ'' سنائی تو انہوں نے آپ کی حفظ پر بھرپور داد دیتے ہوئے اس کی اجازت دی، اور فرمایا:

فقیہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری نووی نے کتاب

''التنبیہ'' شروع سے اخیر تک مجھے سنائی متعدد ایسے مقامات
پہ میں نے ان کے حافظہ کا امتحان لیا جہاں امتحان لیا جاسکتا تھا
، ان کے حفظ اور حصول علم میں شغف کی وجہ سے میں انہیں
اجازت دیتا ہوں ، اللہ ہمیں اور انہیں ، سبھوں کو اس پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ ۷/ ربیع الاول ۶۵۰ھ کو
ایک ہی مجلس میں ہوا۔

(طبقات السبکی الکبری: ۱۹/۵، وشذرات الذہب: ۳۶۸/۵)

امام نوویؒ نے ایک بار خود فرمایا تھا:

وسیط کے بارے میں لوگ مجھ سے اختلاف کرتے ہیں ،
حالانکہ میں نے ۴۰۰/ چار سو مرتبہ اس کا مطالعہ کیا ہے۔

(ترجمہ السخاوی: ۳۶، نیز المنہاج السوی: ۱/۸)

اتنی بار مطالعہ کرنے کے بعد یقیناً یہ کتاب آپ کو محفوظ ہوگئی ہوگی، مگر اسے آپ کی یاد کردہ کتابوں کی فہرست میں شمار نہیں کیا گیا ہے، شاید اس وجہ سے کہ اسے آپ نے مروجہ طریقہ کے مطابق حرف بحرف یاد نہیں کیا، بلکہ اصل مضمون ومفہوم بالفاظ دیگر ذہن میں محفوظ فرمایا۔

آپ کے اساتذہ

سرزمین شام وعراق اس صدی میں عظیم ہستیوں کے وجود سے گہوارہ علم ودانش بنی ہوئی تھی، مختلف علوم وفنون میں دسترس رکھنے والے، خصوصاً حدیث وفقہ کے باکمال علماء جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے، اوران میں بھی علم حدیث سے وابستگی رکھنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی، مختلف فنون کے ماہرین بھی علم حدیث سے ضرور مناسبت رکھتے تھے، فقیہ ہوں یا ادیب، نحوی ہوں یا اہل لغت، علم حدیث سے ضرور مربوط ہوا کرتے تھے۔ (دیکھئے: البدایہ والنہایہ: ۱۳/)

امام نووی نے انہی علماء حدیث کا زمانہ پایا اور ان سے بھرپور استفادہ کیا اور جب اس گرانقدر درسگاہ سے فراغت حاصل ہوئی تو آپ ایک قابل اعتماد حافظ حدیث، امام مجتہد، اور ماہر لغت تھے،

کیوں کہ آپ نے اپنی ذاتی صلاحیت کے علاوہ اپنے فن کے ائمہ سے استفادہ کیا تھا۔

آپ نے جن محدثین سے استفادہ کیا ان میں سے چند یہ ہیں:

۱ - قاضی خطیب عماد الدین عبدالکریم خرستانی (۵۷۷-۶۶۲ھ)

۲ - شیخ الشیوخ شرف الدین الاوسی الانصاری (۵۸۶-۶۶۲ھ)

۳ - حافظ زین خالد ابوالبقاء النابلسی (۵۸۵-۶۶۳ھ)

۴ - ابن البرہان ابواسحاق ابرہیم الواسطی السفار (۵۹۳-۶۶۴ھ)

۵ - امام ضیاء الدین ابواسحاق المرادی، الاندلسی (ت-۶۶۸ھ)

۶ - زین الدین ابوالعباس احمد بن عبدالدائم (۵۷۵-۶۶۸ھ)

۷ - تقی الدین ابومحمد اسماعیل التنوخی (۵۸۹-۶۷۲ھ)

۸ - مفتی جمال الدین ابوزکریا الحرانی المشہور بابن الحبیشی (ت-۶۷۸ھ)

۹ - شیخ الاسلام امام شمش الدین ابوالفرج المقدسی (ت-۶۸۲ھ)

علماء فقہ میں جن شیوخ کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان میں سے چند یہ ہیں:

۱ - علامہ فقیہ مفتی کمال الدین ابوابرہیم المغربی (ت-۶۵۰ھ)

۲ - مفتی شام علامہ کمال الدین ابوالفضائل الاربلی الحلبی (ت-۶۷۰ھ)

۳ - فقیہ شام امام شیخ الاسلام ابوالفضل ابومحمد عبدالرحمٰن الفزاری (۶۲۴-۶۹۰ھ)

امام نووی نے اصول فقہ وحدیث میں قاضی ابوالفتح کمال الدین عمر بن بندار التفلیسی (۶۰۲-۶۷۲ھ) سے اور لغت وادب شیخ ابوالعباس جمال الدین احمد بن سالم المصری النحوی (ت-۶۷۲ھ) اور حجۃ العرب علامہ جمال الدین ابوعبداللہ محمد الطائی الحیانی (۶۰۰-۶۷۲ھ) سے کسب فیض کیا۔

تدریس سے وابستگی

طلب علم میں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ آپ اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت

کے حامل ہوگئے اور اس قابل ہوگئے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکیں، آپ اپنی عمر کے ۱۹/ویں سال ۶۴۹ھ میں دمشق آئے اور پہلا مدرسہ جس میں حصول علم کیلئے وابستہ ہوئے وہ مدرسہ رواحیہ تھا جہاں شیخ کمال الدین المغربی تقریباً بیس سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، ان کی وفات سے ایک سال قبل جب امام نووی ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے تو بہت جلد ان کے منظور نظر بن گئے، وہ آپ کو دل وجان سے چاہنے لگے، پھر اسباق سننے کی ذمہ داری بھی آپ پہ ڈال دی، یہیں سے آپ کے تدریسی عمل کا آغاز ہوتا ہے، یہ عہدہ اگر چہ دیر پا نہ رہا مگر اس عصر میں آپ کو خاصا تجربہ ہوگیا اور اس قابل ہوگئے کہ تدریس کی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھا سکیں۔

تھوڑے عرصہ بعد ہی مدرسہ رکنیہ جوانیہ میں آپ کو علامہ شمس الدین بن خلکان کی نیابت کرنی پڑی، پھر ۶۶۹ھ تک مدرسہ اقبالیہ میں اور پھر مدرسہ فلکیہ میں آپ نے ان کی نیابت کی۔

(دیکھئے: ذیل قرأۃ الزمان: ۲۸۳/۳)

البتہ ''دارالحدیث اشرفیہ'' میں آپ کی تدریسی خدمات کا باضابطہ آغاز ۶۶۵ھ میں ابو شامہ کی وفات کے بعد ہوا، جو ۶۷۶ھ میں آپ کی وفات تک جاری رہا، اور یہ کل گیارہ سال کا عرصہ ہے، جس میں آپ نے ایک جم غفیر کو ہبۃً للہ استفادہ کا موقع عنایت کیا۔

بعض ممتاز تلامذہ

آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد بہت ہے، ہر ایک کا ذکر یہاں ممکن نہیں، البتہ بعض ان شاگردوں کا نام ہم نیچے ذکر کر رہے ہیں، جن پر تاریخ نازاں ہے:

۱ - علاء الدین علی بن ابراہیم ابوالحسن بن العطار (۶۵۴-۷۲۴ھ)

۲ - محدث وقت جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن زکی کی القضاعی الکلبی (۶۵۴-۷۴۲ھ)

۳ - محمد بن ابراہم قاضی شمس الدین بن نقیب الدمشقی (۶۶۱-۷۴۵ھ)

۴ - قاضی سلیمان بن ہلال الجعفری الملقب بصدر الدین ابوالربیع الہاشمی (۶۴۲-۷۲۵ھ)

۵ - سالم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ امین الدین ابوالدر (۶۴۵-۷۲۶ھ)

زہد وتقویٰ

تقویٰ آپ کا وصف خاص تھا، آپ مامورات اور نوافل کا مکمل اہتمام رکھتے اور محرمات ومنہیات سے دور رہتے، اور ہراس چیز سے اجتناب کرتے جو دین میں کوتاہی کا سبب بن سکتا ہو آپ سالوں سال روزہ رکھتے اور راتوں میں عبادت کیا کرتے تھے، (دیکھئے: ذیل مرآۃ الزمان: ۳/۸۸۷، والسخاوی:۳۶) امام ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ دین میں آپ کا مقام ایسا ہے جیسے جسم کے لئے سر، آپ کے لئے علم ظاہر ہوا تو آپ اسے اپنا نے کے لئے کمربستہ ہوگئے، اور نیکیوں پہ آپ کی نگاہ پڑی تو وہ چیزیں خود آپ پہ نچھاور ہوگئیں۔ (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۳۵)

امام نووی علیہ الرحمہ کو زہد کا وافر حصہ ملا تھا، آپ دنیا سے اپنی ذات کے لئے محض اتنا ہی لینا پسند کرتے جس سے وجود باقی رہے اور بندگی ہوتی رہے، آپ کی معاشی بدحالی پہ لوگوں نے آپ کی ملامت بھی کی، مگر آپ قناعت پر ثابت قدم رہے۔

علامہ رشید الدین نے آپ کو ایک بار کہا، مجھے آپ کے بیمار پڑ جانے کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے، کہیں وہ آپ کو اس بہتر سے جسے آپ نے اپنا مقصد حیات بنالیا ہے، محروم نہ کردے، آپ نے جواب دیا کہ فلاں شخص روزہ رکھتا رہا، عبادت کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں نیلی پڑ گئیں (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۳۹) آپ کی عام غذا خشک نان اور حورانی انجیر تھی جو والد محترم کی جانب سے آجایا کرتی تھی، آپ کے لباس پہ کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے، میوہ جات اور فروٹ کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ (دیکھئے: ترجمۃ السخاوی:۳۸)

نقل کیا جاتا ہے کہ وفات سے قبل آپ کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی، زندگی میں پہلی بار پھل کھانے کی خواہش کو گھر والوں نے فوراً پورا کرنے کی کوشش کی، اور بلا تاخیر حاضر کردیا، مگر آپ نے استقامت اختیار کی اور اسے نہیں کھایا، انتقال کے بعد بعض افراد خانہ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ کیسا معاملہ رہا؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے عزت بخشی، اچھی مہمان نوازی کی گئی اور جس چیز کے ذریعہ سب سے پہلے میری مہمان نوازی

فرمائی، وہ سبب تھا۔ (دیکھئے: المنہاج السوی: ۲۸)
یونینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> وہ وصف جس نے امام نووی کو اپنے ہم عصروں پر جو فقہ میں ان سے بھی بڑھ کر تھے فوقیت دی، وہ آپ کی دنیا سے بے رغبتی دیانت داری اور ورع وتقوی تھا۔
>
> (دیکھئے: ذیل مراۃ الزمان: ۱۸۳/۳)

آپ کے ورع واحتیاط کا حال یہ تھا کہ دمشق کا پھل یہ کہتے ہوئے نہیں کھاتے کہ یہ شہر اوقاف اوران لوگوں کی املاک کا شہر ہے، جن پر شرعاً پابندی ہے اوراس میں تصرف صرف مصلحت کی وجہ سے ہی درست ہے، نیز پھلوں کی بٹائی کا مسئلہ بھی ہے، جس میں علماء کا اختلاف ہے، تو ایسی صورت میں میرا دل کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ میں اسے کھاؤں۔ (السخاوی: ۶۱)

شادی نہ کرنے پرآپ کی ملامت کی گئی اور کہا گیا کہ شادی سنت موکدہ ہے آپ کے اندر ساری سنت تو آ گئی بس ایک سنت باقی رہ گئی ہے، تو آپ نے جواب دیا مجھے خطرہ ہے کہ اس ایک سنت کی بجا آوری سے کہیں میں کئی محرمات میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ (دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ: ۱۴۷۲/۴)

تواضع وانکساری

آپ کے اندر تواضع وانکساری کا وصف بھی نمایاں طور پر پایا جاتا تھا، آپ نے جسمانی آرائش وزیبائش، اور شکل وصورت کی سجاوٹ کو ناپسند فرمایا، آپ کا کپڑا معمولی موٹا کھردرا، پیوند لگا ہوتا تھا، آپ کا کھانا خشک نان روکھا اور نہایت سادہ ہوا کرتا تھا، آپ کا عمامہ معمولی باریک سختیانی حورانی فقہاء کے انداز کا ہوتا تھا، اپنا کام خود کرتے، کسی دوسرے کو اس کا موقعہ نہیں دیتے، ایک بار آپ نے اپنا کپڑا اتارا، اس میں جوئیں تھیں، بعض طلبہ نے اسے نکالنا چاہا تو آپ نے منع کردیا۔ (السخاوی: ۲۹)

آپ کا تواضع ہی تھا کہ آپ امامت ومشیخت کے منصب پر فائز ہو جانے کے باوجود اپنے تلامذہ وشیوخ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ (السخاوی: ۳۹)

جذبۂ نصح وموعظت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی آپ کا امتیازی وصف تھا——ایک بار آپ نے سلطان ظاہر بیبرس کو خط لکھا اور رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرنے اور ان پر عائد ٹیکس کو ختم کرنے کی تلقین کی تو شاہ نے آپ کو سخت جواب تحریر کیا اور آپ کی نصیحتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دھمکی دی، آپ نے اس کا ترکی بترکی جواب دیا اور صورتِ مسئلہ کی وضاحت اور اس کے ظلم کی نشاندہی کی اور بادشاہ کو اس کا جواب دہ قرار دیا (السخاوی:۴۱-۴۳) اس طرح کے کتنے ہی واقعات آپ کے تذکرہ نگاروں نے نقل کئے ہیں۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے: الامام النوی للدقر)

سانحۂ وفات

ایک دن آپ مدرسہ اشرفیہ والے اپنے کمرہ میں بیٹھے تھے، آپ قبلہ رو تھے، کہ ایک شخص فضاء میں اڑتا ہوا مدرسہ کے مغرب سے مشرق کی سمت گیا، اس نے جاتے ہوئے کہا، اٹھو، بیت المقدس کی زیارت کرو، تو آپ نے اپنے شاگرد خاص ابن عطار سے اس کا تذکرہ کیا، پھر بولے، چلو ذرا احباب کی زیارت کرآتے ہیں، اور انہیں رخصت کرآتے ہیں، پھر قبرستان گئے جہاں آپ کے اساتذہ مدفون تھے، آپ نے کچھ تلاوت کی، دعاء کی اور رو پڑے، پھر باحیات احباب کی زیارت کی اور صبح ہی نوی کے لئے روانہ ہوگئے، القدس اور خلیل کی زیارت کی اور اپنے والد کے مکان میں بیمار ہوگئے، ابن عطار فرماتے ہیں کہ آپ کی علالت کی اطلاع مجھے دمشق میں ملی، میں آپ کی زیارت کیلئے نوی آیا مجھے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور دمشق واپسی کا حکم دیا، آپ کو صحت یاب ہوتے دیکھ کر بروز ہفتہ ۲۰/رجب میں آپ سے رخصت ہوا اور سہ شنبہ کی شب ۲۴/رجب ۶۷۶ھ/کو آپ اپنے رب سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن عطار یہ بھی لکھتے ہیں کہ مجھے سفر کی اجازت دینے سے کچھ قبل ایک فقیر نے آپ کو ایک لوٹا بطور ہدیہ پیش کیا، تو آپ نے اسے قبول فرمالیا، حالانکہ آپ ہدیہ بالکل قبول نہیں کرتے تھے، اور فرمایا کہ اس سے پہلے ایک اور فقیر نے زنبیل بھیجا تھا، پھر فرمایا، یہ لوٹا

ہے اور وہ آلہ سفر۔ (دیکھئے: تحفۃ طالبین: ۱۰رب، ۱۱ر)

تالیفات

آپ کو علمی مشاغل سے وابستہ ہوئے زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوگئے اور لوگوں کے استفادہ کے لئے پورا ایک کتب خانہ چھوڑ گئے اہل علم نے آپ کی ۶۵ر سے زائد تالیفات کا ذکر کیا ہے، فن حدیث میں ۹ر فقہ میں ۸ر ترببیت میں ۵ر سیر وتراجم ولغت میں ۷ر مشہور تصنیفات آپ نے چھوڑی ہیں، مخطوطہ کتابوں کی تعداد ۴۳ سے زیادہ ہے، جو زیور طبع وتحقیق سے آراستہ ہونے کے انتظار میں ہیں، کتابوں کی تفصیل اور اس کا تعارف میرے اردو رسالہ ''امام نووی حیات وکارنامہ'' میں مذکور ہے۔

کتاب الاذکا- بیک نظر

امام نووی نے اپنی اس تالیف کا تذکرہ بعض دیگر تصنیفات میں بھی کیا ہے، مثلاً ''تہذیب الأسماء واللغات: ۱ر۱۱، المجموع شرح المہذب: ۱ر۶۸، شرح مسلم: ۴ر۸۲، شرح بخاری: ۱۵۴ میں''

اصلی نام

آپ کے سیرت نگاروں مثلاً ابن عطار لخمی، امام ذہبی، حافظ ابن کثیر، یافعی، ابن قاضی شہبہ، علامہ سیوطی، ابن عماد وغیرہم نے اس کا نام ''کتاب الاذکار'' ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: تحفۃ الطالبین: ۵ر۱۹۶، ترجمۃ اللخمی: ۵رأ، تذکرۃ الحفاظ: ۴ر۱۴۸۲، البدایۃ والنہایۃ: ۱۳ر۲۷۹، مرآۃ الجنان: ۴ر۱۵۶، المنہاج السوی: ۱۶رب، الشذرات: ۵ر۳۵۶)

مگر حاجی خلیفہ، بغدادی، زرکلی اور رضا کحالہ نے اس کا نام ''حلیۃ الابرار وشعار الاخیار فی تلخیص الدعوات والاذکار'' ذکر کیا ہے۔

زرکلی نے الاعلام میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس کا نام ''حلیۃ الابرار الخ'' ہے، مگر یہ ''الاذکار النوویۃ'' کے نام سے مشہور ہے، اس سے یہ احتمال ختم ہوجاتا ہے کہ یہ کوئی الگ تصنیف ہو، یہ ایک ہی کتاب ہے جو دو ناموں سے جانی جاتی ہے، یہ کتاب دنیا کے مختلف خطوں میں برابر

زیور طبع سے آراستہ ہوتی رہی ہے، پہلی مرتبہ یہ کب شائع ہوئی؟ اس کا اندازہ تو نہیں ہوسکا، تاہم یہ محسوس ہوتا ہے کہ شروع ہی سے یہ طبع ہوکر لوگوں میں عام رہی ہے، (دیکھئے: کشف الظنون ۱/۶۸۸، ہدیۃ العارفین: ۲/۵۲۴، الاعلام: ۸/۱۴۹، المستدرک علی معجم المؤلفین: ۸۳۷)۔

شیخ محمد انور احمد البلتاجی نے اس کی تصحیح ومراجعت، احادیث کی نمبر اندازی اور فہرست تیار کی اور اس گرانقدر اضافہ کے ساتھ ۱۴۰۶ھ میں یہ کتاب ''دار التراث الاسلامی'' سے شائع ہوئی۔

خود امام نووی علیہ الرحمہ مسلم کی شرح میں اس کتاب کی اہمیت پہ روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

> کوئی بھی دیندار شخص اس جیسی کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ (دیکھئے: ۴/۸۴)
>
> آخرت کی فکر کرنے والا اور اس کا متلاشی اس جیسی کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ (المجموع: ۲/۳۶)

مقصدِ تالیف

امام نوویؒ اس کا مقصد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''میرا مقصد آخرت کی فکر کرنے والوں اور اذکار ووظائف کی رغبت رکھنے والوں کے لئے شب وروز کے اعمال اور اوراد ووظائف کو آسان بنا کر پیش کرنا ہے، کیوں کہ اس سے پہلے جن علماء نے اس موضوع پہ قلم اٹھایا ان کی تالیفات طوالت سے خالی نہیں تھیں، ان میں اسانید کا ذکر اور بیجا تکرار تھا، جو رغبت رکھنے والوں کی ہمت پست کرنے اور بددلی پیدا کرنے کا سبب تھا، اس لئے زیر نظر کتاب ترتیب دی گئی، تاکہ ان رغبت رکھنے والوں کے لئے استفادہ آسان ہو۔ (دیکھئے: مقدمۃ الاذکار)

چوں کہ مؤلف کے پیش نظر کتاب کو آسان بنا کر پیش کرنا تھا، اس لئے آپ نے عموماً اسناد کو حذف کردیا ہے، اور اس لئے بھی کہ یہ ذوق عبادت کے حاملین کا موضوع ہے جن کا مقصد اذکار کی معرفت اور اس پر عمل کرنا ہوتا ہے، نہ کہ سند سے واقفیت بلکہ خواص اہل علم کے علاوہ دوسروں کے لئے اس کا ذکر گراں خاطر ہوا کرتا ہے۔ (دیکھئے: مقدمۃ الاذکار)

البتہ اس کے بجائے امام نووی نے اس سے اہم چیز کا اس میں اضافہ فرمایا ہے، اور وہ ہے معیارِ حدیث کی صراحت، چنانچہ آپ نے ہر حدیث کے صحیح، حسن، ضعیف یا منکر ہونے کی نشاندھی کی ہے اور بلاشبہ یہ سند کی صراحت سے کہیں زیادہ اہم اور مفید ہے۔

اس کے علاوہ امام نوویؒ نے علم حدیث، فقہ، اصول، آداب اور عبادت و ریاضت سے متعلق بہت سی گرانقدر معلومات و باریکیاں بھی اس کے اندر سمودی ہیں، جن سے باخبر رہنا اہل سلوک کے لئے از حد ضروری ہے۔ (حوالۂ سابق)

اسلوبِ تحریر

امام نوویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں فرمایا ہے:

> ''اس کتاب کے شروع میں ہم چند فصلوں کا تذکرہ کریں گے جس کی ضرورت اس کتاب یا اس جیسی کتاب کا اہتمام کرنے والوں کو ہوتی ہے، اور صحابہ میں چوں کہ بعض شخصیت عوام الناس سے (جو علمی حلقوں سے وابستہ نہیں ہیں) غیر مشہور ہے، اس لئے میں نے ان کی شخصیت پہ روشنی ڈالتے ہوئے ''فلاں صحابیِ رسول'' سے مروی ہونے کی صراحت کردی ہے، تاکہ ان کے صحابیِ رسول ہونے میں شبہ باقی نہ رہے۔

نیز فرماتے ہیں:

اس کتاب میں ہم ان ہی احادیث کو جگہ دیں گے جو اصول اسلام کی پانچ کتب حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں مروی ہیں، ان کے علاوہ دیگر مشہور کتب حدیث سے بھی کچھ خوشہ چینی کریں گے، البتہ ''اجزاء و مسانید'' سے شاذ و نادر ہی کہیں کوئی حدیث نقل کریں گے اور مشہور پانچوں بنیادی کتابوں سے بھی ہم عموماً صحیح حدیث ہی نقل کریں گے، البتہ گاہے بگاہے کسی حدیث کے ضعف کی نشاندہی کے ساتھ کوئی ضعیف حدیث بھی نقل کرسکتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

> اسی وجہ سے امید ہے کہ یہ کتاب قابل اعتماد و اعتبار ایک

بنیادی کتاب ہوگی۔

آگے فرماتے ہیں:

پھر کسی کسی باب میں ہم وہی حدیث ذکر کریں گے جس کی
دلالت اس مسئلہ پہ ظاہر اور اس باب سے متعلق واضح ہوگی۔

(دیکھئے: مقدمۃ الاذکار)

بلاشبہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب میں مذکورہ التزامات کو اچھی طرح نبھایا اور موضوع کا پورا حق ادا کیا ہے۔

امام نوویؒ نے دو مقامات کے علاوہ اپنی تمام مرویات کی سندوں کو اس کتاب کے اندر حذف کر دیا ہے، البتہ اس کی پہلی اور آخری حدیث کی سندوں کو ایک خاص وجہ سے مکمل ذکر فرمایا ہے، پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' والی ہے، جسے انہوں نے اپنے شیخ امام ابوالبقاء خالد بن یوسف النابلسی کے سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور آخری بھی ان ہی سے روایت کی ہے، جس کی سند میں تمام راوی دمشقی ہیں اور وہ حدیث قدسی ''یا عبادانی حرمت الظلم'' والی ہے، بقیہ تمام احادیث ''روینا'' کے ذریعہ نقل کی ہیں، شاید اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ پہلی حدیث جس طرح مسند ہے یہ احادیث بھی مسند ہیں۔

آپ نے ابن سنی والی روایت کی سند کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ ان کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' سے بھی روایت نقل کرنے میں استفادہ کریں گے، اور ایسا کیا بھی ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

میں نے اس کتاب (عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی) کی سند بطور خاص اس لئے ذکر کی ہے کہ یہ اس فن میں جامع ترین کتاب ہے، ورنہ جو بھی روایت میں اس کے اندر ذکر کروں گا، وہ مجھے سماع متصل کے ذریعہ صحیح روایتوں کے ساتھ حاصل ہوئی ہیں، سوائے یہ کہ شاذ و نادر کوئی اس کے برخلاف ہو، ان صحیح روایات میں زیادہ تر وہ ہیں جو حدیث کے پانچ مستند ترین مجموعوں صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی ہیں، کچھ وہ بھی ہیں جو دیگر کتب مسانید وسنن مثلاً موطا امام

مالکؒ، مسند امام احمدؒ ابوعوانہ، ابن ماجہ، دارقطنی بیہقی وغیرہ میں ہیں۔

یہ تمام روایات ہمیں بسند متصل ان کے مؤلفین سے حاصل ہوئی ہیں۔(دیکھئے: مقدمۃ الاذکار)

روایات خواہ کسی بھی کتاب کی ہوں، اس کے معیارِ صحت، حسن اور ضعف کی نشاندہی کرنے اوراس کی تخریج وتحقیق سے مفر نہیں، امام نوویؒ نے اپنی اس کتاب میں اسے ملحوظ رکھا ہے، اور صحیح کے علاوہ نقل کی جانے والی احادیث کا حکم ضرور بیان کیا ہے۔

البتہ بعض مشہور احادیث کی شہرت کی وجہ سے اس پر حکم لگانے سے پہلوتہی کی ہے، مگر اس پہلوتہی کے سبب کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے، مثلاً روبرو مدح سرائی کی ممانعت والی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ تمام احادیث جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے، صحیح بخاری ومسلم کی ہیں اس لئے ہم نے مزید حکم بیان نہیں کیا ہے۔(دیکھئے: الاذکار، باب مدح: ۲۸-۳۳۱)

ایسا بھی نہیں کہ ہر جگہ مؤلف نے اس کی صراحت کو ضروری ہی سمجھا ہو، بلکہ بعض جگہوں پہ نہ تو انہوں نے حکم بیان کیا ہے اور نہ ہی اس کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے، مثلاً حضرت ابن عمرؓ والی راویت ''اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا'' الخ ـــــ اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ذہول ونسیان کی وجہ سے کسی حدیث کا حکم بیان نہیں کیا جاسکا، جس کی طرف انہوں نے خود اذکار کے مقدمہ میں اشارہ فرمادیا ہے اور وہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن، مگر ضعیف کی ان قسموں میں سے ہے جن پر فضائل کے باب میں عمل کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ابن عمر کی مذکورہ روایت اور حدیث نمبر: ۳۱-۳۹ ہیں۔

دوتین حدیثیں ایسی بھی ہیں، جس کا ضعف شدید ہے اور فضائل کے باب میں بھی اس پر عمل درست نہیں، مگر انہوں نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے، مثلاً حدیث نمبر: ۳۸

کتاب الاذکار اہل علم کی نظر میں

اہل علم کے دلوں میں اس کتاب کی ہمیشہ سے بڑی وقعت اور قدر ومنزلت رہی ہے، اور شاید اس وجہ سے کہ یہ اپنے فن میں ممتاز وما یہ ناز مجموعہ ہے، ابن علان فرماتے ہیں:

یہ عظیم المرتبت، بلند پایہ، قابل فخر کتاب ہے، جسے اس کے
مؤلف نے امت اسلامیہ کی خیر خواہی اور نصح وموعظت کے
پیش نظر مرتب کیا ہے، نہ کہ فخر ومباہات کے لئے، کوئی بھی
آخرت کی فکر کرنے والا صاحب خیر اس سے مستغنی نہیں
ہوسکتا، ایسے علماء جو دین کے ستون سمجھے جاتے ہیں ان کا کہنا
ہے ''گھر بیچو، اذکار خریدو'' بعض بزرگ ہستیوں کا کہنا ہے ''
جو اذکار نہ پڑھے وہ ذاکر نہیں''۔ (الفتوحات الربانیہ:۱/۴)

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مجالس املاء میں ان احادیث کی تخریج کی اور مستقل کتاب کی شکل میں اسے ترتیب دیا جو ''نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار'' کے نام سے جانی جاتی ہے، اس کے اندر ابن حجرؒ نے ہر حدیث کا درجہ متعین کیا ہے، مگر سوء اتفاق کہ وہ اس کی تکمیل نہ کرسکے اور کتاب الاستیذان تک پہنچتے ہی آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اس کا پہلا حصہ ڈاکٹر حمدی عبدالمجید کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۶ھ میں بغداد سے شائع ہوا۔

علامہ محمد بن علان الصدیقی المکی (ت ۱۰۵۷ھ) نے اس کی مبسوط بے مثال شرح ''الفتوحات الربانية على الاذكار النووية'' کے نام سے سات ضخیم جلدوں میں شرح وبسط سے تحریر فرمائی، جس میں ابن حجرؒ کی تحقیق وتخریج کو بھی شامل کرلیا ہے اور استیذ ان کے بعد احادیث کی تخریج تو انہوں نے کی، مگر ابن حجرؒ کی طرح اس پر حکم لگانے سے گریز کیا۔

حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد خاص علامہ سخاویؒ نے اس کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا، مگر ابھی املاء کی چند ہی مجلیس ہوئی تھیں کہ زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے رب سے جا ملے، ابن علانؒ فرماتے ہیں کہ ان کی امالی کی مقدار تین جلدوں میں ہے۔ (دیکھئے: الفتوحات الربانیۃ :۱/۴)

چوں کہ اس کے اندر اذکار وادعیہ کے علاوہ احکام وآداب بھی ہیں، اس لئے بعض علماء نے اذکار کو احکام سے علاحدہ کرنے کی کوشش کی ہے، حافظ جلال الدین سیوطیؒ (ت ۹۱۱ھ) نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس کا نام ''اذکار الاذکار'' رکھا ہے، نیز اس کی علیحدہ شرح بھی قلم بند کی ہے۔

علامہ محمد بن عمر الحمیریؒ (ت ۹۳۰ھ) نے "الاسرار النبویة فی اختصار الاذکار النوویة" کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے، اور علامہ شہاب الدین الرملیؒ (ت ۸۴۴ھ) نے بھی اس کی تلخیص کی ہے، جو شہرت نہ پاسکی۔ (دیکھئے: کشف الظنون: ۱/۶۸۹، وہدیۃ العارفین: ۲/۲۳۰)

اس کتاب کی بعض باریکیوں اور خاص تحقیقات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے جلال الدین سیوطیؒ نے ایک رسالہ "تحفۃ الابرار بنکت الاذکار" کے نام سے اور شمس الدین محمد بن طولون الدمشقی (ت ۸۵۳ھ) نے "اتحاف الاخیار فی نکت الاذکار" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

(دیکھئے: کشف الظنون: ۱/۶۸۹)

تراجم

دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ ہو کر مقبول خاص وعام ہوا ہے، حاجی خلیفہ فرماتے ہیں کہ: بعض غیر عرب علماء نے اس کا فارسی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔

(دیکھئے: کشف الظنون: ۱/۶۸۹ وہدیۃ العارفین: ۲/۲۳۰)

ناچیز نے بھی بعض حواشی، مختلف فیہ مسائل میں افادات، اور کچھ نئے عنوانات کے اضافہ اور بعض تحقیقات کے ساتھ اس کا اردو میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جو اس وقت قارئین کے لئے پیش کی جارہی ہے۔

اس کتاب میں کل ۱۷/ کتاب ۳۴۴/ ابواب اور ۲۱۸/ فصلیں ہیں۔

اس کتاب کے اخیر میں ایک باب قائم کر کے بے سروپا مروج اقوال کو امام نوویؒ نے رد کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ لوگ کہنے والوں کی ثقاہت کی وجہ سے دھوکہ کا شکار نہ ہوں۔

امام نوویؒ نے اپنی اس کتاب کو "مدار اسلام" سمجھی جانے والی احادیث پہ ختم کیا ہے، جس کی کل تعداد ۳۰ ہے اور یہ ان کی کتاب "الاربعین" سے ماخوذ ہے۔ اللہ ہر مومن کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نثار احمد القاسمی بن مولانا محمد حصیر الدین القاسمی

مقدمۂ مؤلف

وھو حسبی ونعم الوکیل

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو واحد وقہار، عزیز وغفار، تقدیر بنانے والا اور سارے امور میں تصرف کرنے والا ہے، رات کو دن پر گردش کرانے والا اور قلب وبصیرت والوں کے لئے لمحہ تفکر ہے، جس نے اپنی مخلوق میں سے جسے منتخب فرمایا اسے بیدار کر کے نیکوں کے زمرہ میں شامل فرمایا، اور اپنے بندوں میں جسے پسند فرمایا اسے توفیق دے کر مقربین وابرار میں بنایا، اور جسے پسند فرمایا اسے بصارت عطا فرما کر اس دنیا سے بے رغبت بنایا پھر وہ اس کی رضاء اور دار قرار کی تیاری اور آپ کو ناراض کرنے والے امور سے اجتناب اور جہنم کے عذاب سے پرہیز میں کوشاں ہوگئے، اور اپنے آپ کو صبح وشام، رات ودن، اور مختلف اوقات واحوال میں اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کے ذکر کی پابندی میں سراپا مشغول کر دیا، جس کے نتیجے میں قلوب ضیاء وانوار سے منور ہوگئے۔

ہم اللہ رب ذوالجلال کی اس کی تمام نعمتوں پر بدرجہ کمال حمد وثناء بیان کرتے ہیں اور مزید فضل وکرم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بزرگ وبرتر، قوت وحکمت والا، یکتا وبے عیب ہے، اس کا ہمسر نہیں، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ان کے چنیدہ، محبوب وبرگزیدہ خلیل ہیں، تمام مخلوق میں سب سے افضل اور سابقین ولاحقین میں سب سے معزز ہیں، اللہ کا درود وسلام ہو ان پر اور سارے انبیاء اور ان کے آل وتمام صالحین پر۔

امابعد:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

فاذکرونی اذکرکم (البقرہ:۱۰۴)

تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو (یعنی بندگی ہی مطلوب تخلیق ہے)

اس سے پتہ چلا کہ بندہ کی سب سے بہتر حالت، دونوں جہاں کے پروردگار کے ذکر کی حالت اور سید المرسلین رسول اللہ ﷺ سے ماثور اذکار میں مشغول رہنا ہے۔

علماء نے شب وروز کے اذکار واعمال اور دعاؤں سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، جس کا علم علماء اور واقف کاروں کو بخوبی ہے، مگر یہ سب کی سب سند وتکرار کی وجہ سے طویل ہیں جس کی وجہ سے صاحب طلب اور تشنہ لبوں کی ہمتیں کمزور پڑجاتی ہیں، بایں وجہ میں نے طالبین حق اور اذکار واوراد میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے اسے آسان کرنے کا ارادہ کیا، اور اس کتاب کی جمع وتدوین شروع کی، تاکہ ان کتابوں میں جو مقاصد مذکور ہیں، وہ بہ اختصار اہل طلب سے قریب وسہل الحصول اور قابل التفات ہوجائے۔

جیسا کہ میں نے اختصار کو ترجیح دینے کی بات کی، اسی کے پیش نظر اکثر مقامات پر سند کو حذف کردونگا، اور اس وجہ سے بھی کہ زیر نظر موضوع اہل عبادت کا موضوع ہے، جو اسانید کی معرفت کو نہیں جھانکتے بلکہ تھوڑا بھی ہوتو اسے چند حضرات کے علاوہ عام طور پر ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا مقصد اذکار وادعیہ کی معرفت اور اس پر عمل کرنا ہے اور سالک کیلئے مقام عمل کی وضاحت کرنا ہے، نہ کہ رجال کے موضوع میں غور خوص کرنا۔

اسانید کے بدلے ہم اس میں انشاء اللہ وہ چیز ذکر کرینگے جو اس سے کہیں زیادہ اہم اور

ضروری ہے، یعنی حدیث کی صحت وحسن اور ضعف ونکارت کی نشاندھی، یہ ایسی باتیں ہیں جس کی معرفت کا ہر کوئی محتاج ہے، سوائے چند شاذ ونادر محدثین کے، یہ ان امور میں سب سے اہم ہے، جس پر توجہ دینا ضروری ہے، اور جسے طلباء، معتمد ائمہ، ماہرین اور پختہ حفاظ حدیث اپنے مطمح نظر سے اُسے پرکھ سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہم علم حدیث کے کچھ نفیس اقتباسات، فقہ کے دقائق اور اس کی باریکیاں، اہم قواعد، ریاضت نفس اور ان آداب کو اس میں انشاء اللہ شامل کریں گے جس کی معرفت سالک کیلئے ضروری ہے، ہم اس کے اندر جو بھی ذکر کریں گے اسے بالکل واضح انداز میں ذکر کریں گے تاکہ ہر عوام وخواص اور ذی فہم وذی ہوش کیلئے اس کا سمجھنا آسان رہے۔

۱) صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاینقص ذللک من اجورهم شیئا"

(مسلم حدیث نمبر : ۲۶۷۴)

جس نے کسی ہدایت کی دعوت دی تو اس کیلئے اتنا ہی اجر وثواب ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والے کے لئے اس کے اجر میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائیگی۔

چنانچہ ہم نے خیر کی راہ کو آسان بنا کر اور اس کی وضاحت، نشاندہی ورہنمائی کے ذریعہ اہل خیر کی مدد کرنے کا ارادہ کیا۔

اس کتاب کے شروع میں ہم چند اہم فصلوں کا ذکر کریں گے جس کی ضرورت ہر مطالعہ کرنے والوں اور اس کی تڑپ رکھنے والوں کو ہوگی، خواہ وہ اس کتاب کا مستقل قاری ہو یا کوئی اور۔

چونکہ صحابہ میں بعض ایسی شخصیات بھی ہیں جو غیر اہل علم اور عوام الناس میں مشہور نہیں ہیں لہٰذا ان کا ذکر کرتے وقت ان کے صحابہ ہونے کی صراحت کرتے ہوئے "رویناعن فلان الصحابی" کے ذریعہ ان کے صحابی ہونے کی طرف اشارہ کردینگے تاکہ ان کے صحابی ہونے میں

کسی کو شک باقی نہ رہے۔

اس کتاب کے اندر ہم عموماً انہی احادیث پر اکتفاء کریں گے جو اسلام کی مشہور پانچ بنیادی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، اسکے علاوہ دیگر مشہور کتب حدیث سے بھی قدرے نقل کریں گے ـــــــ ہاں مسانید واجزاء سے بالکل تھوڑا شاذ و نادر ہی کسی خاص مقام پر ضرورت کے مدنظر کرینگے اور ان پانچوں بنیادی کتابوں میں سے بھی ضعیف روایتوں کو حتی الامکان نقل کرنے سے احتراز کریں گے، البتہ کہیں کہیں اس کے ضعف کی وضاحت وصراحت کے ساتھ ذکر کرسکتے ہیں ورنہ عموماً اس کے اندر صحیح روایات ہی ذکر کرنے کا التزام رکھیں گے ـــــــ اسی وجہ سے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب قابل اعتماد اور اصل و بنیاد کا درجہ پائے گی ـــــ نیز کسی بھی باب میں ہم صرف ایسی ہی روایت ذکر کریں گے جس کی دلالت اس باب کے مسئلہ پر واضح وظاہر ہو۔

اللہ رب کریم سے توفیق وانابت، اعانت وہدایت، حفاظت وصیانت، نصرت ودستگیری اور اس کار خیر کو آسان کرنے کی درخواست کرتا ہوں، جس کی انجام دہی اس وقت میرا مقصود و مطلوب ہے، اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے تمام انعامات کو میرے ساتھ دوام بخشے اور اپنی بنائی ہوئی جنت میں جو کہ اعزاز اور ہر خوشی وانعام کا مقام ہے، احباب کے ساتھ یکجا کرے۔

اللہ ہی میرے لئے کافی و بہتر کارساز ہے، ساری طاقت وقوت اسی سے ہے جو قدرت و حکمت والا ہے جو وہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، ساری قدرت وطاقت اللہ ہی کے لئے ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا، اسی کا سہارا لیتا، اسی سے مدد مانگتا، اور اپنے امور ومعاملات اسی کے سپرد کرتا ہوں، اپنا دین، اپنی جان و مال، اپنے والدین برادران واحباب اور تمام محسنین وتمام مسلمانوں اور جس نے بھی مجھ پر یا ان حضرات پر دین ودنیا کی بھلائی یا احسان کیا سبھوں کو ان کی امانت میں دیتا اور ان کی حفاظت کے سپرد کرتا ہوں، پاک ہے وہ ذات کہ جب اس کی امانت میں کوئی چیز دی جائے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اور بڑا ہی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔

فصل-۱
اخلاص اور حسن نیت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء (البینۃ : ۵)

اوران کوحکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے، اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا ولکن ینالہ التقوی منکم

(الحج : ۳۷)

اللہ کو نہیں پہونچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہونچتا ہے تمہارے دل کا ادب۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم "ینالہ النیات" یعنی اللہ کو تمہاری نیتیں پہونچتی ہیں۔

۲) حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما الاعمال بالنیات، وانما لکل امرئ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ

،ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه " (متفق علیہ)

عمل کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، لہذا جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف ہجرت کیا تو اس کی ہجرت اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہے، اور جس کی ہجرت دنیا پانے کی یا دوشیزہ سے نکاح کرنے کے لئے ہے تو اس کی ہجرت اسی کیلئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کیا۔

(دیکھئے: بخاری، باب بدالوحی حدیث نمبر ۵۴، مسلم، حدیث نمبر ۱۹۰۷، ابوداؤد حدیث نمبر ۲۲۰۱ ترمذی حدیث نمبر ۱۶۴۷، نسائی حدیث نمبر ۷۵)

یہ حدیث صحیح ہے اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اس کی جلالت شان اور عظمت مکان پر ہمارا اجماع ہے، اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جس پر دین اسلام کا مدار ہے۔

مطالعہ کرنے والوں کی اور درس و تدریس میں انہماک رکھنے والوں کو حسن نیت کی تنبیہ کرنے، اس پر توجہ دینے اور اس کا اہتمام کرنے کے خاطر سلف صالحین اور ان کے بعد کے تابعین اپنی تصانیف کی ابتداء اس حدیث سے کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

امام ابوسعید عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کتاب تصنیف کرنا چاہے، اسے چاہئے کہ اس کی شروعات اس حدیث سے کرے۔

امام ابوسلیما خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ ہمارے متقدمین شیوخ الاعمال بالنیۃ، والی حدیث کو امور دین میں اس کی عام حاجت کے پیش نظر ہر اس دینی امور پر مقدم رکھنا پسند کرتے تھے، جس کی ابتداء و افتتاح کیا جارہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "انسان نیت کے بقدر محفوظ رکھا جاتا ہے"، دوسروں کا قول ہے کہ "لوگوں کو اسکی نیتوں کے بقدر عطاء کیا جاتا ہے"

جلیل القدر محدث حضرت ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

کہ ''لوگوں کی وجہ سے عمل کا ترک کرنا ریاکاری ہے، اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ ان دونوں سے اللہ حفاظت فرمائے۔''

امام حارث سبی فرماتے ہیں:

صادق (سچا) وہ ہے جو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو کہ لوگوں کے دلوں میں جو اس کی قدر ہے وہ نکل جائے، اور وہ پسند نہ کرے کہ اس کے حسن عمل کے ادنیٰ جزء پر بھی لوگ مطلع ہوں، اور اس بات کو ناپسند نہ کرے کہ لوگ اس کے برے عمل سے واقف ہو جائیں۔

حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

اخلاص یہ ہے کہ بندے کے اعمال ظاہر و باطن میں یکساں ہوں۔ امام وقت استاذ ابوالقاسم القشیری رحمہ اللہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: اخلاص نام ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کی بالقصد طاعت میں یکتا جاننے کا، اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی اطاعت سے محض اللہ کے تقرب کا طالب ہو نہ کہ کسی اور چیز کا، مثلاً مخلوق کیلئے تصنع کرنا، یا لوگوں میں تعریف کئے جانے کی خواہش، یا مخلوق کی طرف سے مدح سرائی کا داعیہ، یا اس طرح کے دیگر تقرب الی اللہ کے مغایر مفہوم ومطالب''

جلیل القدر عالم و بزرگ ابو محمد سہل بن عبداللہ التستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصحاب فہم وفراست نے سورۂ اخلاص کی تفسیر میں غور و فکر کیا مگر اس کے سوا انہوں نے اور کچھ نہیں پایا کہ بندے کا حرکت وسکون، ظاہر و باطن اور ہر شئی صرف اللہ کیلئے ہو جس میں نفس، خواہشات، اور دنیاداری کا شائبہ اور اس کی ملاوٹ نہ ہو''

علامہ ابوعلی الدقاق علیہ الرحمۃ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

مخلوق کا دکھاوے سے پرہیز کا نام اخلاص اور نفس کی پیروی سے صفائی کا نام صدق (سچائی) ہے، لہٰذا مخلص کیلئے دکھاوا نام کی کوئی چیز نہیں اور صادق کے لئے خود پسندی نہیں۔

ذوالنون مصری علیہ الرحمہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''تین چیزیں اخلاص کی علامت ہیں، عام لوگوں کے مدح وذم (اچھائی یا برائی) یا تعریف و

مذمت کا برابر ہونا، اعمال میں ریاکاری کو فراموش کر دینا، اور عمل کے ثواب کا آخرت میں طالب ہونا''

امام قشیری علیہ الرحمہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں، صدق کا کمتر درجہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ہے۔

ابو محمد سہل التستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''اس بندے کو صدق کی بو نہیں لگی جس نے نفس وغیرہ کی خواہش کا احترام کیا''

اس سلسلہ میں بیشمار اقوال ہیں، میں نے اس جگہ جو ذکر کر دیا، اہل توفیق کیلئے وہی کافی ہے۔

فصل ۔ ۲

فضائل اعمال کا علم حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل کرنا:

یادرکھیں کہ جسے فضائل اعمال کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے اسے چاہئے کہ اس پر عمل کرے خواہ ایک ہی بار کیوں نہ ہو، تاکہ وہ اس پر عمل کرنے والا شمار کر لیا جائے، اس کیلئے مناسب نہیں کہ اسے مطلق نظر انداز کر دے بلکہ جس قدر میسر ہو، اسے بجالائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ایک ایسی حدیث منقول ہے جس کی صحت پر تمام محدثین متفق و متحد ہیں،

۳۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذاامر تکم بشئی فاتوا منه ما استطعتم''

جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے حتی المقدور بجالاؤ۔

(دیکھیں: صحیح بخاری، حدیث نمبر ۷۲۸۸ عن ابی ہریرۃ)

فصل ۔ ۴

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا حکم:

فقہاء و محدثین اور دیگر اہل علم کی رائے ہے کہ ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہو تو فضائل اور ترغیب و ترہیب میں اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے، البتہ احکام مثلاً حلال و حرام بیع وشرا، نکاح وطلاق وغیرہ میں صرف حدیث صحیح یا حدیث حسن ہی پر عمل کیا جا سکتا ہے، الا اینکہ اس

میں کسی طرح کا احتیاط ملحوظ ہو، مثلاً کوئی ضعیف حدیث کسی بیع یا نکاح کی کراہت کے بارے میں وارد ہوئی ہو تو مستحب ہے کہ انسان اس سے پرہیز کرے مگر ایسا کرنا واجب نہیں۔

اس فصل کا ذکر میں نے محض اس وجہ سے کر دیا کہ زیر نظر کتاب میں احادیث پیش کی جائینگی اور میں اس کی صحت وحسن وضعف ونکارت کی وضاحت ونشاندہی کرنے کا التزام رکھونگا، الا اینکہ ذہول یا نسیان کیوجہ سے اس کی طرف اشارہ کیئے بغیر میں آگے بڑھ جاؤں اور اس گوشہ پر خاموشی اختیار کیے رہوں، انہی وجوہات کے پیش نظر میری خواہش ہوئی کہ کتاب کے شروع ہی میں ان قواعد کو ذہن نشین کر لیا جائے تا کہ مطالعہ کے وقت ذہن یکسور ہے۔

فصل-۴

حلقہ ذکر میں بیٹھنے کی فضیلت:

یاد رکھیں کہ جس طرح ذکر کرنا مستحب ہے اسی طرح ذکر کی مجلسوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے، اس کی دلیل واضح وبیشمار ہیں، انشاء اللہ وہ اپنی جگہ آئیں گی، اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث کافی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۴- اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا ، قالو وما ریاض الجنة یارسول الله ؟ قال :حلق الذکر فان لله تعالیٰ سیارات من الملائکة یطلبون حلق الذکر فاذا اتوا علیهم حفّوبهم"

جب تم ریاض الجنہ (جنت کی کیاری) سے گذروتو چگ لیا کرو، لوگوں نے دریافت کیا، یہ ریاض الجنہ کیا ہے، اے اللہ کے رسول، آپ نے ارشاد فرمایا، یہ حلقۂ ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے گردش کرنے والے فرشتے ہیں، جو حلقۂ ذکر کو تلاش کرتے ہیں، اور جب وہاں پہونچتے ہیں تو انہیں ڈھک لیتے ہیں۔

(دیکھئے ترمذی حدیث نمبر ۳۵۱۰، مسند احمد ۳/۱۵۰، البزار ۲۳/۱، الحاکم ۱/۴۹۴)

۵- صحیح مسلم میں حضرت معاویہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على حلقة من اصحابه ،فقال : ماأجلسكم ؟ قالو جلسنا نذكر الله تعالىٰ ونحمده على ماهدانا للإسلام ومنّ به علينا ،قال : آ الله ما اجلسكم الا ذاک ؟ اما إني لم استحلفكم تهمة لكم ولكنه اتاني جبريل فاخبرني ان الله تعالى يباهي بكم الملائكة"

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس نکل کر آئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے بیٹھا رکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، ہم لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، اور اللہ نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا، اس پر ہم اللہ کی تعریف اور حمد وثنا بیان کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ کی قسم تمہیں صرف اسی چیز نے بیٹھا رکھا ہے؟ تمہیں متہم کرنے کی غرض سے میں نے قسم نہیں لیا بلکہ جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر تم سے فخر فرماتے ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم حدیث ۲۷۰۱)

۶- اور صحیح مسلم ہی کے اندر حضرت ابوسعید خدریؓ وابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يقعد قوم يذكرون الله تعالى الاحفتهم الملائكة و غشيتهم الرحمة و نزلت عليهم السكينة و ذكرهم الله تعالى فيمن عنده"

"کوئی قوم اللہ کا ذکر کرتے ہوئے نہیں بیٹھتی مگر یہ کہ فرشتے انہیں ڈھانک لیتے، رحمت انہیں اپنے آغوش میں لے لیتی اور ان پر سکون

نازل ہوتا ہے اور اللہ اس کا ذکر اپنے پاس والوں (فرشتوں) میں کرتے ہیں" (دیکھئے: صحیح مسلم حدیث ۲۷۰۰)

فصل-۵

ذکر کی کیفیت

ذکر قلب سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی، افضل وہ ہے جو قلب و زبان دونوں سے ہو اور اگر ان دونوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا چاہے تو قلب پر اکتفاء کرنا افضل ہے ——اور قلب کے ساتھ زبان کے ذریعہ ذکر کو ترک کرنا اس خطرہ سے کہ لوگ ریا کاری کا گمان کرینگے مناسب نہیں، بلکہ قلب و زبان دونوں سے ذکر کرے اور صرف ذات باری تعالیٰ کا ارادہ و قصد کرے، فضیل بن عیاضؒ کا قول ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ "لوگوں کی خاطر عمل کا ترک کرنا بذات خود ریا کاری ہے"۔

اگر انسان اپنے اوپر لوگوں کے دیکھنے اور ان کے باطل گمانوں کے پیدا ہونے سے احتراز کا دروازہ کھولدے تو نیکی کے بہت سے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے اور وہ دین کے بہت سے اہم امور کا بڑا حصہ ضائع کردیگا اور یہ عارفین کا طریقہ نہیں ہے۔

۷- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت:

"لا تجهر بصلاتک و لا تخافت بها" (الاسراء ۱۱۰)

"اور اپنی نماز پکار کر مت پڑھ اور نہ چپکے پڑھ" دعاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فصل-۶

عبادت بھی ذکر ہے

یاد رکھیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح و تہلیل، تحمید و تکبیر وغیرہ ہی میں منحصر نہیں، بلکہ اللہ کے لئے ہر عمل کرنے والا اس کا ذکر کرنے والا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر و دیگر علماء سے اسی طرح منقول ہے، حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں:

''مجالس ذکر حلال وحرام کی مجلسیں ہیں کہ کس طرح خرید وفروخت کیا جائے اور کس طرح نماز روزہ، نکاح وطلاق اور حج وغیرہ دیگر فرائض وواجبات ادا کیے جائیں۔

فصل-۷

ذکر کے فضائل:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''ان المسلمين والمسلمات ،الى قوله تعالى: والذاكرين الله كثيرا والذاكرات اعد الله لهم مغفرة واجرا عظيما''

''تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں- اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت زیادہ اور یاد کرنے والی عورتیں رکھی ہیں اللہ نے ان کے واسطے معافی اور بڑا ثواب''

۸- صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سبق المفرّدون ،قالوا :وما المفردون يا رسول الله ﷺ قال: الذاكرون الله كثيرا والذاكرات''

''مفردین سبقت لے گئے ،صحابہ نے عرض کیا یہ مفردین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا خوب خوب ذکر کرنے والے مرد وعورت''

(دیکھیے: صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۶۷۶)

یاد رکھیں کہ مذکورہ آیت کریمہ کی معرفت کا اہتمام اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ہر قاری کتاب کو کرنی چاہیے۔

اس آیت کی تفسیر اور مقدارِ ذکر میں علماء کا کافی اختلاف ہے ،امام ابوالحسن الواحدی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اس کی مراد نمازوں کے بعد صبح وشام ،سوتے جاگتے ،گھر سے نکلتے اور مختلف احوال میں اللہ کا ذکر کرنا ہے اور ایسا کرنے والا ذاکر ہے۔

اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ انسان ذاکرین میں تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ وہ حالت قیام وقعود، لیٹنے اور چلنے جیسی تمام حالتوں میں اللہ کا ذکر کرے۔

عطاء فرماتے ہیں کہ جس نے پانچوں وقت کی نماز کما حقہ ادا کی وہ اللہ تعالی کے قول: "الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات" میں داخل ہے، اسے الواحدی نے نقل کیا ہے۔

۹-حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إذا ایقظ الرجل اھلہ من اللیل فصلیا او صلی رکعتین جمیعا کتبا فی الذاکرین اللہ کثیرا"

"جب کوئی اپنے اہل خانہ کو رات میں بیدار کرے پھر دونوں نماز پڑھیں تو انہیں بکثرت اللہ کو یاد کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے"

یہ مشہور حدیث ہے جسے ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

(دیکھئے: ابوداؤد ۱۳۰۹، تحفہ ۳۹۶۵، بحوالہ سنن کبری للنسائی، ابن ماجہ ۱۳۳۵)

امام ابوعمرو بن صلاحؒ سے اس مقدار کے بارے میں دریافت کیا گیا جس سے مؤمن کا شمار "الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات" میں ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: جب انسان ان ماثور اذکار کی پابندی کرے جو صبح وشام اور شب وروز کے مختلف احوال واوقات میں کہنے کے لئے ثابت ہیں (اور جو "عمل الیوم واللیلہ" میں مذکور ہیں) تو وہ الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات میں شامل وداخل ہے۔ واللہ اعلم

فصل-۸

ناپاکی کی حالت میں ذکر کا حکم

حدث وجنابت یا حیض ونفاس میں مبتلا مرد وعورت کے لئے قلب وزبان سے ذکر کے جواز پر علماء کا اجماع ہے اور یہی حکم تسبیح وتہلیل، تحمید وتکبیر اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے یا دعاء وغیرہ کرنے کا ہے، مگر قرآن کی تلاوت حالت حیض ونفاس یا حالت جنابت میں تھوڑا ہو یا زیادہ،

آیت کا کچھ حصہ ہی کیوں نہ ہو، حرام ہے البتہ تلفظ کے بغیر قلب پر قرآن کا اجراء یا قرآن پر نظر ڈالنا اور اسے دل میں اتارنا جائز ہے۔

ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں: جنبی یا حائضہ کے لئے مصیبت کے وقت "انّا لله و انّا اليه راجعون" کہنا اور سواری پر سوار ہوتے وقت "سبحان الذی سخّرلنا هذا و ما كنا له مقرنين" کہنا اور دعاء کرتے ہوئے "ربّنا آتنا في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة وقنا عذاب النّار" کہنا اگر اس سے قرآن کی تلاوت مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔ اور جنبی و حائضہ کے لئے "بسم الله و الحمد لله" کہنا بھی جائز و درست ہے بشرطیکہ تلاوت قرآن مقصود نہ، ذکر خواہ قصداً ہو یا بلا قصد، گنہگار اسی وقت ہوگا جب کہ مقصود تلاوت قرآن ہو نہ کہ ذکر و دعاء۔

ایسی قرآنی آیات جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے، اس کی قراءت جائز ہے، مثلاً "الشيخ و الشيخة اذا زنيا فارجموهما"۔

اگر کسی انسان سے کہا جائے: "خذالكتاب بقوة" (کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو) یا کہا جائے: "ادخلوها بسلام آمنين" (امن وسلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ) یا اسی جیسے کلمات اگر قراءتِ قرآن مقصود نہ ہو تو حرام نہیں ہوگا۔

اگر پانی میسر نہ ہو تو یہ دونوں جنابت و حیض سے پاکی حاصل کرنے کے لئے تیمّم کریں، اس تیمّم کے بعد قراءت قرآن ان کے لئے جائز ہو جائے گا اس کے بعد اگر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس پر قرآن کی تلاوت حرام نہیں ہوگی جس طرح کہ غسل کے بعد حدث لاحق ہونے سے تلاوت حرام نہیں ہوتی، الغرض اس کا تیمّم غسل کے قائم مقام ہوگا اور ہر وہ چیز جو غسل کے بعد حلال و مباح ہو جاتی ہے اس تیمّم سے حلال ہو جائے گی۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے تیمّم سفر میں کیا رہا ہے یا حضر میں، تیمّم کر لینے کے بعد اس کیلئے قراءت درست و جائز ہے اگر چہ اس کے بعد حدث لاحق ہو جائے۔

ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ "اگر یہ تیمّم حضر و اقامت میں ہے تو اس سے صرف نماز اور نماز کے اندر قرآن کی تلاوت کر سکتے ہیں، نماز سے باہر اس کی تلاوت جائز نہیں۔

لیکن صحیح قول کے مطابق ہر حال میں اس کا جواز ہے، خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز سے باہر کیونکہ ماسبق کی تصریح کے مطابق تیمّم غسل کے قائم مقام ہے۔

اگر جنبی نے تیمّم کیا پھر پانی مل گیا، تو اس وقت پانی کا استعمال اس پر لازم ہوگا، قراءت اور وہ تمام چیزیں جو جنبی پر حرام ہیں اسوقت تک حرام رہیں گی، جب تک کہ وہ غسل نہ کرلے، اور اگر تیمّم کر کے نماز پڑھا اور قراءت کیا پھر کسی حدث کی وجہ سے یا کسی فریضہ کی ادائیگی کیلئے تو حرام نہ ہوگی، یہی صحیح و پسندیدہ مذہب ہے، اس میں ہمارے علماء شوافع کا ایک قول حرام ہونے کا بھی ہے، مگر وہ قول ضعیف ہے۔

اگر جنبی کو نہ پانی مل سکے نہ مٹی تو وہ احترام وقت کی خاطر حسبِ حال نماز پڑھ لے، مگر نماز سے باہر اس کے لئے قرآن کی تلاوت حرام رہے گی اور نماز میں بھی سورہ فاتحہ سے زیادہ کی تلاوت اس پر حرام ہوگی۔

البتہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت حرام ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ حرام نہیں، بلکہ واجب ہے، کیونکہ (مسلک شافعی میں) اس کے بغیر نماز درست نہیں، اور جس طرح ضرورت کیوجہ سے نماز جائز ہے، اسی طرح ضرورت کیوجہ سے اس کی قراءت بھی جائز ہوگی۔

یہ چند فروعی مسائل ہیں، ذکر سے متعلق ہونے کی وجہ سے میں نے مناسب سمجھا کہ اس کا اختصار کیساتھ تذکرہ کردوں، ورنہ تو اس کی بحث طویل اور دلائل بیشمار ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں، واللہ اعلم۔

فصل۔۹

ذکر کے آداب

ذکر کرنے والوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ مکمل اوصاف حمیدہ کا حامل ہو، لہذا اگر وہ کسی جگہ بیٹھا ہے تو اسے چاہئے کہ قبلہ کا استقبال کرے اور غایت درجہ خشوع وخضوع، عاجزی، وانکساری، اطمینان ووقار کے ساتھ سر جھکا کر بیٹھے، اور اگر اس حالت کے برعکس ذکر کرتا ہے تو بلا کراہت

درست ہے، البتہ اگر کسی عذر کے بغیر ہے تو ایک افضل کو ترک کرنے والا ہوگا، عدم کراہت کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ اشارہ ہے:

ان فی خلق السمٰوٰت و الارض واختلف اللیل و النھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم، ویتفکرون فی خلق السموت والارض " (ال عمران ۱۹۰-۱۹۱)

"بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا، اس میں نشانیاں ہیں، عقل والوں کو وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔

(۱) صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتکئی فی حجری وانا حائض فیقرأ القرآن۔

(دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر ۲۹۷، مسلم: ۳۰۱)

کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں ٹیک لگائے ہوتے جبکہ میں حیض سے ہوتی، پھر آپ ﷺ قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی مروی ہے۔

انی لأقرأ حزبی وانا مضطجعة علی السریر

میں اپنا وظیفہ پڑھتی حالانکہ میں چارپائی پر لیٹی ہوتی تھی۔

فصل-۱۰

مقام ذکر

مناسب ہے کہ ذکر کی جگہ پاک وصاف اور وساوس پیدا کرنے والی چیزوں سے خالی ہو، کیونکہ ذکر اور جس کا ذکر کیا جارہا ہے، اس کے احترام وآداب کیلئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے، اسی وجہ سے مساجد اور اچھے مقامات پر بیٹھ کر ذکر کرنے کی تحسین کی گئی ہے۔

امام ابومیسرہ رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کا ذکر پاک وصاف جگہوں پر ہی کیا جانا چاہیئے''

یہ بھی مناسب ہے کہ منہ پاک وصاف ہو، اگر اس میں تغیر پیدا ہوگیا ہوتو مسواک کے ذریعہ اس کا ازالہ کر کے صاف کرلے اور اگر اس میں نجاست ہوتو پانی سے دھوکر اسے پاک کرلے اور اگر دھوئے بغیر ذکر کرتا ہے تو مکروہ ہوگا۔حرام نہیں ہوگا۔منہ کی ناپاکی کی حالت میں قرآن کی تلاوت مکروہ ہے، اس کے حرام ہونے میں علماء کا دوقول ہے اور صحیح قول حرام نہ ہونے کا ہے۔

فصل-۱۱

بعض حالتوں میں ذکر کی کراہت:

یادرکھیں کہ ذکر تمام حالتوں میں محبوب وپسندیدہ عمل ہے سوائے ان حالتوں کے جس کے استثناء کے بارے میں شریعت وارد ہوئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھے ہونے کی حالت میں، جماع کی حالت میں، خطبہ کے وقت اس کو سننے والے کے حق میں نماز کے لئے قیام کی حالت میں، یہ مکروہ ہے، نماز کے لئے اٹھنے کے وقت قراءت میں مشغول رہنا یا اونگھ آتے وقت اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے۔راستہ چلتے ہوئے یا غسل خانہ کے اندر ذکر الٰہی مکروہ نہیں ہے مکروہ بیت الخلاء میں ہے، واللہ اعلم۔

فصل-۱۲

ذکر کے وقت حضور قلب:

ذکر حضور قلب سے ہو، مناسب ہے کہ ذکر کرنیوالے کا یہی مقصود رہے اور اس کو حاصل کرنے کی خواہش رکھے اور جس کا ذکر کررہا ہے، اس پر غور وفکر کرے، اور اس کے مفہوم کو سمجھے، ذکر کے اندر تدبر اور غور وفکر اسی طرح ضروری ہے جس طرح قراءت میں، کیونکہ معنیٰ مقصود میں یہ دونوں مشترک ہے، اسی لئے ''لا الہ الا اللہ'' کو مد کے ساتھ کھینچ کر ادا کرنا صحیح ومختار مذہب

میں ذاکر کے لئے مستحب ہے، کیونکہ اس سے تدبر حاصل ہوتا ہے، اس کے بارے میں سلف صالحین وائمہ خلف کے اقوال مشہور و معروف ہیں، واللہ اعلم

فصل:۱۳

ذکر کی قضاء:

اگر کسی شخص نے رات کے کسی حصہ میں یا نماز کے بعد یا کسی بھی وقت ذکر کا کوئی وظیفہ مقرر کر رکھا ہے، اور وہ چھوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ اس کی پابجائی جب بھی موقع ملے کر لے، اور ڈھیل دے کر اسے مت چھوڑ دے، کیونکہ اگر وہ اس کی پابندی کا عادی ہو جائیگا تو اسے فوت نہیں ہونے دیگا اور اگر اس کی ادائیگی میں سستی کریگا تو اس کے لئے اوقات کا فوت ہونا آسان ہو جائیگا۔

۱۱- صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من نام عن حزبه او عن شيئً منه فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كانما قرأه من الليل"

(دیکھئے: صحیح مسلم :۷۴۷)

''جو شخص اپنے مقررہ وظیفہ یا اس کے کچھ حصہ سے غافل ہو کر سو جائے پھر نماز فجر وظہر کے درمیان اسے پڑھ لے تو اس کیلئے لکھدیا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی میں اسے پڑھا ہے۔''

فصل-۱۴

وہ عوارض جو ذکر کرنے والوں کو پیش آتے ہیں:

یہ فصل ان حالات کے بارے میں ہیں جو ذاکر کو پیش آتے ہیں، اگر ذکر کرنیوالوں کو یہ حالات پیش آجائیں تو مستحب ہے کہ وہ ذکر کو اس کی وجہ سے موقوف کر دے اور اسکے ختم ہونے

کے بعد پھر ذکر کی طرف لوٹ آئے مثلاً اگر اسے کوئی سلام کرے تو وہ سلام کا جواب دے پھر ذکر میں مشغول ہوجائے، یا اس کے پاس اگر کوئی چھینکے تو وہ اس کے چھینک کا جواب دے پھر ذکر میں مشغول ہوجائے، یا خطیب کو جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے سنے، یا مؤذن کو اذان یا اقامت کہتے ہوئے سنے تو اس کا جواب دے پھر ذکر کی طرف رجوع کرے، اسی طرح اگر کوئی منکر دیکھے تو اسے دور کرے، یا کوئی معروف نظر آئے تو اس کی رہنمائی کرے، یا کسی دریافت کرنیوالے کو پائے تو اس کا جواب دے پھر ذکر کی طرف رجوع کرے، اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہو یا اس جیسا کوئی اور عارضہ ہو تو ذکر کو موقوف کردے۔

فصل-۱۵

ذکر کو الفاظ سے ادا کرنے کا حکم:

نماز یا غیر نماز کا مشروع ذکر خواہ واجب ہو یا مستحب اس کا شمار تب تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا تلفظ، اس طرح نہ کرے کہ کم از کم خود سن سکے، بشرطیکہ اس کی سماعت درست ہو اور اس میں کوئی خلل نہ ہو۔

فصل-۱۶

ذکر سے متعلق کتابیں:

یاد رکھیں کہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے شب و روز کے اعمال و اوراد سے متعلق اچھی اچھی کتابیں تحریر کی ہیں، جس میں انہوں نے متصل اسانید اور کثرت طرق سے مرویات کو جمع کیا ہے، ان میں سب سے بہتر امام ابو عبدالرحمٰن النسائی کی "عمل الیوم واللیلہ" اور اس سے بھی نفیس و بہتر اور سود مند امام ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلہ" ہے، ابن سنی کی کتاب عمل الیوم واللیلہ کی سماعت ہمیں اس سند سے حاصل ہوئی ہے، قد سمعت انا جميع كتاب ابن السنى على شيخنا الامام الحافظ ابى البقاء، خالد بن يوسف بن سعد بن الحسنى رضى الله عنه، قال: اخبرنا الامام العلامة ابو اليمن زيد بن

الحسن بن زید بن الحسن الکندی سنة اثنتین و ستمائة، قال : اخبرنا الشیخ الامام ابوالحسن سعد الخیر محمد ابن سهل الانصاری، قال : اخبرنا الشیخ الامام ابومحمد عبدالرحمن بن سعد بن احمد بن الحسن الدونی ،قال : اخبرنا القاضی ابو نصر احمد بن الحسین بن محمد بن الکساری الدینوری ، قال : اخبرنا الشیخ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق السنی رضی الله عنه .

اس جگہ میں نے یہ سند اس لئے ذکر کردیا کہ ابن سنی کی اس کتاب میں سے میں انشاءاللہ بہت سے اقتباسات نقل کرونگا، اس لئے اس کتاب کی سند کو پہلے بیان کردینا بہتر سمجھا کیونکہ ائمہ حدیث وغیرہم کے نزدیک سند کا اظہار بہتر و مستحسن عمل ہے اس کتاب کی سند کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتاب اس فن میں سب سے جامع و مکمل ہے، ورنہ تو میں جو بھی اس مجموعہ میں ذکر کرونگا اس کی روایت ہمیں بحمداللہ شاذ و نادر کے علاوہ سب کی سب سند صحیح ، وسماع متصل سے ہی حاصل ہوئی ہے جسے میں ان کتابوں سے نقل کرونگا جو اسلام کی بنیادی کتابیں ہیں، جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم سنن ابی داؤد سنن ترمذی، وسنن نسائی بعض وہ بھی ہیں جو دیگر مسانید وسنن جیسی کتابوں سے میں نقل کرونگا جیسے مؤطا امام مالک، مسند احمد بن حنبل، مسند ابی عوانہ، سنن ابن ماجہ والدار قطنی والبیہقی ،وغیرہ دیگر کتب حدیث۔

اور کچھ اجزاء سے بھی نقل کرسکتا ہوں جسے آپ انشاءاللہ آگے دیکھیں گے ،ان تمام مرویات کو ہم نے بسند متصل وصحیح ان کے مؤلفین سے روایت کی ہے، واللہ اعلم۔

فصل-۱۷

اصل مراجع مشہور کتب ستہ ہی ہیں:

یادرکھیں کہ ہم اس کتاب میں جو بھی حدیث ذکر کریں گے اسے ان مشہور وغیر مشہور کتب حدیث سے نقل کریں گے، جس کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں، پھر جو حدیث صحیحین کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہوگی اس میں صرف اس کے انتساب پر اکتفاء کریں گے، کیونکہ مقصود یعنی اس کی

صحت کا علم اسی سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ان دونوں کے اندر مذکور تمام احادیث صحیح ہیں۔

البتہ وہ احادیث جو ان دونوں کتابوں کے علاوہ کی ہیں تو ہم اس کی نسبت ان کتب سنن اور اس کے مشابہ دیگر کتب کی طرف عموماً، اس کی صحت، حسن اور ضعف، اگر اس میں ضعف پایا جاتا ہو تو، کی وضاحت کے ساتھ کریں گے، اور بسا اوقات اس کی صحت و حسن و ضعف کے بیان میں ہم سے بھول بھی ہو سکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جن کتب حدیث سے ہم نقل کریں گے اس کا بڑا حصہ سنن ابو داؤد سے ہوگا، اور امام ابوداؤد کا قول ہے :

''میں نے اپنی کتاب میں صحیح حدیث، اس کے مشابہ اور اس سے قریب ترین حدیث کو ہی جگہ دی ہے اور جس کے اندر شدید قسم کا ضعف ہے میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے، اور جس کے بارے میں میں نے سکوت اختیار کیا اور کچھ وضاحت نہیں کی تو وہ درست و صحیح ہے، اور صحت کے اعتبار سے بعض حدیث بعض سے زیادہ صحیح ہیں، یہ امام ابوداؤد کا قول ہے۔

اس کتاب کے فوائد غیر معمولی وعمدہ ہیں، جس کی ضرورت اسے یا اس کے علاوہ دیگر کتابوں کے پڑھنے والوں کو پڑتی ہے، یعنی امام ابوداؤد نے اپنی سنن کے اندر جس حدیث کی راویت کی ہے، اور اس کے ضعف کا ذکر نہیں فرمایا ہے وہ روایت گویا ان کے نزدیک یا تو صحیح ہے یا حسن، اور ان ہی دونوں کو احکام کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اور جب احکام میں اس کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے تو فضائل میں بدرجہ اولی۔

اس بات کے ثبوت کے بعد آپ جب ابوداؤد کی روایت کردہ کوئی حدیث دیکھیں، اور اس میں اس کی تضعیف نہیں کی گئی ہو تو جان لیں کہ امام ابوداؤد نے گویا اسے ضعیف قرار نہیں دیا ہے، اس لئے وہ یا تو صحیح ہوگی یا حسن۔ واللہ اعلم

میں نے مناسب سمجھا کہ کتاب کے شروع میں مطلق ذکر کی فضیلت کے بارے میں ایک باب لکھدوں، جس کے اندر مختلف گوشوں کا اختصار کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہو، اور بعد میں ذکر کی

جانیوالی باتوں کے لئے عہد ہو، پھر کتاب کے مقاصد کا ذکر اس کے خاص ابواب میں کریں گے اور اختتام انشاء اللہ استغفار کے باب پر بطور "فال نیک" ہوگا کہ اللہ ہمارا خاتمہ بھی اسی پر کرے۔

اللہ ہی توفیق دینے والا اور قابل بھروسہ ہے، اسی پر توکل واعتماد ہے اور سب کچھ اسی کے سپرد اور اسی کے سہارے ہے۔

مختصر باب
وقت کی تحدید کے بغیر فضائل ذکر کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

" ولذکر اللہ اکبر " (العنکبوت : ۴۵) اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" فاذکرونی اذکرکم " (البقرہ ۱۵۲) سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو۔

ارشاد ربانی ہے:

" فلو لا انه کان من المسبحین، للبث فی بطنه الی یوم یبعثون " (الصفت ۱۴۳)

پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو رہتا اسی کی پیٹ میں جس دن تک کہ مردے زندہ ہونگے۔

فرمان الٰہی ہے:

یسبحون اللیل والنهار لایفترون "(الانبیاء : ۲۰) وہ یاد کرتے رہتے ہیں رات و دن نہیں تھکتے۔

۱۲- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جن کا تمیں مختلف اقوال میں سب سے صحیح قول کے مطابق عبدالرحمٰن بن صخر نام ہے اور سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے صحابی ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان ، حبیبتان الی

الرحمن ''[سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم]

دوکلمہ ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے، ترازو میں وزنی رحمٰن یعنی اللہ جل شانہٗ کو بہت محبوب ہیں ،وہ ہیں: ''سبحانہ اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اوراس کی ہی تعریف، پاکی بیان کرتا ہوں بزرگ وبرتر اللہ کی۔

یہ حدیث بخاری کی آخری حدیث ہے، (دیکھئے: بخاری ۷۵۶۳، مسلم، ۷۳۱)

۱۳- صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشادفرمایا:

الااخبرک باحب الكلام الى الله تعالىٰ؟ ان احب الكلام الى الله ''سبحان الله وبحمده''

کلام کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام ''سبحانہ اللہ وبحمدہٖ'' ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کلام افضل ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" ما صطفى الله لملائكته ولعباده [سبحان الله وبحمده]

جس کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں یا اپنے بندوں کیلئے کیا ہے، یعنی ''سبحانہ اللہ وبحمدہٖ'' (دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۷۳۱)

۱۴- صحیح مسلم میں حضرت سمرہ بن جندب کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''احب الكلام الى الله تعالىٰ اربع [سبحان الله ، والحمد لله ، ولا اله ، الا الله ، والله اكبر] لايضرك بايهن بدات "

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام چار ہیں: (۱) سبحان اللہ (۲) الحمدللہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر'' اس میں سے جس سے چاہیں شروع کریں، اس میں کوئی نقصان نہیں۔

(دیکھئے: صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۷۳۷)

۱۵- صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الطهور شطر الایمان، والحمد لله تملأ المیزان سبحان الله والحمدلله تملآن اوتملأمابین السموٰت والارض.

(دیکھئے: مسلم۲۲۳)

پاکی ایمان کا جزو ہے، اور الحمدللہ میزان عمل کولبریز کردیتا ہے اورسبحان اللہ والحمدللہ یہ دونوں بھردیتے ہیں یا یہ کہا کہ آسمان وزمین کے درمیان کوبھردیتے ہیں''۔

۱۶- اوراسی میں ام المؤمنین حضرت جویریہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے صبح سویرے فجر کے بعد نکلے اوروہ اپنی نماز کی جگہ پر تھیں، پھر چاشت کے وقت واپس آئےتو وہ اسی جگہ بیٹھی تھیں، (یہ دیکھ کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مازلت الیوم علی الحالة التی فارقتک علیها ؟ '' کیاتم اب تک اسی حالت پر ہو جس پر میں تمھیں چھوڑ کر گیا تھا؟ ام المؤمین جویریہ نے جواب دیاہاں،تو آپ ﷺ نے فرمایا:

میں نے تمہارے (پاس سے جانے کے) بعد چار کلمات تین تین بار کہے ہیں،تم نے آج شروع دن سے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو اس کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ چار کلمات اس پر بھاری پڑجائیں (اوروہ چار کلمات ہیں) ''سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضانفسه وزنة عرشه ومداد کلماته '' اللہ کی پاکی بیان کرتاہوں، اوراسی کی تعریف کے ساتھ اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اس کی اپنی رضا کے مطابق اوراس کے عرش کے وزن کے بقدر اوراس کے کلمات کی سیاہی کے بقدر۔

دوسری روایت میں یہ کلمات اس طرح آئے ہیں:

سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله

زنة عرشه سبحان الله مداد کلماته . (صحیح مسلم حدیث نمبر:۲۷۲۶)

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مرضی کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہون اس کے عرش کے وزن کے برابر اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے کلمات کی سیاہی کے بقدر۔

۱۷- ترمذی کی روایت میں یہ حدیث ان الفاظ میں ہیں:

الا اعلمک کلمات تقولیها " کہ تمہیں وہ کلمات میں نہ بتاؤں جسے تم کہا کرو (وہ ہیں)

سبحان الله عدد خلقه ، سبحان الله عدد خلقه ، سبحان الله عدد خلقه : سبحان الله رضانفسه ، سبحان الله رضانفسه ، سبحان الله رضا نفسه، سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله زنة عرشه ،سبحان الله زنة عرشه ، سبحان الله مداد کلماته ، سبحان الله مداد کلماته ، سبحان الله مداد کلماته . (دیکھئے:ترمذی حدیث نمبر:۳۵۵۵)

سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لان اقول سبحان الله والحمدلله و لا اله الا الله و الله اکبر،احب الی مما طلعت علیه الشمس (دیکھئے:سنن ترمذی ۲۶۹۵،وقال:ہٰذاحدیث صحیح)

سبحان الله والحمد لله و لا اله الاالله والله اکبر" کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج جلوہ فگن ہوتا ہے۔

۱۹- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال لا اله الا الله وحده لاشریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیئٍ قدیر عشر مرات، کان ممن اعتق اربعة انفس من ولد اسماعیل"

(دیکھئے: صحیح بخاری:۶۴۰۴، مسلم ۲۶۹۳)

جس نے دس بار "لا الہ الا اللہ وحدہ" قدیر تک کہا گویا اس نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے چار کو آزاد کیا۔

۲۰- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال لا اله الا الله وحده لا شریک له ، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیئٍ قدیر، فی یوم مائة مرة ، کانت له عدل عشر رقاب و کتب له مائة حسنة ومحیت عنه مائة سیئة ، کانت له حرزا من الشیطان یومه ذلک حتی یمسی ولم یأت احد بافضل مماجاء به الا رجل عمل اکثر منه . (دیکھئے: صحیح بخاری ۶۴۰۳، مسلم ۲۶۹۱)

جس شخص نے ایک دن میں سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ الخ قدیر تک، کہا اسے دس غلام آزاد کرانے کے برابر ثواب ملے گا ، اور اس کیلئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے، اور یہ شیطان سے اس پورے دن شام تک اس کا محافظ بنا رہے گا اور جو ذکر اس نے کیا ہے اس سے افضل ذکر کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، سوائے اس شخص کے جس نے یہی عمل اس سے زیادہ کیا۔

من قال : "سبحان الله وبحمده" فی الیوم مائة مرة ، حطت خطایاه وان کانت مثل زبد البحر"

جس نے دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے گناہ اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر

ہوں مٹا دیئے جائیں گے۔

۲۱- ترمذی وابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

افضل الذکر لا الہ الا اللہ " سب سے افضل ذکر **لا الہ الا اللہ** ہے۔

(دیکھئے ترمذی ۳۳۸۳، ابن ماجہ ۳۸۰۰، وقال الترمذی: ہذا حدیث حسن)

۲۲- صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت "

اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا اور جو نہ کرتا مردہ اور زندہ کی طرح ہے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری: ۶۴۰۷)

۲۳- صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کا میں ذکر کیا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا، قل: کہو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا، والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ رب العالمین لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم"

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں بکثرت اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ جو کہ سارے جہانون کا رب ہے ہم اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور ساری طاقت وقوت اللہ ہی کے لئے ہے جو حکمت وغلبہ والا ہے۔

دیہاتی نے عرض کیا کہ یہ تو اللہ کے لئے ہوا، پھر میرے لئے کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، قل: کہو۔

اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی"

اے اللہ تو مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما، مجھے سیدھا راستہ دکھا اور مجھے روزی دے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم ۲۶۹۶)

۲۴- صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا:

ایعجزا حمدکم ان یکسب فی کل یوم الف حسنةٍ

کیاتم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار نیکی کمانے سے عاجز ہے؟

اہل مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا، ایک ہزار نیکی کیسے کما سکتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یسبح مائة تسبیحة ، فتکتب له الف حسنة اوتحط عنه الف خطیئةٍ (دیکھئے: صحیح مسلم ۲۶۹۸)

سوبار ''سبحان اللہ'' پڑھے ایک ہزار نیکی لکھی جائے گی یا ایک ہزار گناہ مٹایا جائیگا۔

حافظ ابوعبداللہ الحمیدی فرماتے ہیں کہ مسلم کی تمام روایتوں میں اسی طرح ''یا مٹایا جائیگا'' ہے، مگر امام برقانی کہتے ہیں کہ شعبہ، ابوعوانہ اور یحیٰ القطان نے موسیٰ نامی اسی راوی کے واسطہ سے جن سے امام مسلم نے اپنی مخصوص سند سے روایت کیا ہے، روایت کرتے ہیں اور اس میں ''یا مٹایا جائیگا'' کے بجائے ''اور مٹایا جائے گا'' ہے۔

۲۵- صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

یصبح علی کل سلامی احدکم صدقة فکل تسبیحة صدقة ، وکل تحمیدة صدقة وکل تهلیلة صدقة وکل تکبیرة صدقة ،وامر بالمعروف صدقة ونهی عن المنکر صدقة و یجزی من ذلک رکعتان ترکعهما من الضحی''

(دیکھئے: صحیح مسلم: ۷۲۰)

تم میں سے ہر کسی کے ایک ایک اعضاء ایک صدقہ کے ساتھ صبح کرتے ہیں، چنانچہ ہر ایک تسبیح (سبحان اللہ) صدقہ ہے، ہر ایک تحمید (الحمداللہ) صدقہ ہے، ہر ایک تہلیل (لا الہ الا اللہ الخ) صدقہ ہے، ہر ایک تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور دو رکعت نماز جسے تم چاشت کے وقت ادا کرو ان تمام اذکار کی طرف سے کافی ہیں۔

۲۶- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

الا ادلک علی کنز من کنوزا لجنة" کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی رہنمائی نہ کروں؟ میں نے عرض کیا بیشک، یارسول اللہ، تو آپ نے فرمایا کہو:

لا حول و لا قوة الا با الله "(صحیح بخاری:۳۶۸۴، مسلم:۲۷۰۴)

ساری طاقت وقوت صرف اللہ ہی سے ہے۔

۲۷- سنن ابوداؤد و ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک عورت کے پاس گئے اس کے سامنے گٹھلی یا کنکری رکھی ہوئی تھی جس پر وہ تسبیح پڑھتی تھی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الا اخبرک ، بما هو ایسر علیک من هذا و افضل؟ فقال: "سبحان الله عدد ماخلق فی السماء وسبحان الله عدد ماخلق فی الارض" وسبحان الله عدد ما بین ذلک وسبحان الله عدد ماهو خالق والله اکبر مثل ذلک، ولا حول ولا قوة الا بالله مثل ذلک"

(ابوداؤد:۱۵۰۰، ترمذی۳۵۶۸، وقال الترمذی حدیث حسن)

کیا میں نے تمہیں وہ نہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس سے آسان اور اس

سے افضل ہو؟ پھر فرمایا: سبحان اللہ الخ ،ترجمہ: آسمان کے اندر جتنی مخلوق کو پیدا کیا اس کے برابر سبحان اللہ (یعنی میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں) اور زمین کے اندر جتنی مخلوق کو پیدا کیا، اس کے بقدر سبحان اللہ (یعنی میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں) آسمان وزمین کے درمیان اور جس قدر وہ تخلیق کرنے والا ہے اس کے بقدر سبحان اللہ اور اللہ اکبر اتنا ہی اور لاحول ولاقوۃ الا اللہ باللہ" اتنا ہی۔

۲۸- سنن ابی داؤد میں بسند حسن ایک مہاجر صحابیہ حضرت بسیرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تقدیس (سبحان اللہ) کا اہتمام کریں اور یہ کہ انگلیوں کو باندھا کریں، کیونکہ ان انگلیوں سے سوال کیا جائیگا اور یہ گواہی دیں گی۔

(ابوداؤد:۱۵۰۱،ترمذی ۳۵۸۳،وقال الترمذی حسن)

۲۹- سنن ابوداؤد، ترمذی ونسائی میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تسبیح میں انگلیوں کو باندھتے دیکھا ہے، ایک روایت میں (بیمینہ) داہنے کا ذکر ہے (کہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو باندھا کرتے تھے) (ابوداؤد:۱۵۰۲، ترمذی:۳۴۸۶)

۳۰- سنن ابی داؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال : [رضيت بالله ربا وبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا] وجبت له الجنة: (ابوداؤد:۱۵۲۹)

جس شخص نے کہا: میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں تو جنت اس کیلئے واجب ہوگئی۔

۳۱- سنن ترمذی میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بشرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اسلام کے احکام وشرائع ہم پر بہت زیادہ ہوگئے ہیں، ہمیں کوئی ایسی چیز بتائیں جسے مضبوطی سے تھام کر اسکی پابندی کروں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ تعالیٰ:

(سنن ترمذی ۳۳۷۵، وقال الترمذی: ہذا حدیث حسن)

تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

۳۲- ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کونسا بندہ مرتبہ میں افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: الذاکرون اللہ کثیر اً، بکثرت اللہ کا ذکر کرنیوالا۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی اللہ عزوجل کے راستہ میں جہاد کرنے والے غازی سے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لوضرب بسیف: فی الکفار والمشرکین، حتی ینکسرو یختضب دما لکان الذاکرون اللہ افضل درجة منه.

(ترمذی ۳۳۷۶)

کفار ومشرکین پر خون سے رنگ جانے اور تلوار کے ٹوٹ جانے تک اگر تلوار مارتا رہے تو بھی اللہ کا ذکر کرنے والے مرتبہ میں اس سے افضل ہیں۔

۳۳- ترمذی وابن ماجہ میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاها عند ملیککم وارفعها فی درجاتکم وخیر لک من انفاق الذهب والورق، خیر لک من ان تلقوا اعدوکم فتضربوا اعناقهم؟

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں (یعنی بتارہا ہوں) تمہارے بہترین اور تمہارے مالک (رب) کے نزدیک سب سے پاکیزہ وبڑھنے والا عمل، اور تمہارے مرتبہ میں سب سے اعلیٰ کے بارے میں جو سونا

چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے بھی کہ تمہارا ٹڈ بھیڑ دشمنوں سے ہو جائے اور تم اس کی گردن ماردو۔

صحابہ نے عرض کیا، بے شک اے اللہ کے رسول (آپ ضرور بتائیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر اللہ تعالیٰ " اللہ کا ذکر، (ترمذی ۳۳۷۷، ابن ماجہ ۳۷۹۰، وقال الترمذی)

حاکم نے اپنی کتاب "المستدرک علی الصحیحین میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

۳۴- ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لقیت ابراھیم علیہ السلام لیلة اسراء بی، فقال : یا محمد اقرأ امتک السلام واخبر ھم ان الجنة طیبة التربة عذبة الماء وانھا ؟؟؟......رتیعان)وان غراسھا ، سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر "

(سنن ترمذی ۳۴۶۲، وقال الترمذی: حدیث حسن)

میں میری ملاقات شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے فرمایا: اے محمد: تم اپنی امت کو میرا سلام کہو، اور انہیں بتادو کہ جنت خوشگوار مٹی، میٹھے پانی والی اور ہموار برابر زمین کی ہے اور اس کے پودے سبحان اللہ الحمد اللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔

۳۵- اسی میں حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من قال " سبحان اللہ وبحمدہ "غرست لہ نخلة فی الجنة"

(ترمذی: ۳۴۶۳، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

جس نے "سبحان اللہ وبحمدہ" کہا اس کے لئے کھجور کا ایک پودا جنت میں لگا دیا جاتا ہے۔

۳۶- اسی میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے

رسول: کونسا کلام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا:

ما اصطفی الله تعالیٰ لملائکته "سبحان ربی وبحمده، سبحان ربی وبحمده" (ترمذی ۳۵۹۳، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

جسے اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب کیا ہے یعنی "سبحان ربی وبحمدہ، سبحان ربی وبحمدہ

اب مقصودِ کتاب شروع کرنے کا وقت آپہونچا ہے ہم اسے حالات کی ترتیب کے مطابق عموماً ذکر کرینگے، اور اس کی ابتداء انسان کا نیند سے بیدار ہونے سے کر رہے ہیں، اس کے بعد بیداری سے لیکر رات تک علی الترتیب وظائف اور اذکار ذکر کرینگے، پھر شب میں نیند کے دوران بیداری جس کے بعد دوبارہ سونا ہوتا ہے، کا ذکر آئیگا۔ وباللہ التوفیق۔

(باب-۱)

نیند سے بیداری کے بعد کے اذکار

امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

يَعقِدُ الشَّيطَانُ عَلٰى قَافِيَةَ رَأسِ اَحَدِكُم اِذَا هُوَ نَائِمٌ ثَلاثَ عُقَدٍ، يَضرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقدةٍ مَكَانَها ، عَلَيكَ لَيلٌ طَوِيلٌ فارقُدْ ، فإنْ اِستَيقَظَ وَ ذكرالله تعالىٰ اِنحَلَّتْ عُقدَةٌ فإنْ توضأ اِنحَلَّتْ عُقَدَةٌ فَإنْ صلّٰى اِنحَلَّتْ عُقَدٌ كُلُّهَا فاصبح نشيطا طَيِّبَ النفسِ وإلا اَصبَحَ خَبِيثَ النفسِ كَسلاناً"(۱)

جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کے پچھلے حصہ میں تین گرہ لگاتا ہے، اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ، تیری شب طویل ہے تو سویارہ، پھر بندہ بیدار ہونے کے بعد اگر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضوء کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب اس کے بعد نماز پڑھتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ چست خشاش بشاش صبح کرتا ہے، ورنہ اس کی صبح سست شکستہ دل اور پلید ہوتی ہے۔

یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم کی روایت اس کے ہم معنی ہے۔

۳۸ - صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بستر پر لیٹنے کے لئے جاتے تو فرماتے:

بِاسمِكَ اللّٰهُمَّ اَحيَاوَ اَمُوتُ "

(۱) صحیح بخاری : ۱۱۴۲، وصحیح مسلم : ۷۷۶

اے اللہ تیری ہی نام کے سہارے میں جیتا اور مرتا ہوں۔

اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ"

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جس نے ہمیں موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اٹھایا جانا ہے)

۳۹ - ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ :"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّعَلَیَّ رُوْحِیْ وَعَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ" (۱)

جب تم میں سے کوئی بیدار ہو تو کہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری روح کو لوٹا دیا اور میرے جسم میں عافیت بخشی۔

۴۰ - اسی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَامِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ عِنْدَ رَدِّ اللّٰهِ تعالیٰ رُوْحَهٗ [لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ"] اِلَّا غَفَرَ اللّٰه تعالیٰ ذنوبَهٗ وَلو کَانَتْ مِثْل زبد البحر"

جب بھی کوئی بندہ اللہ کی طرف سے اس کی روح کو لوٹائے جانے کے وقت کہتا ہے" لا الہ الا اللہ" قدیر (تک، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو یقینی طور پر معاف کرتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہو۔

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن سنی :۹ وسنده صحیح

۴۱ - اوراسی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مَامِنْ رَجُلٍ يَنْتَبِهُ مِن نَوْمِهِ فَيَقُوْلُ: جب بھی کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہوکر کہتا ہے:

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النومَ وَالیَقْظَةَ ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَنِیْ سالما سَوِيًّا ، اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰه يُحْيِیْ المَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ''

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے نیند اور بیداری کو پیدا کیا، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے صحیح وسالم اٹھایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ مردے کو زندہ کرتا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الا قال الله تعالیٰ ، صدق عبدی ،تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے سچ کہا۔(۱)

۴۲ - سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ :

''كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِذَا هَبَّ مِنَ اليلِ كبر عشرا ، وَحمِدَ عشراً ، وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَشَراً ، وَقَالَ سُبْحَانَ القُدُّوسِ عَشَراً وَاستَغْفَرَ عَشَراً، وَهَلَّلَ عَشَراً ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُم اِنِی اَعُوْذُبِکَ من ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشَراً ثُمَّ يَفْتَحُ الصَّلَاةَ''(۲)

نبی کریم ﷺ جب رات میں اٹھتے تو دس بار ''اللہ اکبر'' کہتے، دس بار الحمدللہ کہتے اور دس بار سبحان اللہ وبحمدہ کہتے، اور دس بار سبحان القدوس'' کہتے اور دس بار ''استغفار'' پڑھتے (استغفر اللہ کہتے) اور دس بار لا الہ الا اللہ کہتے، پھر دس بار کہتے

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا وَضَيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ''

(۱) عمل اليوم والليلة لا بن سنی :۱۳
(۲) ابوداؤد :۵۰۸۵

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں دنیا کی تنگی اور روز قیامت کی تنگی سے،

پھر نماز شروع کرتے۔

۴۳۔ سنن ابی داؤد ہی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو فرماتے:

''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ''(۱)

تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اے اللہ ہم اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتے ہیں اور تیری رحمت کی درخواست کرتے ہیں، اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما، اور جب کہ تو نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، میرے دل میں کجی مت پیدا فرما، (راہ اسلام پالینے کے بعد مجھے گمراہ مت کر) اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا فرما، بلاشبہ تو بڑا ہی داتا ہے۔

(باب-۲)

کپڑا پہنتے وقت کے اذکار

کپڑا پہنتے وقت ''بسم اللہ'' کہنا اسی طرح مستحب ہے جس طرح ہر اچھے کام کے وقت بسم اللہ مستحب ہے۔

۴۴ -ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو سعید خدری سے (جن کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے) مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کوئی کپڑا زیب تن فرماتے خواہ کرتا ہو یا چادر یا عمامہ تو

(۱) سنن ابی داؤد: ٥٠٦١

آپ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَاھُوَلَہٗ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا ھُوَلَہٗ. (۱)

اے اللہ میں آپ سے اس کی خیر اور جس کے لئے یہ ہے اس کی خیریت کا طالب ہوں اور میں آپ کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور جس کے لئے یہ ہے اس کے شر سے۔

۴۵ - اسی میں حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ: جس نے نیا کپڑا پہنا اور کہا:

''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّی وَلَا قُوَّۃٍ''

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور میری طاقت قوت کے بغیر مجھے وہ عطا کیا۔

غَفَرَاللّٰہُ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ؟ تو اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دینگے،

(باب-۳)

نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنتے وقت کی دعاء:

۴۶ - حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اسے اس کے نام عمامہ یا کرتا یا چادر وغیرہ سے موسوم فرماتے پھر کہتے

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ، اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَمَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَہٗ'' (۲)

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لا بن سنی: ۱٤ (۲) دیکھیں: سنن ابو داؤد: ٤٠٢٠، ترمذی: ۱۷٦۷، عمل الیوم للنسائی: ۳٠۹، یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابوداؤد نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو ہی نے مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اس کی بھلائی کا اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا اور تیری پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے اور جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس کے شر سے۔

۴۷ - ترمذی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا:

[اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی حَيَاتِیْ] ثُمَّ عَمَدَ اِلَى الثَّوبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ، كَانَ فِیْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِیْ كَنَفِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَفِی سَبِيلِ اللّٰهِ حَيًّا وَمَيِّتاً"(۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھکتا ہوں اور اپنی زندگی میں آراستہ ہوتا ہوں۔ پھر اپنے پرانے کپڑے کی طرف رخ کرتا اور اسے صدقہ کردیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و آغوش میں ہوتا ہے، اور زندہ یا مردہ اللہ کے راستہ میں ہوتا ہے۔

(باب-۴)

نیا کپڑا زیب تن کرنے والے کو دی جانیوالی دعاء:

۴۸ - صحیح بخاری میں حضرت ام خالدؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ کپڑا لایا گیا جس میں ایک سیاہ دھاری دار کپڑا "خمیصہ" تھا، آپ نے فرمایا:

مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوْهَا هٰذِهِ الْخَمِيْصَةَ، کیا خیال ہے ہم یہ کپڑا کس کو پہنائیں گے؟

ساری قوم خاموش رہی پھر فرمایا:

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۶۰ حدیث ضعیف

اِئْتُونِیْ بِأُمِّ خَالِدٍ ''ام خالد کو میرے پاس لے کر آؤ۔

مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مجھے وہ پہنایا اور دو بار فرمایا: ''اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ'' خوب پہن کر پرانا کرو''(۱)

۴۹ - سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کے جسم پر ایک کپڑا دیکھا تو فرمایا ''اَجَدِیْدٌ هٰذَا اَمْ غَسِیْلٌ'' یہ نیا ہے یا دھلا ہوا ہے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا دھلا ہوا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اِلْبَسْ جَدِیْداً، وَعِشْ حَمِیْداً وَمُتْ شهیدا سَعِیْداً''(۲)

نیا پہنو حمد کہتے ہوئے زندگی گزارو، اور شہادت و نیک بختی کی وفات پاؤ۔

(باب-۵)

کپڑا اور جوتا پہننے یا اتارنے کی کیفیت:

کپڑا، جوتا، پائجامہ کو پہننے میں داہنے سے شروع کرنا مستحب ہے کپڑے میں اس کے داہنے آستین سے اور جوتے یا پائجامے میں داہنے پاؤں سے شروع کرے اور اتارنے میں پہلے بایاں اتارے پھر داہنا، اسی طرح سرمہ لگانے، مسواک کرنے، ناخن تراشنے، مونچھ کاٹنے، بغل کا بال اکھاڑنے، سر کا بال اتارنے، نماز میں سلام پھیرنے، مسجد میں داخل ہونے، بیت الخلاء سے نکلنے، وضوء و غسل کرنے، کھانے پینے اور مصافحہ کرنے، حجر اسود کو چھونے، کسی انسان سے کچھ لینے، یا کوئی ضرورت کی چیز اسے دینے جیسے تمام امور مین داہنے سے شروع کرنا مستحب ہے۔

۵۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

''کَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یُعْجِبُهُ التَّیَمُّنَ فِی شَانِهٖ کُلِّهٖ

(۱) صحیح بخاری: ۵۸۷۳

(۲) ابن ماجه: ۳۵۵۸، وعمل الیوم واللیلة، لابن سنی: ۲۶۹، اسناده صحیح

فِیْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ"(۱)

نبی کریم ﷺ کو تمام امور میں داہنا پسند تھا (حتی کہ) پاکی حاصل کرنے اور کنگھی کرنے میں بھی۔

۵۱- سنن ابی داؤد وغیرہ میں باسناد صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں:

كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْيُمْنٰى لِطَهُوره وَطَعَامِهٖ وَكَانَتِ الْيُسْرىٰ لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذىً (۲)

رسول اللہ ﷺ کا داہنا ہاتھ پاکی حاصل کرنے اور کھانا تناول فرمانے کیلئے تھا، اور بایاں ہاتھ قضاء حاجت اور ہر گندی چیز کے لئے تھا۔

۵۲- سنن ابی داؤد و بیہقی میں حضرت حفصہؓ سے مروی ہے:

ان رسول اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهٗ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِيَابِهٖ وَيَجْعَلُ يَسَاره لِمَا سِوىٰ ذٰلِكَ. (۳)

رسول اللہ صلعم اپنا داہنا ہاتھ کھانے پینے اور پہننے کیلئے رکھتے، اور بایاں ہاتھ، اس کے علاوہ کیلئے۔

۵۳- حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذا لَبِسْتُمْ وَاِذا تَوَضَّأتُمْ فَابْدأ وا بِمَيَامِنِكُمْ "(۴)

جب تم لباس پہنو اور جب وضوء کرو تو اپنے داہنے سے شروع کرو۔

یہ حدیث حسن ہے اس کی روایت امام ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ، اور بیہقی نے کی ہے، اس کے علاوہ اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، واللہ اعلم

(۱) صحيح بخاری :۱٦۸، ومسلم : ۲٦۸

(۲) ابوداؤد :۳۳

(۳) سنن ابی داؤد : ۳۲، وسنن بيهقی: ۱/ ۱۱۳

(٤) ابوداؤد ٤١٤١، ترمذی : ۱۷٦٦، ابن ماجه ٤٠٢، بيهقی، ۱/ ۸٦

(باب-٦)

کپڑا اتارتے وقت کا ذکر:

۵۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَطْرَحَ ثِيَابَهُ "["بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ](۱)

اولاد آدم کے شرمگاہ اور جنوں کی نگاہ کے درمیان کا پردہ یہ ہے کہ مسلمان شخص جب اپنا کپڑا اتارنا چاہے تو "بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ" کہے یعنی شروع اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں"

(باب-۷)

گھر سے نکلتے وقت کی دعاء:

۵۵ - ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے (جن کا نام ہند ہے) مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے نکلتے تو کہتے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ ، أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ"(۲)

میں نکلتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اے

---

(۱) عمل اليوم والليلة لابن سني: ٢٧٤

(٢) ابو داؤد: ٥٠٩٤، ترمذی: ٣٤٢٧، نسائي: ٥٤٨٦، ابن ماجه: ٣٨٨٤

اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، بھٹکنے یا بھٹکائے جانے سے، لغزش کرنے یا کئے جانے سے، ظلم کرنے یا کئے جانے سے، نادانی کرنے یا کئے جانے سے۔

یہ حدیث صحیح ہے اسے تمام اصحاب سنن نے نقل کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے، ابوداوٗد کی روایت میں "اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ" واحد متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے، اور ترمذی کی روایت میں جمع متکلم کے صیغہ کے ساتھ "نزل، نضل نظلم، نجھل" ہے

ابوداوٗد کی پوری حدیث یوں ہے۔

مَاخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من بيتي الا رَفَعَ طَرَفَهُ الى السماءِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِکَ الخ .

نبی کریم ﷺ جب بھی میرے مکان سے نکلتے تو اپنی نگاہ آسمان کی طرف کرتے اور فرماتے، اے اللہ میں تیری پنا لیتا ہوں الخ۔

اس کے علاوہ دیگر روایتوں میں صرف اتنا ہے "كان اذا خرج من بيتي قال" کہ جب میرے مکان سے نکلتے تو فرماتے، اس میں نگاہ آسمان کی طرف کرنے کا تذکرہ نہیں ہے، واللہ اعلم۔

۵۶ - سنن ابی داوٗد، ترمذی ونسائی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من قال: جس نے گھر سے نکلتے وقت کہا :

[بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ] يُقَالُ لَهٗ : كُفِيْتَ وَوُقِيْتَ وَهُدِيْتَ وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ" (۱)

میں اللہ کے نام کے سہارے نکلتا ہوں، میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا اور ساری قوت وطاقت اللہ ہی کے لئے ہے۔ تو اس سے کہا جاتا ہے،

(۱) ابوداود ۵۰۹۵، ترمذی: ۳۴۴۶، عمل اليوم والليله للنسائی :۸۹

تم مستغنی کردیئے گئے بچالئے گئے،منزل مقصود پالیا،اورشیطان اس سے دورہوجاتا ہے۔

امام ترمذی نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے،ابوداؤد کی روایت میں "فیقول" کا اضافہ ہے کہ اس دعاء کے بعد شیطان ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ تم کیا کرسکتے جبکہ وہ مستغنی کردیا گیا بچالیا گیا اوراسے صحیح راستہ دکھادیا گیا ہے؟

۵۷ - ابن ماجہ وابن سنی کی کتابوں میں حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے نکلتے تو فرماتے :

"بِسْمِ اللّٰهِ ، التُكْلَانُ عَلَى اللّٰهِ،لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"(۱)

اللہ کے نام کے سہارے،اللہ ہی پر مکمل بھروسہ ہے،ساری طاقت و قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔

اس کی سند میں موجود راوی عبداللہ بن حسین کو امام ابوزرعہ امام بخاری نیز ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے،لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

(باب-۸)

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعاء:

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہنا، بکثرت اللہ کا ذکر کرنا،وہاں کوئی انسان ہو یا نہ ہو سلام کرنا مستحب ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً "(النور:٦١)

پھر جب کبھی جانے لگے گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں پر نیک دعاء ہے اللہ کے یہاں سے برکت والی ستھری۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ٣٨٨٥، عمل اليوم لابن سنی ١٧٦

۵۸- سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"یَابُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِكَ فَسَلِّمْ تَكُنْ بَرَكَةٌ عَلَيْكَ وَعَلٰی اَهْلِ بَيْتِكَ"(۱)

اے میرے بچے جب تم اپنے گھروالوں میں آؤ تو سلام کرو یہ تمہارے اور تمہارے گھروالوں کے لئے برکت کی چیز ہوگی۔

۵۹- سنن ابی داؤد میں ابومالک اشعری سے (جن کا نام حارث ہے اور عبید و کعب وعمرو نام ہونے کے بھی اقوال ہیں) مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ [اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمُوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلٰی رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا] ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰی اَهْلِهِ .(۲)

جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہو تو کہے، اے اللہ! میں آپ سے داخل ہونے کی بہتری اور نکلنے کی بہتری کی درخواست کرتا ہوں اللہ ہی کے نام سے میں داخل ہوا اور اللہ ہی کے نام سے میں نکلا اور اللہ جو کہ ہمارا رب ہے اس پر بھروسہ کیا۔

پھر اسے چاہئے کہ اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

۶۰ - ابوامامہ باہلی (جن کا نام صُدَی بن عجلان ہے) نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، رَجُلٌ خَرَجَ

---

(۱) سنن ترمذی ۲۶۹۸، وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح

(۲) سنن ابو دائود ۵۰۹۶، امام ابوداؤد نے اس حدیث کی تضعیف نہیں کی ہے اس لئے یہ حدیث ان کے نزدیک یا تو صحیح ہے یا حسن۔

غَازِياً فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰه عَزَّوَجَلَّ حَتّٰى يَتَوفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْيَرُدَّه بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ ، وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلٰى اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْ خِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْيَرُدَّهٗ بِمَا نَالَ من اَجْرٍ وَغَنِيْمَةٍ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهٗ بِسَلَامٍ فَهُوَضَامِنٌ عَلٰى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى"(۱)

تین لوگ، یہ سب کے سب اللہ عزوجل کی ضمانت وحفاظت میں ہیں، ایک وہ شخص جو اللہ عزوجل کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلا تو وہ اللہ عزوجل کی حفاظت وضمانت میں ہے تا آنکہ اللہ اسے موت دیدے اور اسے جنت میں داخل فرمادے، یا جو اس نے اجروثواب اور مال وغنیمت حاصل کیا ہے اس کے ساتھ واپس لوٹا دے، اور ایک وہ شخص جو مسجد گیا وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت وضمانت میں ہے تا آنکہ اللہ اسے موت دیکر جنت میں داخل فرمادے، یا اس اجر وثواب کے ساتھ اسے واپس کردے جو اس نے حاصل کیا ہے اور ایک وہ شخص ہے، جو سلام کر کے اپنے گھر میں داخل ہوا تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت وضمانت میں ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام اور کس قدر عظیم تحفہ ہے، ہمیں بھی یہ عطا فرمائے آمین۔

۶۱ - حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا آپ فرمارہے تھے:

"اِذَا دَخَلَ الرَجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشيطان : لَامَبِيْتَ لَكُمْ وَلَاعَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ

(۱) ابوداؤد: ۲۴۹٤، یہ حدیث حسن ہے ابوداؤد کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اسے بسند حسن نقل کیا ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ :اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ ، وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ :اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ"(۱)

"جب انسان اپنے گھر میں داخل ہوتا، اور داخل ہوتے وقت یا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے نہ تمہاری شب بھلی نہ تمہارا کھانا، اور جب وہ داخل ہوتا اور داخل ہوتے ہوئے اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (خوش ہوکر) کہتا ہے تم نے لطف شب (اس کی خوبی کو) پالیا، اور جب کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے تم نے خواب اور خورد ونوش کی لذت حاصل کرلی۔

۶۲- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دن میں گھر واپس آتے تو فرماتے:

"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ كَفَانِىْ وَآوَانِىْ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ وَسَقَانِىْ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ مَنَّ عَلَىَّ اسْئَلُكَ اَنْ تُجِيْرَنِىْ مِنَ النَّارِ"(۲)

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے مستغنی کیا اور پناہ دی، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے کھلایا اور پلایا، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ پر احسانات کیے، میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ جہنم کی آگ سے مجھے پناہ دیں (نجات دیں)

۶۳- موطا امام مالک میں ایک روایت ہے کہ غیر آباد گھر میں داخل ہوتے وقت اس طرح کہنا مستحب ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۰۱۸ (۲) اسناده ضعيف، عمل اليوم والليلة لابن سنی: ۱۵۷، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: سند کے ضعف کے باوجود اس کی شاہد حدیث موجود ہے جس کی تخریج ابن ابی شیبہ اور بزار نے بروایت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے، اس لئے حدیث حسن درجہ کی ہے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ "(۱)
سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

(باب-۹)

درمیان شب بیدار ہو کر گھر سے نکلتے وقت کی دعاء:

جب کوئی شخص رات میں بیدار ہو کر گھر سے نکلے تو مستحب ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ کرے اور سورہ آل عمران کی یہ آخری آیت پڑھے "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اخیر سورت تک ۱۹۰-۲۰۰۔(۲)

۶۴ - صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے، البتہ آسمان کی طرف نگاہ کرنے کا ذکر صرف بخاری میں ہے نہ کہ مسلم میں۔

۶۵ - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ ،وَلَكَ الْحَمْدُ ، لَكَ مُلْكُ السَّماواتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ ، وَلَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ نُوْرُالسَّماواتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ

(۱) مؤطا امام مالك: ۲/ ۹٦۲

(۲) بخاری: ٤٥٦٩، مسلم، ٧٦٣

مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.(۱)

اے اللہ تیرے لئے ہی تعریفیں ہیں، تو آسمان وزمین اور جو مخلوق اس کے اندر ہے اس کا متولی ومنتظم ہے، اور تعریفیں تیرے لئے ہی ہیں، اس کی حکومت وبادشاہت تیرے ہی لئے ہیں، تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو آسمان وزمین اور اس کے اندر والوں کا نور ہے، تعریفیں تیرے لئے ہی ہیں، تو برحق ہے، تیرا وعدہ برحق ہے، تجھ سے ملنا برحق ہے، تیرا کلام برحق ہے، جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے، محمد برحق ہیں، اور قیامت برحق ہے، اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے ہی سپرد کیا، تجھ ہی پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا، تیری ہی طرف جھکا، تیرے ہی سامنے مقدمہ پیش کرتا اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں، اس لئے تو میری مغفرت فرما، جو میں نے پہلے کیا یا جو میں آئندہ کروں اور جو میں نے راز دارانہ کیا، اور جو میں نے کھلے عام کیا، تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور بعض روایتوں میں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" کا اضافہ بھی ہے۔اور ساری طاقت وقوت اللہ ہی کے سہارے ہے جو بلند وبرتر اور بڑا ہی عظمت والا ہے۔

(باب-۱۰)

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کی دعاء:

۶۶ - صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کہتے تھے:

(۱) صحیح البخاری ۱۱۲۰، ومسلم: ۷۶۹

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"(۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں شیاطین ذکور واناث سے۔

"الخبث" باء کے سکون اور پیش دونوں کے ساتھ صحیح ہے، باء کے سکون کا انکار غلط اور ایسا کہنے والے غلطی پر ہیں۔

۶۷ - صحیحین کے علاوہ میں اس طرح ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"(۲)

شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں شیاطین ذکور اور شیاطین اناث سے (اس میں بسم اللہ کا اضافہ ہے)

۶۸ - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَتْرُمَا بَیْنَ اَعْیُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بنی آدَمَ اِذَا دَخَلَ الْکَنِیْفَ اَنْ یَقُوْلَ : بِسْمِ اللّٰهِ" (۳)

جنات کی نگاہ اور اولاد آدم کی شرمگاہ کے درمیان جبکہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہو "بسم اللہ" کہنا پردہ اور حجاب ہے۔

گذشتہ فصلوں میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست ہے، ہمارے حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ صحراء ہو یا آبادی ہر مقام پر اس ذکر کا کہنا مستحب ہے، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ پہلے بسم اللہ کہے پھر اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث کہے۔

۶۹ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے:

---

(۱) صحیح البخاری ۱۴۲، صحیح مسلم: ۳۷۵ (۲) ابوداؤد ۴-۵، ترمذی ۵، نسائی ۱۹

(۳) ترمذی: ۶۰۶، وقال، سندہ لیس بقوی

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخبَثِ الشیطانِ الرجِیْمِ" (۱)

اے اللہ میں ناپاک پلید، بدکار فسادی ومردود شیطان ذکور واناث سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(باب-۱۱)

قضاء حاجت کی حالت میں گفتگو یا ذکر کی ممانعت :

قضاء حاجت کی حالت میں خواہ صحراء میں ہو یا بنے ہوئے بیت الخلاء میں گفتگو یا ذکر کرنا مکروہ ہے، گفتگو یا ذکر کی نوعیت جو بھی ہو سب کا حکم ایک ہی ہے، البتہ ضروری بات کرنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

بعض حضرات شوافع کا کہنا ہے کہ اگر اس حالت میں چھینک آجائے تو الحمد للہ نہ کہے اور نہ ہی چھینک کا یا سلام کا جواب دے، اور نہ مؤذن کے کلمات کو دہرائے۔ایسی حالت میں اگر سلام کیا جائے تو کوتاہی سلام کرنے والے کی طرف سے ہوگی اور وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

پھر یہ ساری کراہتیں تنزیہی ہیں تحریمی نہیں، اس لئے اگر کسی کو چھینک آجائے اور وہ دل ہی دل میں زبان ہلائے بغیر الحمد اللہ کہہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جماع کی حالت میں بھی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔

۷۰ - حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا اور آپ پیشاب کررہے تھے، اس شخص نے آپ کو اس حالت میں سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔(۲)

---

(۱) یہ ابن سنی کی روایت ہے، اور طبرانی نے بھی اسے کتاب الدعاء میں نقل کیا ہے، دیکھیں: عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۲۵، الطبرانی: ۳۶۷، حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی شواہد موجود ہے، دیکھیں: الطبرانی فی الدعاء: ۳۶۵، وسنن ابن ماجہ: ۲۹۹، والطبرانی ۳۶۶

(۲) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے، دیکھیں: مسلم: ۳۷۰

۷۱ - مہاجر بن قنفذؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ پیشاب فرمارہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا تا آنکہ وضوء فرمایا پھر جواب دیا، اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے گویا ہوئے:

"انی کرھت ان اذکر اللہ تعالیٰ الاعلیٰ طھر" مجھے ناگوار معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر بغیر طہارت کے کروں "روای کو شک ہے کہ علی طھر کہا تھا یا علی طھارۃ" کہا تھا معنی ایک ہی ہے۔(۱)

(باب-۱۲)

قضاء حاجت کے لئے بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرنے کی ممانعت:

حضرات علماء شوافع فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر کردے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اور اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مہاجر کی وہ روایت ہے جو اس سے پہلے والے باب میں گذری۔

(باب-۱۳)

بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد کی دعاء:

بیت الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعاء پڑھنی چاہئے:

"غُفْرَانَکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ" (۲)

تیری مغفرت کا طالب ہوں، ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تکلیف دہ چیز کو مجھ سے دور کیا اور مجھے عافیت بخشی۔

۷۲- سنن ابی داوٗد و ترمذی کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ "غفرانک" کہا کرتے تھے۔

---

(۱) یہ حدیث صحیح ہے ابوداوٗد و نسائی و ابن ماجہ نے بسند صحیح اس کی تخریج کی ہے دیکھیں: ابوداؤد: ۱۷، نسائی: ۳۸، ابن ماجہ، ۳۵۰

(۲) دیکھیں: ابوداؤد: ۳۰، ترمذی: ۷، عمل الیوم واللیلہ، نسائی، ۷۹، ابن ماجہ ۳۰۱

۷۳ - حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِی لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰی فِیَّ قُوَّتَهٗ وَدَفَعَ عَنِّی اَذَاهُ''(۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس کا مزا چکھایا اور اس کی طاقت (وٹامن) کو میرے اندر باقی رکھا اور اس کی تکلیف دہ چیز کو مجھ سے دور کیا۔

(باب-۱۴)

جب وضوء کے لئے یا پینے کے لئے پانی نکالے تو نکالتے وقت ''بسم اللہ'' کہنا مستحب ہے، جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔

(باب-۱۵)

وضوء کے وقت کی دعاء:

وضوء کے شروع میں ''بسم الله الرحمن الرحيم'' کہنا مستحب ہے اور صرف بسم اللہ کہنا بھی کافی ہے، ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اگر وضوء کے شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو درمیان میں کہہ لے، اگر فارغ ہونے تک بسم اللہ نہ پڑھا تو گویا اس کا مقام ووقت فوت ہوگیا، اب اسے ادا کرنے کی ضرورت نہیں، تاہم اس کا وضوء درست ہوگا، خواہ جان بوجھ کر ترک کیا ہو یا بھول کر، یہی ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔

بسم اللہ پڑھنے کے سلسلہ میں بہت سی ضعیف احادیث وارد ہوئی ہیں امام احمد بن حنبلؒ سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: وضوء کے اندر بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں ایک بھی صحیح وثابت حدیث کا مجھے علم نہیں ہوسکا۔ انہی ضعیف احادیث میں سے ایک یہ ہے۔

---

(۱) رواہ ابن سنی فی عمل الیوم: ۲۵، والطبرانی فی الدعاء: ۳۷۰، اس کا ذکر پہلے حدیث نمبر ۶۹ پر آچکا ہے

۴۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لاوضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ"

جس نے وضوء کے لئے بسم اللہ نہیں کہا اس کا وضوء نہیں ہوا۔(۱)

اسی طرح حضرت سعید بن زید ابو سعد، عائشہؓ، انسؓ بن مالک، سہل بن سعدؓ کی روایات سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہیں، مگر امام بیہقی وغیرہ نے ان سب کی تضعیف کی ہے۔

(فصل)

وضوء میں بسم اللہ کے بعد کیا کہنا چاہئے:

بعض علماء شوافع مثلاً زاہد وقت شیخ ابوالفتح نصر المقدسی فرماتے ہیں کہ وضوء کے شروع میں بسم اللہ کے ساتھ یہ کہنا بھی مستحب ہے۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ان کے اس قول میں کوئی حرج نہیں، مگر بروۓ سنت مطہرہ اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی ہم کسی علماء شوافع یا دیگر علماء کو جانتے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہو، واللہ اعلم۔

(فصل)

وضوء کے بعد کا ذکر

وضوء سے فراغت کے بعد یہ کہنا چاہیے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ

---

(۱) دیکھیں: ابوداؤد ۱۰۲، مسند احمد ۲/۴۱۸، ابن ماجہ ۳۹۹، طبرانی ۳۷۹

مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْن ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور ان کے رسول ہیں، اے اللہ تو مجھے خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا، اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کے ذریعہ رجوع ہوتا ہوں۔

۷۵ - حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من توضا وقال: جس نے وضوء کیا اور کہا:

[اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ، وَاَشْهَد اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةُ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّهَا شَاءَ]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں، وہ اس میں سے جس سے چاہے داخل ہو۔

یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اور ترمذی کی روایت میں "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ" کا اضافہ ہے۔(۱)

(۱) صحیح مسلم: ۲۳٤، سنن ترمذی: ۵۵

۷۶ - امام نسائی نے اس حدیث کو "سبحانک اللھم وبحمدک" کے ساتھ اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں اور بعض محدثین نے اپنی دیگر کتابوں میں اسی اضافہ کے ساتھ بسند ضعیف روایت کیا ہے۔

۷۷ - سنن دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ :[اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ] قبل ان يتكلم غُفِرَلَهُ مَابَيْنَ الوُضُوئين"(۱)

جس نے وضوء کیا پھر بات کرنے سے پہلے کہا: اشھد - رسولہ، تک میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے دو وضوء کے درمیان کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

۷۸ - مسند امام احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الوُضُوءَ ، جس نے وضوء کیا اور خوب اچھی طرح وضوء کیا۔

ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ" فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ دَخَلَ"(۲)

پھر تین بار کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ "رسول، تک تو جنت کے آٹھ دروازے اس کے لئے کھول دئے جاتے ہیں وہ ان میں سے

(۱) سنن دار قطنی: ۱/ ۹۳، واسنادہ ضعیف، اس کے شواہد کی تخریج طبرانی نے کتاب الدعاء میں کی ہے، طبرانی ۳۸۷۔

(۲) مسند امام احمد: ۳/ ۲۶۵، ابن ماجہ، ۴۶۹، واسنادہ ضعیف۔

جن سے چاہے داخل ہو جائے۔

۷۹ - کلمہ شہادت کو تین بار دہرانے کی روایت ابن سنی کی کتاب میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے بسند ضعیف مروی ہے۔(۱)

شیخ نصر المقدسی فرماتے ہیں کہ ان اذکار کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل و اولاد پر دورد و سلام بھی بھیجے ــــــــ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ان اذکار کو وضوء سے فراغت کے فوراً بعد قبلہ رخ ہو کر کہے۔

(فصل)

اعضاء وضو کی دعائیں:

جہاں تک ہر اعضاء وضو پر دعاء پڑھنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے کچھ ثابت نہیں، البتہ فقہاء نے ان دعاؤں کے استحباب کا ذکر کیا ہے جو سلف صالحین سے منقول ہے، اس میں ان حضرات کی طرف سے کمی و زیادتی بھی منقول ہے، ان حضرات نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرنے والوں کو بسم اللہ کے بعد یہ کہنا چاہیئے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاء طَهُوراً"

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پانی کو پاکی کا ذریعہ بنایا

اور کلی کرتے وقت یہ کہے :

"اَللّٰهُمَّ اسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ صلی اللّٰه علیه وسلم، کَأساً لاَ اَظْمَأُ بَعْدَهٗ"

اے اللہ تو مجھے اپنے نبی ﷺ کے حوض سے ایسا جام پلا جس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوں۔

اور ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے:

"اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ رائِحَةَ نَعِیْمِکَ وَجَنَّاتِکَ"

(۱) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی : ۴۹

اے اللہ تو اپنے فضل اور اپنی جنتوں کی خوشبو سے مجھے محروم مت فرما۔

اور چہرہ دھوتے وقت کہے :

"اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ"

اے اللہ جس دن (قیامت کے دن) چہرے روشن ہوں گے یا سیاہ ہوں گے، اس دن میرے چہرے کو روشن فرما۔

اور دونوں ہاتھوں کو دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ"

اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں عطاء فرما، اور اسے میرے بائیں ہاتھ میں مت عطاء فرما۔

بعض روایتوں میں "بیمینی" کے بعد "وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَسِیْراً" اور مجھ سے آسان حساب لے اور "بِشِمَالِیْ" کے بعد "وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ" اور نہ ہی پیٹھ کے پیچھے سے) کا اضافہ ہے۔

اور سر کا مسح کرتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ حَرِّمْ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ"

اے اللہ میرے بال و کھال کو آگ پر حرام کردے اور جس دن تیرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے۔

اور دونوں کانوں کا مسح کرتے وقت کہے :

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ"

اے اللہ تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو تیرے کلام کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

اور دونوں پاؤں کو دھوتے وقت کہے:

" اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ "

اے اللہ میرے قدموں کو پل صراط پر ثابت وقائم رکھ۔ واللہ اعلم

۸۰ - امام نسائی وابن سنی نے اپنی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں بسند صحیح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے، ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے وضوء کا پانی لایا، آپ نے وضوء فرمایا: پھر میں نے سنا کہ آپ ﷺ دعاء کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ"

اے اللہ تو میرے گناہوں کو بخش دے، میرے گھر میں وسعت دے اور میری روزی میں برکت دے۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں نے آپ کو اس اس طرح دعاء کرتے ہوئے سنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وھل ترکن من شیئی" کیا کچھ چھوٹ گیا ہے۔

ابن سنی نے اس کے لئے وضوء کے درمیان کہی جانے والی دعاء کا باب باندھا ہے اور نسائی نے اسے "وضوء سے فراغت کے بعد کہی جانے والی دعاء" کے باب میں ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کا احتمال موجود ہے کہ دوران وضوء کہا جائے یا بعد فراغت۔(۱)

(باب۱۶)

غسل کرتے وقت کی دعاء:

غسل کرنے والوں کے لئے ان تمام دعاؤں کا کہنا مستحب ہے جسے ہم نے وضوء کے

(۱) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی : ۸۰، وابن سنی :۲۸

لیں اور جنت میں داخل فرمادیں۔

یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی وزاع بن نافع العقیلی ہے جس کے ضعیف ومنکر ہونے پر سبھوں کا اتفاق ہے۔

۸۳ - اسی روایت کے ہم معنی ابن سنی کی کتاب میں بروایت عطیۃ العوفی حضرت ابوسعید خدری کی روایت نبی کریم ﷺ سے مذکور ہے، اور عطیہ بھی ضعیف ہیں۔

نوٹ : مگر حافظ ابن حجر نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے اس کی تخریج امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مصنف ۲۱/۲۳، میں ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند: ۹۲۵۱، میں اور طبرانی نے دعاء: ۴۲۱، میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن: ۷۷۸، میں کی ہے)

(باب-۱۹)

مسجد میں داخل ہوتے یا نکلتے وقت کی دعاء:

مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء کہنا مستحب ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ،اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی جو عظمت والا ہے، اور پناہ لیتا ہوں اس کے وجہ کریم اور اس کی ازلی بادشاہت کی مردود شیطان سے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے اللہ تو درود وسلام بھیج محمد اور آل محمد پر، اے اللہ تو بخش دے میرے گناہوں کو اور کھول دے میرے لئے اپنی رحمت کا دروازہ۔

اس کے بعد بسم اللہ کہتے ہوئے پہلے داہنا پاؤں داخل کرے، اور نکلتے وقت پہلے بایاں

پاؤں نکالے، اور نکلتے وقت بھی یہی دعاء پڑھے، البتہ "ابواب رحمتک" کی جگہ "ابواب فضلک" کہے (اپنے فضل کا دروازہ کھولدے)

۸۴ - ابوحمید یا ابواُسیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ لِيَقُلْ[اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ:[اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ]

تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہوتو اپنے نبی پر درودوسلام بھیجے پھر کہے "اللہم افتح لی ابواب رحمتک (اے اللہ تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب نکلے تو کہے "اللھم انی اسئلک من فضلک" اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا طالب ہوں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں نیز ابوداوٗد ونسائی وابن ماجہ وغیرھم نے اپنی سنن میں صحیح اسانید سے اس کو روایت کیا ہے، البتہ مسلم کی روایت میں "فلیسلم علی النبی" یعنی نبی پر درود بھیجنے کا ذکر نہیں، جبکہ باقی روایتوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔(۱)

۸۵ - ابن سنی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔

وَإِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ وَلْيَقُلْ : [اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ](۲)

جب نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: اے اللہ تو مجھے مردود شیطان سے پناہ دے۔

اس زیادتی کی تخریج ابن ماجہ، ابن خزیمہ، اورابوحاتم بن حبان نے بھی اپنی صحیح میں کی ہے۔

---

(۱) دیکھیں: صحیح مسلم، ۷۱۳، ابوداؤد ٤٦٥، نسائی ۷۲۹، ابن ماجه ۷۷۷،

(۲) عمل اليوم والليلة لابن سني :۸۵

۸۶ - حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے:

[اَعُوذ بِاللّٰه العظيم وبِوَجْهِهِ الْكَرِيْم وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْم، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ] قال : اِذَا قَالَ ذلک، قال الشيطان : حُفِظَ مِنِّی سائر اليوم .(۱)

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کا جو عظمت والا ہے اور پناہ لیتا ہوں اس کے وجہ کریم اور اس کی ازلی بادشاہت کا شیطان رجیم سے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب بندہ یہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے، یہ شخص پورے دن مجھ سے محفوظ کر دیا گیا۔

۸۷ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ"

"شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ تو محمد پر درود بھیج"

اور جب نکلتے تو فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ"(۲)

۸۸ - مسجد میں داخل ہوتے یا نکلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر کی بھی روایت ہے۔(۳)

۸۹ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبد بن حسن عن امہ عن جدتہ کی روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا حمد بیان کرتے نام لیتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ"

---

(۱) ابوداؤد :٤٦٦،بسند جيد، حديث حسن

(۲) عمل اليوم والليلة لابن سنی ،۸۷،یہ حديث ضعيف ہے

(۳) دیکھیں: عمل اليوم لابن سنی :۸۸

اے اللہ تو میری مغفرت فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب نکلتے تو اسی طرح کہتے اور فرماتے :

"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ" (۱)

اے اللہ تو میرے لئے اپنے فضل کا دروازہ کھول دے۔

۹۰ - اسی میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت نبی کریم ﷺ سے ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ تَدَاعَتْ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ وَاَجْلَبَتْ وَاجْتَمَعَتْ کَمَا تَجْتَمِعُ النَّحْلُ عَلٰی یَعْسُوْبِهَا فَاِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ: [اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ] فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَهَا لَمْ یَضُرَّهٗ. (۲)

جب تم میں کا کوئی شخص مسجد سے نکلتا ہے تو ابلیس کے کارندے ٹوٹ پڑتے اور اچکنے کے لئے شور مچاتے ہوئے اکٹھا ہوتے ہیں جس طرح کہ شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے گرد جمع ہوتی ہیں، اس لئے جب تم میں سے کوئی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہوتا اور کہتا ہے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ" اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں ابلیس اور اس کے کارندوں (لشکروں) سے تو اس کے یہ کہنے کے بعد شیطان اسے کوئی ضرر نہیں پہونچاتا۔

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۸۶، ترمذی : ۳۱٤، وقال الترمذی : حدیث حسن

(۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی : ٥٤، اس کی سند ضعیف ہے

(باب-۳۰)

مسجد میں داخل ہونے کے بعد کا ذکر

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح (سبحان الله) وتہلیل (لا اله الاالله) وتحمید (الحمدلله) وتکبیر (الله اکبر) وغیرہ بکثرت کرنا اور زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث، علم فقہ اور تمام دیگر علوم شرعیہ کو پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِیْ بُیُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ الْأصَالِ، رِجَالٌ الخ. (النور: ۳۶)

ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح وشام وہ مرد۔ (الخ)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوبِ" (الحج: ۳۲)

اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

وَمَنْ یُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ" (الحج: ۳۰)

اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی حرمتوں کی سو وہ بہتر ہے اس کے لئے اپنے رب کے پاس۔

۹۱ - حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهٗ" (۱)

مسجد اسی کے لئے بنائی گئی ہے جو اس کے بنانے کا مقصد ہے۔

---

(۱) رواه مسلم فی صحیحه: ۵٦۹

۹۲ - حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس اعرابی (دیہاتی) سے جس نے مسجد میں پیشاب کیا تھا فرمایا:

''اِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لا تَصْلَحُ لِشَئٍ مِن هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذِرِ اِنَّما هِیَ لِذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَقِرَاءَةِ القرآن'' (۱)

یہ مساجد اس پیشاب وگندگی جیسی کسی چیز کے لئے مناسب نہیں، یہ تو صرف اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہے۔

(فصل)

اعتکاف کی نیت کرنا:

مسجد میں بیٹھے ہوئے شخص کے لئے اعتکاف کی نیت کرلینا مناسب ہے کیونکہ ہمارے نزدیک چند لمحوں کے لئے بھی اعتکاف درست ہے، بلکہ بعض شوافع حضرات تو اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی بغیر ٹھہرے مسجد کے اندر سے گذرتے ہوئے اعتکاف کی نیت کرے تو درست ہے اس لئے گذرنے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ اعتکاف کی نیت کرلیا کریں تاکہ اس کی فضیلت مذکورہ قول کے پیش نظر اسے حاصل ہوجائے۔

افضل یہ ہے کہ چند لحات ٹھہرے پھر گذر جائے وہاں بیٹھے ہوئے شخص کو چاہئے کہ اگر نیکی کی بات نظر آئے تو اس کا حکم دے اور اگر برائی نظر آئے تو اس سے روکے ـــــ یہ حکم یوں تو ہر انسان کے لئے ہے، خواہ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں، لیکن مسجد میں اس کا حکم اس کے احترام وتعظیم وشوکت ورفعت، صیانت وحفاظت کی وجہ سے زیادہ پختہ اور موکد ہے۔

ہمارے بعض علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور حدث یا مشغولیت یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے تو اس کے لئے یہ کلمات چار بار پڑھ لینا بہتر ہے۔ ''سُبحان اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ الّا اللّٰهُ، والله اکبر'' بعض سلف

(۱) رواہ مسلم فی صحیحہ : ۲۸۵

صالحین سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

(باب-۲۱)

مسجد میں خرید وفروخت یا گم شدگی کی آواز لگانے کی ممانعت:

۹۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: [لَا رَدَّهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ] فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ بِهٰذَا" (۱)

جب کوئی شخص کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کے لئے آواز لگاتے ہوئے سنے تو کہے: لا ردها الله عليك" اللہ تمہیں وہ واپس نہ دلائے، کیونکہ مساجد اس کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔

۹۴- صحیح مسلم ہی میں حضرت بریدۃؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں گمشدگی کا اعلان کرتے ہوئے کہا: سرخ اونٹ تک رسائی کے لئے کون میری مدد کرسکتا ہے "تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا وَجَدْتَ إنما بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لما بُنِيَتْ لَهُ" (۲)

نہ پاسکو، مساجد تو اسی چیز کے لئے بنائی گئی ہیں جو اس کے بنانے کا مقصد ہے۔

۹۵ - سنن ترمذی کتاب البیوع کے اخیر میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَإذا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُولُو: لَا رَدَّهَا

---

(۱) صحيح مسلم: ٥٦٨ (۲) صحيح مسلم: ٥٦٩

اللّٰہُ عَلَیْکَ"(۱)

جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو "لااَرْبَحَ اللّٰہُ تجارَتَکَ" اللہ تیری تجارت کو سودمند (نفع بخش) نہ بنائے، اور اگر کسی کو گمشدگی کا اعلان کرتے دیکھو تو کہو" لا ردھا اللہ علیک" اللہ تمہیں وہ واپس نہ دلائے۔

(باب-۲۲)

مسجد میں غیر اسلامی اشعار پڑھنے والوں پر بدعاء:

ایسے شخص پر بدعاء کرنا جائز ہے جو مسجد میں اشعار پڑھے جس میں نہ اسلام کی تعریف وتحسین ہو نہ زہد وتقویٰ کی بات اور نہ ہی اس کے اندر مکارم اخلاق کی تلقین ہو۔

۹۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَاَیْتموہ یَنْشُدُ شِعْراً فِی الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَهُ " فَضَّ اللّٰہُ فَاکَ" ثلاثا"(۲)

مسجد میں کسی کو شعر کہتے دیکھو تو اسے تین بار کہو "فض اللہ فاک" اللہ تیرا منہ توڑ دے۔

(باب-۲۳)

اذان کی فضیلت:

۹۷ - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوا

(۱) سنن ترمذی ۱۳۲۱، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۱۵۷، یہ حدیث ضعیف ہے

اِلّا اَنْ یَسْتَھِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَھَمُوا" (۱)

اگر لوگ اذان اور صف اول کی فضیلت کو جان لیں پھر اس کو پانے کے لئے انہیں مشقت اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو وہ مشقت برداشت کر کے اسے حاصل کرنے کو کوشش کریں۔

۹۸ - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَایَسْمَعَ التَّاذِیْنَ" (۲)

جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتے ہوئے (ریاح خارج کرتے ہوئے) بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے"

۹۹ - حضرت معاویہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

"اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ"(۳)

اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے اونچی گردن والے ہوں گے۔

۱۰۰ - حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا۔

"لَایَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا اِنْسٌ وَلَاشَیْءٌ اِلَّا شَھِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" (۴)

مؤذن کی آواز کو تا حد مسافت جو کوئی جن یا انسان یا کوئی اور چیز سنتی ہے وہ قیامت کے روز ضرور اس کے لئے گواہی دے گی۔

اذان کے فضائل میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، علماء شوافع کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت افضل ہے یا مؤذنی؟ اور اس میں چار اقول ہیں:

(۱) بخاری: ٦١٥، مسلم: ٤٣٧ (۲) صحیح البخاری: ٦٩٨، وصحیح مسلم: ٣٨٩
(۳) صحیح مسلم: ٦٠٩ (۴) صحیح بخاری: ٦٠٩

۱) سب سے زیادہ صحیح وراجح قول یہ ہے کہ اذان دینا افضل ہے۔

۲) دوسرا قول یہ ہے کہ امامت افضل ہے۔

۳) تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔

۴) اور چوتھا قول یہ ہے کہ انسان کو اگر اپنے اوپر مکمل اعتماد ہو کہ وہ امامت کے حقوق وتقاضے کما حقہ ادا کرسکتا ہے اور اس کی تمام صفات کا اپنے آپ کو حامل پاتا ہے تو امامت افضل ہے ورنہ مؤذنی۔

(باب-۲۴)

اذان کا طریقہ :

یادرکھیں کہ اذان کے الفاظ مشہور ہیں اور (فقہ شافعی میں) ترجیع سنت ہے (جبکہ احناف کے نزدیک سنت طریقہ اذان بلالی ہے جس میں ترجیع نہیں) اورترجیع یہ ہے: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر بآواز بلند کہنے کے بعد کلمہ شہادت یعنی: اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان محمدا رسول الله ، اشهد ان محمدا رسول الله کواتنا آہستہ کہے کہ خود یا جو اس کے بالکل قریب ہو وہ سن سکے، پھر اسی شہادت کے کلمہ کو بآواز بلند دہرائے اور بآواز بلند، اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله کہے۔اور تثویب بھی ہمارے نزدیک سنت ہے، اور تثویب یہ ہے کہ صرف فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دوبار ''الصلاة خير من النوم، الصلاه خير من النوم'' کہے، اورترجیع وتثویب کے بارے میں کئی مشہور حدیثیں وارد ہوئی ہیں (جو احناف کے نزدیک مؤول ہیں جو کسی خاص موقعہ سے کسی خاص فرد کو بعض مصلحتوں کے پیش نظر اس طرح کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے کہا تھا)

یادرکھیں کہ اگر کوئی اذان میں ترجیع یا تثویب کو چھوڑ دے تو اذا ہو جائے گی مگر وہ افضل

کوترک کرنے والا ہوگا۔

ایسے نابالغ بچے کی اذان جو امتیاز نہ رکھتا ہو درست نہیں اور احناف کے نزدیک نابالغ بچہ خواہ امتیاز رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اس کی اذان درست نہیں) اور نہ ہی عورت یا کافر کی اذان درست ہے، البتہ لڑکا اگر امتیاز رکھنے والا ہوشیار ہو تو اس کی اذان (فقہ شافعی میں) درست ہے۔

اگر کسی کافر نے اذان دی اور کلمہ شہادت کی ادائیگی کی تو صحیح و راجح مذہب کے مطابق یہ ادائیگی اس کے لئے موجب اسلام ہوگی، اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ کلمۂ شہادت کی اس طرح ادائیگی موجب اسلام نہ ہوگی، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسے شخص کی اذان درست نہیں، کیونکہ اگر اس کے اسلام کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو کلمہ شہادت سے پہلے کے کلمات اس کے اسلام لانے سے پہلے (حالت کفر میں) ادا ہوئے ہیں، اس بات کی جزئیات بے شمار ہیں جو فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں یہ مقام اس کو بیان کرنے کا نہیں۔

(باب-۲۵)

اقامت کا طریقہ:

(امام نووی اپنے مذہب شافعی کے مطابق فرماتے ہیں) میرے نزدیک وہ صحیح مذہب جس کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، یہ ہے کہ اقامت کے کلمات گیارہ ہیں، یعنی: اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاح، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةِ قد قامت الصلاة، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰه اَكْبر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، (احناف کے نزدیک اقامت کے کلمات بعینہٖ وہی ہیں جو اذان کے ہیں) واللہ اعلم

(فصل-۱)

اذان واقامت کا حکم:

یاد رکھیں کہ ہمارے علماء شوافع کے نزدیک اذان واقامت سُنت ہے خواہ جمعہ کے لئے

ہو یا غیر جمعہ کے لئے، البتہ بعض علماء شوافع کا قول ہے کہ یہ دونوں فرض کفایہ ہیں اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ جمعہ کے لئے تو فرض کفایہ ہے نہ کہ دیگر ایام واوقات کے لئے۔

اگر ہم اس کو فرض کفایہ مان لیں تو ایسی صورت میں اگر کسی شہر یا محلے والے اسے ترک کردیں تو اس کے ترک کرنے کی وجہ سے ان سے جنگ کی جائے گی اور اگر ہم اسے سنت قرار دیں تو صحیح مذہب کے مطابق ان سے قتال نہیں کیا جاسکتا ـــــــ بعض علماء شوافع کا خیال ہے کہ سنت ہونے کے باوجود ان سے قتال کیا جائے گا کیوں کہ یہ اسلام کا ایک واضح شعار ہے۔

(فصل۔۲)

اذان واقامت کے آداب:

اذان ٹھہر ٹھہر کر بلند آواز سے اور اقامت تیزی سے (جلدی جلدی) اور اذان کے بنسبت دھیمی آواز سے دینا مستحب ہے، بہتر ہے کہ مؤذن خوش الحان، ثقہ، امین اور اوقات سے باخبر اور نیک وصالح ہو، اذان واقامت حالتِ طہارت میں اونچی جگہ سے قبلہ رو ہو کر دینا مستحب ہے، اگر قبلہ رخ ہوئے بغیر یا قبلہ کی طرف پشت کر کے یا بیٹھ یا لیٹ کر یا حالتِ حدث وجنابت میں اذان دے تو اذان درست ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگا، جنبی کی کراہت محدث سے زیادہ سخت ہے، اسی طرح اقامت کی کراہت اذان کے بنسبت زیادہ بدترین ہے۔

(فصل۔۳)

اذان صرف نماز پنجگانہ ہی کے لئے مشروع ہے :

اذان صرف نماز پنجگانہ کے لئے ہی مشروع ہے مثلاً فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے لئے، یہ نمازیں خواہ اداء ہوں یا قضاء، مقیم ہو یا مسافر، منفرد ہو یا باجماعت حکم میں سب برابر ہیں اگر ایک شخص نے اذان دے لی تو یہی بقیہ لوگوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی اگر چند فوت شدہ نمازوں کی قضاء ایک وقت میں کر رہا ہے تو پہلی نماز کے لئے اذان کہے اور بقیہ ہر ایک کے لئے اقامت، اور اگر دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھ رہا ہے (جن کے نزدیک بعض

حالات میں جمع بین الصلاتین جائز ہے) تو پہلی کے لئے اذان کہے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ اقامت کہے ان پانچ فرض نمازوں کے سوا کسی اور نماز کے لئے بالاتفاق اذان مشروع نہیں۔

البتہ ان نمازوں میں بعض وہ ہیں جسے باجماعت ادا کرتے وقت "الصَّلاۃُ جَامِعَۃٌ" کہنا مستحب ہے جیسے عیدین، سورج گرہن، چاند گرہن اور استسقاء (طلب بارش) کی نماز اور بعض وہ ہیں جس میں یہ کہنا بھی مستحب یا مشروع نہیں جیسے عام نوافل اور فرض نمازوں کی سنتیں اور بعض وہ بعض وہ ہیں جس میں علماء کا اختلاف ہے جیسے نماز تراویح یا نماز جنازہ، میرے نزدیک زیادہ صحیح و راجح یہ ہے کہ تراویح میں "الصَّلاۃُ جَامِعَۃٌ" کہنا مستحب ہے نہ کہ نماز جنازہ میں۔

(فصل-۴)

اوقات اذان واقامت:

اقامت تب ہی صحیح ہے جب کہ وقت کے اندر ہو اور نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کر چکا ہو اور اذان اسی وقت درست ہے جب کہ نماز کا وقت ہو چکا ہو سوائے نماز فجر کے کیوں کہ (فقہ شافعی میں) فجر کی اذان دخول وقت سے پہلے بھی درست ہے البتہ (حضرات شوافع کے درمیان) اس میں اختلاف ہے کہ رات کا وہ کون سا حصہ ہے جس میں قبل از وقت فجر کی اذان درست ہوگی۔ میرے نزدیک زیادہ صحیح قول آدھی رات کے بعد جائز ہونے کا ہے ایک قول وقت سحر کا ہے اور ایک قول رات میں کسی بھی وقت کا ہے مگر یہ لغو ومہمل ہے، ایک قول دوتہائی شب کے بعد کا ہے، مگر راجح وچنیدہ قول پہلا ہے۔ (احناف کے نزدیک وقت سے پہلے اذان درست نہیں)

(فصل-۵)

عورتوں کی اذان واقامت کا حکم:

عورت اور خنثیٰ مشکل (ایسا ہجڑا جس کے مرد وعورت ہونے کی علامات برابر ہوں) کا

اقامت کہنا درست ہے، مگران کا اذان دینا جائز نہیں کیوں کہ ان کیلئے آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔

(باب-۲٦)

اذان واقامت کی آواز سننے والوں کو کیا کہنا چاہئے؟

اذان واقامت کی آواز سننے والوں کے لئے انہی الفاظ کا اعادہ کرنا مستحب ہے سوائے ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ'' اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ '' کے، کہ ان کلمات کے بعد '' لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه'' کہے، اور ''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کے بعد ''صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ'' کہے، بعض حضرات کا قول ہے کہ اس کے بعد ''صَدَقَ رَسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّم ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کہے۔

اقامت کے کلمات کے بعد ''اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا'' کہنا ماثور ہے اور ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدا رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کہا جائے پھر ''رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبّاً وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلاً وَّبِالْإِسْلَامَ دِيْناً '' کہے اور پوری اذان میں جب مؤذن کی متابعت اور کلمات اذان کو دہرانے سے فارغ ہو تو نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجے پھر کہے:

''اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَا ن الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْداً الَّذِیْ وَعَدْتَهٗ''

اے اللہ! اس ہمہ گیر دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب، آپ محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضل عطاء فرمائیں اور انہیں اس مقام پر فائز فرمائیں جس کا آپ نے وعدہ کر رکھا ہے'' (۱)

یعنی جس نے ان دعائیہ کلمات کو ادا کرلیا قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت واجب ہوگئی۔ اس دعاء کے بعد دنیا وآخرت سے متعلق جتنا چاہے اللہ سے دعاء کرے۔

---

(۱) ابوداؤد کی روایت میں ''الا حلت له الشفاعة يوم القيامة '' کا اضافہ ہے

۱۰۱ - حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ"

"جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے"

۱۰۲ - حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

"اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَايَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلٰى صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ بِهَاعَشْراً ثُمَّ اسْئَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوا اَنْ اَكُوْنَ اَنَاهُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ"

جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو پھر میرے اوپر درود وسلام بھیجو کیونکہ جو میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس کے بدلے دس بار اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ کی درخواست کرو کیوں کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے اور اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو اس کی رسائی ہوگی اور میری آرزو ہے کہ وہ بندہ میں بنوں تو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی درخواست کریگا اس کے لئے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

۱۰۳ - حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور سننے والا اس کے جواب میں "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہے، پھر مؤذن جب "اشهد ان لا اله الا الله" کہے تو وہ بھی "اشهد ان لا اله الا الله" کہے اور مؤذن جب "اشهد ان محمد رسول الله" کہے تو وہ بھی

اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہے پھر مؤذن جب "حی علی الصلاۃ " کہے تو وہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ " کہے، پھر مؤذن جب "حی علی الفلاح " کہے تو وہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہے، پھر مؤذن جب "اللہ اکبر اللہ اللہ اکبر " کہے تو وہ بھی "اللہ اکبر اللہ اللہ اکبر " کہے، اور جب مؤذن "لا الہ الا اللہ" کہے تو وہ بھی "لاالہ الا اللہ" کہے، اور یہ سارے کلمات دل سے کہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(۱)

۱۰۴ - حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے اذان کی آواز سنا اور کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا"غُفِرَلَهٗ ذَنْبُهٗ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ کے رب ہونے ،محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی وخوش ہوں، تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ایک روایت میں اس طرح ہے:

"مَنْ قَالَ حِيْنَ يُسْمَعُ الْمؤَذِّنَ : وَاَنَا اَشْهَدُ"(۲)

جس نے مؤذن کی آواز سن کر کہا :اور میں بھی گواہی دیتا ہوں۔

۱۰۵ - سنن ابی داوٗد میں حضرت عائشہؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مؤذن کو کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے سنتے تو فرماتے "وانا وانا" اور میں بھی گواہی دیتا ہوں، میں بھی گواہی دیتا ہوں)

۱۰۶ - حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من قال

---

(۱) صحیح مسلم :۳۸۵ (۲) صحیح مسلم :۳۸٦

حین یسمع النداء: جس نے اذا کی آواز سن کر کہا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ، آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃِ وَالْفَضِیْلَۃِ، وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہ"

حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ القیامۃ، تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی۔(۱)

۱۰۷ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مؤذن کو "حی علی الصلاۃ" کہتے ہوئے سنتے تو فرماتے: "اللھم اجلعنا مفلحین" اے اللہ تو ہمیں فلاح پانے والا بنادے۔(۲)

۱۰۸ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابوامامہ یا کسی دوسرے صحابہ رسول ﷺ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ نے اقامت کہتے ہوئے جب "قد قامت الصلاۃ" کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اقامھا اللہ و ادامھا" اللہ اسے قائم ودائم رکھے، البتہ اقامت کے باقی سارے الفاظ اسی طرح دہراتے جائیں جس طرح کہ اذان سے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کی روایت کی روایت میں بیان کیا گیا۔(۳)

۱۰۹ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ وہ جب مؤذن کو اقامت کہتے ہوئے سنتے تو فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآتِہٖ سُؤْلَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"

اے اللہ اس ہمہ گیر و مکمل دعوت اور قائم ہونے والی اس نماز کے رب، درود وسلام بھیج محمد ﷺ پر اور قیامت کے دن ان کی مطلوبہ شئی انہیں عطا فرما۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری: ٦١٤ (۲) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۹۰
(۳) ابواؤد: ٥٢٨ (۴) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۱۰۳

(فصل)

حالت نماز میں اذان کا جواب دینے کا حکم :

اگر نماز کی حالت میں مؤذن کو اذان دیتے یا اقامت کہتے ہوئے سنے تو اس کا جواب نہ دے، البتہ سلام پھیرنے کے بعد اس کا جواب غیر نمازی کی طرح دے، اگر نماز کے اندر اس نے جواب دیدیا تو مکروہ ہوگا، مگر نماز باطل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر وہ اذان و اقامت کو قضاء حاجت کی حالت میں سنے تو اس حالت میں جواب نہ دے، بلکہ فارغ ہوکر باہر آجانے کے بعد دے۔

ہاں اگر قرآن کی تلاوت کررہا ہے، یا تسبیح پڑھ رہا ہے، یا حدیث یا کسی اور دینی علوم میں مشغول ہے تو اسے ترک کرکے پہلے اس کا جواب دے پھر اپنے ذکر میں مشغول ہوجائے۔ کیونکہ مشغول رہنے سے جواب دینا فوت ہوجائے گا جبکہ وہ ذکر جس میں وہ مشغول تھا عموماً اس کے فوت ہونے کا خطرہ نہیں۔

اگر کوئی شخص مؤذن کی متابعت نہ کرسکے (اور اس کے ساتھ کلمات اذان و اقامت کو نہ دہراسکے) یہاں تک کہ مؤذن اذان یا اقامت سے فارغ ہوجائے تو بھی مستحب ہے کہ فراغت کے بعد ہی اس کا تدارک کرلے بشرطیکہ زیادہ وقفہ نہ گذرا ہو۔

(باب-۱۷)

اذان کے بعد کے اذکار:

۱۱۰ - حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ"(۱)

اذان و اقامت کے درمیان دعاء رد نہیں کی جاتی، یعنی ضرور قبول کی جاتی ہے۔

---

(۱) دیکھیں: سنن ابی داؤد: ۱/۵۲، سنن ترمذی: ۲۱۲؛ عمل الیوم للنسائی: ۶۷ عمل الیوم لابن سنی: ۱۰۰، اسے امام ترمذی نے حدیث صحیح قرار دیا ہے۔

اورترمذی کی روایت جوکتاب الدعوات:۳۵۹۴ میں آئی ہےاس کےاندر یہ اضافہ بھی ہے۔

قَالُوا : فَمَاذَا نَقُوْلُ يَارَسُول اللّٰه ؟ قَالَ : سَلُو اللّٰهَ الْعَافِيَةِ فِي الدُّنْيَاوَ الْآخِرَةِ"

صحابہ نے عرض کیا،تو اے اللہ کے رسول ہمیں کیا کہنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:تم اللہ سے دنیاوآخرت میں اپنی عافیت مانگو۔

۱۱۱ - حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول مؤذن لوگ تو ہم سے آگے نکل گئے (فضیلت میں) آپ ﷺ نے فرمایا:

"قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهُ"(۱)

جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو،اور جب ختم کروتو اللہ سے مانگو(دعاء کرو) دیے جاؤ گے۔

۱۱۲ - سنن ابی داؤد ہی میں کتاب الجہاد کے اندر بسند صحیح حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثِنْتَانِ لَاتُرَدَّان، اَوْقَال : مَاتُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عند النِدَاء وَعِنْدَ البأسِ، حِيْنَ يُلْجِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا"

دودعائیں کبھی ردنہیں کی جاتیں،راوی کوشک ہے کہ لاترد ان کہایا ماترد ان،(نفی کا صیغہ استعمال کیایانہی کا)اذان کے وقت کی دعاء اور جنگ کے وقت کی دعاءجبکہ ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں۔

میراخیال ہے کہ بعض روایات میں يُلْحِمُ "حاء" کے ساتھ ہےاور بعض میں "جیم" کے ساتھ دونوں کامفہوم واضح ہے یعنی ایک دوسرے میں گھ جانا۔

---

(۱)دیکھیں: سنن ابی دائود: ۲۵٤۰، ولم يضعفه

(باب-۲۸)

فجر کی سنت کے بعد دعاء:

۱۱۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوالملیح (جن کا نام عامر بن اسامہ ہے) کی روایت اپنے والد سے ہے کہ انہوں نے فجر کی دو رکعت نماز سنت ادا کی جبکہ نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے قریب ہی ہلکی سی دو رکعت نماز ادا کی پھر نبی کریم ﷺ کو بیٹھے بیٹھے تین بار پڑھتے ہوئے سنا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَاسرافِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَمُحَمَّدٍ النبی صلی الله علیه وسلم- اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ ثَلاثَ مراتٍ" (۱)

اے جبریل، اسرافیل، میکائیل اور پیغمبر محمد ﷺ کے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں جہنم کی آگ سے۔

۱۱۴ - اور اسی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ صَبِیْحَةَ یَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أَسْتَغْفِرُ اللّٰه الَّذِیْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هو الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاتُوبُ اِلَیْهِ ثَلاث مراتٍ غَفَرَ اللّٰهُ تَعالٰی ذُنُوبَهٗ وَلَوْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" (۱)

جس نے جمعہ کی صبح میں فجر کی نماز سے پہلے تین بار یہ کلمات کہے، "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو "حی وقیوم" ہے اور اسی کی طرف توبہ کے ذریعہ رجوع ہوتا ہوں تو، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہو بخش دیتا ہے۔

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن سنی: ۱۰۱، وقال الحافظ حدیث حسن۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۸۲، قال الحافظ: حدیث غریب وسنده ضعیف وله شاهد حسن عند الترمذی وابی دائود۔

(باب-۳۰)

صف میں ملنے کے وقت کی دعاء :

۱۱۵ - حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نماز کو آیا، نبی کریم ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، جب وہ صف میں ملا تو اس نے کہا :

"اَللّٰھُمَّ آتِنِی اَفْضَلَ مَاتُؤتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ"

اے اللہ تو اپنے نیک بندوں کو جو عطاء فرماتا ہے اس سے افضل مجھے عطا فرما۔

جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: "مَنِ الْمُتَکَلِّمُ آنِفاً" ابھی کس نے بات کی تھی، اس شخص نے جواب دیا میں نے اے اللہ کے رسول: تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَنْ یُعْقَرَجَوادُکَ وَتَسْتَشْھِدُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ"(۱)

پھر تو تیرے گھوڑے کی کوچ کاٹی جائیگی اور تو اللہ کے راستہ میں شہید ہوگا۔

نوٹ: اس کے اندر جہاد کی فضیلت وعظمت کا ذکر ہے کہ یہ عبادت فضائل میں سب سے افضل عبادت ہے، یہ وہ فضیلت ہے جسے اللہ اپنے نیک بندوں کو عطاء کرتا ہے، مگر پہلے گزر چکا ہے کہ یہ اور اس طرح کی احادیث مختلف احوال پر محمول ہیں ورنہ درحقیقت نماز تمام اعمال سے خواہ جہاد ہو یا کچھ اور افضل وبرتر ہے، اس کی کچھ تفصیل فضائل ذکر میں گزر چکی ہے کہ ذکر افضل ہے یا جہاد۔

اس حدیث کی روایت امام نسائی وابن سنی نے نیز امام بخاری نے تاریخ کے اندر محمد بن مسلم بن عائذ کی سیرت میں نقل کیا ہے۔

---

(۱) عمل الیوم للنسائی :۹۳، عمل الیوم لابن سنی :۱۰۴، بخاری فی تایحه : ٦٩٦، ترجمه محمد بن مسلم بن عائذ

(باب-۳۰)

نماز کے لئے جب کھڑا ہو تو کیا کہے :

۱۱۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ام رافع سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے پر اللہ عزوجل مجھے خوب اجر دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أُمَّ رَافِعٍ إِذَا قُمْتِ إِلَى الصَّلَاةِ فَسَبِّحِيُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَشْراً وَهَلِّلِيهِ عَشْراً، وَاحْمَدِيهِ عَشْراً وَكَبِّرِيهِ عَشْراً، وَاسْتَغْفِرِيهِ عَشْراً فَإِنَّكِ إِذَا سَبَّحْتِ، قَالَ: هٰذَا لِيُ، وَإِذَا هَلَّلْتِ قَالَ: هٰذَا لِيُ، حَمِدْتِ قَالَ: هٰذَا لِيُ، وَإِذَا كَبَّرْتِ قَالَ: هٰذَا لِيُ، وَإِذَا اسْتَغْفَرْتِ قَالَ: فَقَدْ فَعَلْتُ: (۱)

اے ام رافع جب تو نماز کے لئے کھڑی ہو تو دس بار تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہو، دس بار الحمد للہ کہو، دس بار لا الہ الا اللہ کہو، دس بار اللہ اکبر کہو، دس بار استغفار، (استغفر اللہ الخ) کہو کیونکہ تو جب پاکی بیان کریگی (سبحان اللہ کے ذریعہ) تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، یہ تو میرے لئے ہوا، اور تو جب لا الہ الا اللہ الخ کہے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ تو میرے لئے ہوا اور جب تو حمد بیان کریگی تو اللہ فرمائیں گے، یہ تو میرے لئے ہوا اور تو جب اللہ اکبر کے ذریعہ کبریائی بیان کریگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ تو میرے لئے ہوا اور تو جب مغفرت چاہے گی (استغفار کرے گی) تو

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۱۰۵ حدیث حسن

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، میں نے یقیناً کردیا، یعنی بخش دیا۔

(باب-۳۱)

اقامت کے وقت کی دعاء:

۱۱۷ - امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتاب ''الام'' میں اپنی سند سے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُطْلُبُوا اِسْتِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْتِقَاءِ الْجُيُوشِ ، وَاِقَامَةِ الصَّلاةِ وَنُزُولِ الْغَيْثِ''(۱)

دعاء کی قبولیت کے متلاشی رہو، (امیدرکھو) دشمن سے مڈبھیڑ، نماز کی اقامت اورنزول بارش کے وقت۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بہتوں کے بارے میں یاد ہے کہ وہ بارش وا قامت کے وقت دعاء کی قبولیت کی امید میں دعائیں کیا کرتے تھے۔

(۱) الام : ۲۲۳/۱، حديث مرسل اومعضل وله شاهد عندابی دائود : ۲٥٤٠

کتاب اذکار الصلاۃ

(باب-۱)

نماز میں داخلے کے وقت کے اذکار

یہ وسیع ترین باب ہے، اس کے اندر بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، اور اس کی جزئیات بہت زیادہ ہیں، جو کتب فقہ میں مذکور ہیں ہم اس جگہ اس کے اصول و مقاصد کا ذکر کریں گے، اس کی باریکی یا انفرادیت سے پہلوتہی کریں گے، کیونکہ یہ کتاب بیان دلائل کے لئے نہیں اس کے اندر تو صرف اس کا ذکر ہے جس پر عمل کرنا چاہئے۔

(باب-۲)

تکبیر تحریمہ کا حکم

یادرکھیں کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، خواہ فرض ہو یا نفل، امام شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک تکبیر کہنا نماز کا جز اور اس کا ایک رکن ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط ہے اس کا جزء نہیں۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں، اللہ اکبر، یا اللہ الأکبر، یہ دونوں الفاظ امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ، وغیرہما کے نزدیک جائز ہیں، امام مالک نے دوسرے لفظ کی ممانعت کی ہے، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ انسان پہلے لفظ یعنی اللہ اکبر ہی کے ذریعہ تکبیر کہے، تاکہ اختلاف سے بچا

رہے ان دونوں الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ کے ذریعہ تکبیر کہنا امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ،اس لئے اگر کوئی شخص اللہ العظیم ،اللہ المتعال ،اللہ اعظم یا اجل یا اعز یا اس کے مشابہ الفاظ کے ذریعہ تکبیر کہے تو امام شافعی کے نزدیک اس کی نماز درست نہیں ،مگر امام ابو حنفیہ علیہ الرحمہ کے نزدیک درست ہے ،اور اگر ''اکبر اللہ'' کہے تو شوافع کے نزدیک صحیح قول کے مطابق نماز درست نہیں ہوگی ،اور بعض حضرات شوافع کا خیال ہے کہ درست ہو جائیگی ،جس طرح کہ نماز کے اخیر میں ''علیک السلام '' کہنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

تکبیر ہو یا دیگر اذکار یہ تب ہی صحیح ہے ،جب کہ اس کی ادائیگی زبان سے اس طرح کی جائے کہ تلفظ کرنے والا اگر اس کے سماع میں خلل نہ ہو تو خود سن لے ،اس کی تفصیل شروع کتاب کے تمہیدی فصلوں میں گذر چکی ہے۔

اگر گونگا ہے یا اس کی زبان میں کوئی عیب یا عارضہ ہے تو بقدر استطاعت زبان کو حرکت دے ،اور اس طرح ہلانے کے بعد اس کی نماز درست ہو جائیگی۔ جو شخص عربی الفاظ کی ادائگی پر قادر ہو ،اس کے لئے غیر عربی الفاظ میں تکبیر کہنا درست نہیں ،البتہ جو اس پر قادر نہ ہو ،اس کے لئے جائز ہے ،مگر اس پر عربی سیکھنا واجب ہے ،اور اگر وہ اس کے سیکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی نمام درست نہیں ہوگی ،جتنی مدت اس نے کوتاہی میں گذارا ،ان تمام مدتوں کی نماز کو لوٹانا اس پر واجب ہے۔

تکبیر تحریمہ کی ادائیگی میں صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کو نہ کھینچا جائے اور نہ طول دیا جائے بلکہ بلا تکلف عجلت کے ساتھ اسے ادا کر دیا جائے ،بعض حضرات نے کھینچ کر ''مد'' کے ساتھ ادا کرنے کو کہا ہے ،مگر پہلا قول ہی صحیح ہے ——— باقی تکبیرات کو صحیح قول کے مطابق اتنا کھینچنا مستحب ہے کہ اس کے بعد دوسرے رکن تک اسے کہتے ہوئے پہونچ جائے۔ بعض حضرات نے ان تکبیرات کو بھی کھینچ کر کہنے سے منع کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جس جگہ کھینچا جاتا ہے اسے اگر نہ کھینچے یا جسے نہ کھینچا جاتا ہے اسے کھینچ کر ادا کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی ،صرف افضیلت کو ترک کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھیں کہ ''مد''

کا (یعنی کھینچ نے کا) مقام لفظ ''اللہ'' میں لام کے بعد ہے، اس کے علاوہ حروف میں مد نہیں ہے۔

(فصل)

تکبیر بآواز بلند کہنا چاہئے :

امام کے لئے تکبیر تحریمہ یا دیگر تکبیرات کا زور سے کہنا سنت ہے تا کہ مقتدی اسے سن سکے، اور مقتدی اسے اتنا آہستہ کہے کہ خود سن لے ــــــــ اگر مقتدی زور سے یا امام آہستہ سے تکبیر کہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی تکبیر کو صحیح طور پر ادا کرنیکا اہتمام رکھے، جہاں مد نہ کرنا ہو نہ کرے، اگر ''اللہ'' کے الف (ہمزہ) کو مد کے سات کھینچ کر یا ''اکبر'' کے یاء کو اشباع کے ساتھ (امالہ کے ساتھ) اس طرح پڑھے کہ ''اکبار'' ہو جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔

(فصل)

نماز میں تکبیرات کی تعداد:

دو رکعت والی نماز میں گیارہ تکبیرات تین رکعت والی میں سترہ تکبیرات، اور چار رکعت والی میں بائیس تکبیرات مشروع ہیں، کیونکہ ہر رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں ایک رکوع کے لئے چار دونوں سجدوں میں جانے اور اس سے اٹھنے کے لئے اور ایک تکبیر تحریمہ اور ایک تشہد اول سے اٹھتے ہوئے۔

پھر یہ تمام تکبیرات سنت ہیں، اس لئے اگر کوئی جان بوجھ کر یا بھول سے اسے ترک کر دے تو نہ اسکی نماز باطل ہوگی، نہ ایسا کرنا حرام ہوگا، اور نہ ہی اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا، البتہ تکبیر تحریمہ (فرض یا شرط ہونے کی وجہ سے) ضروری ہے اس کے بغیر بالاتفاق نماز درست نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

(باب-۳)

تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعاء

تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھنے والی دعاؤں کے بارے میں متعدد احادیث میں مختلف دعاؤں کا ذکر آیا ہے، ان تمام کے مجموعہ کا خلاصہ اس طرح سب کو جمع کر کے پڑھنا ہے۔

۱۱۸ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ، وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَالسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ ، جَمِيْعًا فَاِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَايَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَايَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّلَيْسَ اِلَيْكَ اَنَابِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" (۱)

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ ہی کے لئے بکثرت تعریفیں ہیں، اللہ کے لئے پاکی ہے، صبح وشام، میں اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیرتا ہوں جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، باطل ادیان کو چھوڑ کر دین کو اختیار کر کے اور اسلام کا متبع بن کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے

(۱) مسلم : ۱۰۶- ۱۷۷

نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز میری عبادت میری زندگی اور موت اللہ ہی سے اور اللہ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہان کا رب ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ تو ہی بادشاہ مطلق ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا معترف ہوں تو میرے سارے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہ بخشنے والا نہیں، اور تو مجھے سب سے اچھے اخلاق کی ہدایت دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی اس کی ہدایت نہیں دے سکتا، اور ہم سے اخلاق کی برائی کو دور فرما تیرے سوا اور کوئی اسے دور نہیں کرسکتا، میں حاضر ہوں اور تجھ سے خوش ہوں اور ساری بھلائی تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے اور ہم برائی تیری طرف منسوب نہیں کرتے، میں تیرے ہی سہارے ہوں اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، تیری ذات پاک و برتر ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے:

۱۱۹ - ''اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِی وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَایَایَ کَمَا یُنَقّٰی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ''(۱)

اے اللہ تو میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری فرما جس طرح کہ مشرق ومغرب کے درمیان فرمایا ہے، اے اللہ تو مجھے

---

(۱) صحیح بخاری: ۷۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۸

گناہوں سے دھوکر صاف کردے جس طرح سفید کپڑا گندگی سے
دھوکر صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ تو میرے گناہوں کو برف، پانی اور
اولوں سے دھودے۔

یہ ساری دعائیں صحیح احادیث رسول ﷺ سے ثابت ہیں، اس کے علاوہ بھی اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

۱۲۰ - حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" (۱)

میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اے اللہ، تیری حمد وثناء کے ساتھ تیرا
نام بہت برکت والا اور تیری شان بہت بلند و برتر ہے اور تیرے سوا
کوئی اور لائق عبادت نہیں۔

اس کی روایت امام ترمذی ابوداؤد ونسائی نے بسند ضعیف کی ہے اور ان حضرات کے علاوہ امام بیہقی نے بھی اس کی تخریج کرنے کے بعد اس کی اور ابوسعید خدری کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ" کے ساتھ نماز شروع کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت منقول ہے، مگر وہ سب کی سب ضعیف ہیں، اس میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جو حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تکبیر کہا پھر فرمایا:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ"

---

(۱) سنن ترمذی، ۲۴۳، سنن ابی داؤد :۷۷۶، سنن ابن ماجه :۸۰۶

(۲) دیکھئے : ابوداؤد : ۷۷۵، ترمذی :۲۴۲، نسائی، ۸۹۹، ابن ماجه، ۸۰۴، بیهقی : ۷/۳۴

میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اے اللہ تیری حمد وثناء کے ساتھ،
تیرا نام بہت برکت والا، اور تیری شان بہت بلند و برتر ہے، اور
تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۱۲۱ - بیہقی کی روایت ہے کہ حارثؒ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے :

"لَاإِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَعَمِلْتُ سُوْءًا
فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَجَّهْتُ وَجْهِیْ"(۱)

تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، میں نے
اپنے اوپر ظلم کیا اور برا عمل کیا، تو مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو تیرے
سوا کوئی اور بخش نہیں سکتا، میں اپنا رخ تیری طرف پھیرتا ہوں، الخ۔

یہ حدیث ضعیف ہے اس کے راوی "حارث اعور" ہیں، ان کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، امام شعبی فرماتے ہیں کہ حارث کذاب (جھوٹا) ہے، البتہ یحی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ اوپر کی حدیث میں ایک لفظ "وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ" آرہا ہے، کہ شر تیری طرف طرف نہیں، اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

تمام اہل حق، محدثین، فقہاء و متکلمین، صحابہ وتابعین اوران کے بعد والے تمام علماء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ ساری کائنات خیر ہو یا شر، نفع ہو یا نقصان سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، اوراس کی تقدیر ومشیت اور علم وارادے سے ہے، اور جب یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو اس حدیث کی تاویل ضروری ہے، علماء نے اس کے کئی جوابات تحریر فرمائے ہیں اس میں سے ایک مشہور قول جس کے قائل نضر بن شمیل اور ان کے بعد کے ائمہ ہیں یہ ہے کہ: اس کا مفہوم اسی طرح ہے: "کہ شر و برائی کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے"۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: "برائی نیکیوں کی طرح آپ کی طرف نہیں بھیجی جاتیں، بلکہ آپ

---

(۱) سنن بیہقی : ۷/ ۳۳

کی طرف نیکیاں اٹھا کر لے جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَالکَلِمُ الطیب یَصْعَدُہ“

تیسرا قول یہ ہے کہ برائی کی نسبت آپ کی طرف کرنا ادباً مناسب نہیں جیسے آپ کو خالق شر، (شر کو پیدا کرنے والا) کہنا مناسب نہیں، اگرچہ شر کا خالق بھی وہی ہے جس طرح کہ وہ خیر کا خالق ہے، یا جس طرح ”خالق خنزیر“ (سور کو پیدا کرنے والا) کہنا مناسب نہیں اگرچہ اس کا پیدا کرنے والا بھی وہی اللہ ہے۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ: ہم جسے شر کہ رہے ہیں یا شر سمجھ رہے ہیں وہ آپ کی حکمت کے اعتبار سے برائی نہیں، کیونکہ آپ کسی چیز کو بیکار و عبث پیدا نہیں فرماتے واللہ اعلم۔

(فصل)

یہ تمام دعائیں کس کیلئے مناسب ہیں اور کس کیلئے نامناسب:

یہ وہ اذکار ہیں جو شروع نماز کی دعاؤں میں وارد ہوئی ہیں، اس لئے تنہا نماز پڑھنے والوں کو یا اگر مقتدی اجازت دیں تو امام کو ان تمام دعاؤں کو بجالانا مستحب ہے اگر مقتدی کی اجازت نہ ہو تو امام کا اس کے ذریعہ نماز کو طول دینا مناسب نہیں، بلکہ صرف بعض دعاؤں پر ہی اکتفاء کرنا افضل ہے۔

امام یا ایسا منفرد جو ہلکی نماز پڑھنے کو ترجیح دے رہا ہو، اس کا ”إنی وجهت وجهی۔ من المسمین تک“ پر ہی اکتفاء کرنا مستحب ہے۔

یاد رکھیں کہ نماز فرض ہو یا نفل یہ اذکار ان سب میں مستحب ہیں، لہذا اگر اسے پہلی رکعت میں جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دے تو بعد والی رکعات میں اسے نہ پڑھے، کیونکہ اس کا مقام جو کہ پہلی رکعت کی ابتداء تھی، فوت ہو چکا ہے، اور اگر درمیان میں پڑھ لیتا ہے تو مکروہ ہوگا، نماز باطل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس نے تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد اسے ترک کر دیا یہاں تک کہ امام نے قراءت یا تعوذ شروع کر دیا تو بھی اس کا مقام فوت ہو گیا اب اسے نہ پڑھے، اور اگر پڑھ لیتا

ہے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

اگر مقتدی مسبوق ہے، درمیان کی کسی رکعت میں آکر امام کے ساتھ ملتا ہے تو شروع کرتے وقت اسے پڑھ لے بشرطیکہ اس میں مشغول ہونے سے سورہ فاتحہ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو، اگر اس کا خطرہ ہو تو اسے ترک کردے اور سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ وہ زیادہ مؤکد واجب ہے، (یہ مسلک شوافع میں ہے نہ کہ احناف کے نزدیک) جبکہ مذکورہ دعائیں سنت ہیں۔

اور اگر مقتدی امام سے قیام کے علاوہ کسی اور حالت میں ملے مثلاً رکوع سجود یا تشہد وغیرہ میں تو امام کے ساتھ تحریمہ باندھ کر وہی دعاء پڑھے یا ذکر کرے جو اس حالت میں امام پڑھ رہا ہے اور نماز شروع کرتے وقت کی دعاء استفتاح اس حالت میں یا اس کے بعد نہ پڑھے۔

نماز جنازہ کے اندر دعاء استفتاح کے مستحب ہونے یا نہ ہونے میں حضرات شوافع کے درمیان اختلاف ہے، اور صحیح قول کے مطابق مستحب نہیں ہے، کیونکہ نماز جنازہ مبنی بر تخفیف واختصار ہے ـــــــ یہ سمجھ لیں کہ دعاء استفتاح سنت ہے نہ کہ واجب، اس لئے اگر وہ چھوٹ جائے یا چھوڑ دے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں اسے آہستہ پڑھنا مستحب ہے، اگر زور سے پڑھ لے تو مکروہ ہوگا مگر نماز باطل نہیں ہوگی۔

(باب-۴)

دُعاء استفتاح کے بعد تعوذ پڑھنا:

دعاء استفتاح کے بعد تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم) پڑھنا بالاتفاق سنت ہے، اور یہ قراءت سے پہلے ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرآن فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم.

جمہور علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن کی تلاوت کا ارادہ ہو تو تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ ضرور پڑھ لیا جائے، اس کے منتخب الفاظ یہ ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم.

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے۔

نیز یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ"

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو خوب سننے والا اور خوب علم والا ہے، مردود شیطان سے۔

مگر مشہور منتخب قول پہلا ہی ہے۔

۱۲۲ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وبیہقی، وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں قراءت سے قبل کہا کرتے تھے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ"

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں، مردود شیطان اور اس کے غرور وساوس سے جنون وخطرات اور اس کے اشعار وفریب سے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

۱۲۳- "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَمِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ"(۱)

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی جو خوب سننے والا اور خوب علم والا ہے، مردود شیطان اور اس کے وساوس اس کے جنون تکبر، اور اس کے فریب وسحر سے۔

حدیث کی کتابوں میں اس کی تفسیر یوں آئی ہے کہ "همزه" سے مراد جنون، اور "نفخه" سے مراد کبر وغرور اور "نفثه" سے مراد اشعار ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: ابوداؤد: ۷۶۴-۷۷۵، ترمذی ۲۴۲، تحفہ: ۴۲۵۲، بحوالہ نسائی، ابن ماجہ: ۸۰۷، بیہقی: ۲/ ۳۵

(فصل)

تعوذ کا حکم:

تعوذ پڑھنا مستحب ہے نہ کہ واجب، اس لئے اگر اسے ترک کر دے خواہ عمداً ہو یا سہواً تو وہ گنہگار ہوگا نہ اس کی نماز باطل ہوگی اور نہ سجدہ سہو ضروری ہوگا، یہ تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل مستحب ہے، نماز جنازہ میں بھی صحیح قول کے مطابق یہ مستحب ہے، نماز سے باہر قرآن کی تلاوت کرنے سے ہر شخص کے لئے یہ بالاجماع مستحب ہے۔

(فصل)

مقام تعوذ

تعوذ پہلی رکعت میں بالاتفاق مستحب ہے، اگر پہلی رکعت میں نہ پڑھ سکے تو دوسری رکعت میں پڑھ لے، اگر اس میں نہ پڑھ سکے تو اس کے بعد پڑھ لے، اگر پہلی رکعت میں پڑھ چکا ہے تو دوبارہ دوسری رکعت میں پڑھنا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں علماء شوافع کے دو قول ہیں، اور صحیح قول یہ ہے کہ دوسری میں بھی مستحب ہے مگر پہلے کی تاکید زیادہ ہے۔

جس نماز میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے، اس میں تعوذ آہستہ کہے اور جس میں بآواز بلند کی جاتی ہے اس میں تعوذ آہستہ کہے یا بلند آواز سے؟ اس میں بھی علماء شوافع کا اختلاف ہے، کچھ علماء آہستہ پڑھنے کو کہتے ہیں، مگر جمہور علماء شوافع اور خود امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول یہ ہے کہ آہستہ یا زور سے پڑھنا یکساں ہے جس طرح چاہے پڑھے، امام شافعی کا یہ قول ”الام“ کی تصریح ہے، امام صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ زور سے پڑھنا سنت ہے اور یہ ”الاملاء“ کی تصریح“ ہے۔

انہی علماء میں سے بعضوں کا دو قول اور ہے، ایک یہ کہ بآواز بلند کہا جائے، اس کو عراقی علماء شوافع کے امام شیخ ابوحامد الاسفرارینی اور ان کے شاگرد محاملی وغیرہ نے درست قرار دیا ہے،

اور اسی پر حضرت ابو ہریرہؓ کا عمل تھا، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسے آہستہ کہا کرتے تھے، اور یہی آخری بات جمہور علماء شوافع اور احناف کے نزدیک زیادہ صحیح اور پسندیدہ ہے، واللہ اعلم۔

(باب-۵)

تعوذ کے بعد قراءت

نماز میں قرآن کی تلاوت ظاہری نصوص اور اجماع امت سے واجب ہے، ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اور سورہ فاتحہ پڑھنے پر قادر شخص کا دوسری آیات و سورتوں کا پڑھنا فاتحہ کے قائم مقام نہیں ہوگا، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"

وہ نماز کافی نہیں جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

(اس کی روایت ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی صحیحین میں بسند صحیح کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"

سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں۔

احناف کی رائے بھی یہی ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، نماز میں سورہ فاتحہ کے ساتھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا واجب ہے، کیونکہ یہ سورۂ فاتحہ کی ایک مکمل آیت ہے ——— سورۂ فاتحہ کو تمام حروف و تشدیدات کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، اس صورت میں چودہ تشدیدات ہیں، تین بسم اللہ ہیں اور باقی گیارہ اس کے بعد الحمد سے الضالین تک کسی ایک حروف شدہ میں بھی اگر کسی نے غلطی کی تو اس کی قراءت باطل ہو جائے گی۔

قرآن کو ترتیب سے پے در پے پڑھنا چاہئے، اگر ترتیب یا موالاۃ (پے در پے کرنا)

ترک کردے تو قراءت درست نہ ہوگی، البتہ سانس لینے کی حد تک قراءت کے درمیان خاموش رہنا عذر تصور کیا جائے گا، اگر مقتدی نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے دوران امام کے سجدہ تلاوت کرنے کے ساتھ سجدہ کیا یا آمین کے ساتھ آمین کہا، یا امام کی قراءت کے دوران رحمت کا سوال یا جہنم سے پناہ مانگی تو اسکی سورہ فاتحہ کی قراءت صحیح قول کے مطابق منقطع نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ان حالات میں معذور ہے۔

(فصل)

لحن کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھنا:

اگر سورہ فاتحہ لحن کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ اس کا مفہوم بگڑ جائے تو اس کی نماز باطل ہوجائیگی، اگر مفہوم نہ بگڑے تو قراءت درست ہوگی، مفہوم بگڑنے کی صورت یوں ہوسکتی ہے، کہ مثلاً ''اَنْعَمْتَ کو انعمتُ یا انعمتِ'' پڑھے، یا ''ایاک نعبدُ'' کو کاف کے زیر کے ساتھ پڑھے ـــــ اور مفہوم نہ بگڑنے کی صورت یوں ہے کہ مثلاً ''رب العالمین'' میں ب کو زبر یا پیش کے ساتھ پڑھے، یا ''نستعین'' میں دوسرے نون کو پیش کے بجائے زبر یا زیر کے ساتھ پڑھے۔

اگر ''ضالین'' کے ضاد کو ''ظاء'' کے مخرج سے پڑھتا ہے تو اس کی نماز راجح قول کے مطابق باطل ہوجائے گی الا اینکہ وہ ضاد کا مخرج تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ادا کرنے سے قاصر ہے، تو ایسی صورت میں اسے معذور سمجھا جائے گا۔

(فصل)

سورہ فاتحہ اچھی طرح نہ پڑھنے والے کا حکم:

اگر سورہ فاتحہ اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کے بعد دوسری آیت پڑھے اگر قرآن کا کچھ بھی حصہ نہ پڑھ سکتا ہو تو سورہ فاتحہ کے بقدر دوسرے اذکار تسبیحات، اور تحمید و تہلیل پڑھے،

اور اگر ان اذ کار و تسبیحات کو بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو اور تنگی وقت کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کی گنجائش نہ ہو تو قراءت کے بقدر کھڑا رہے، پھر رکوع کرے اور اس طرح اس کی نماز ادا ہو جائیگی، بشرطیکہ اس نے تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کی ہو۔

اگر اس نے تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی کی، تو نماز کو لوٹانا واجب ہوگا، بہر حال جب اسے تعلیم حاصل کرنے پر قدرت ہو، وہ سورہ فاتحہ کو سیکھے، اگر وہ سورہ فاتحہ کو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ادا کر سکتا ہو اور عربی میں ادا نہیں کر سکتا تو غیر عربی میں سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنا اس کے لئے جائز نہیں، بلکہ ایسی حالت میں اسے معذور شمار کیا جائے گا، اس کے بدلے وہ ان اذ کار و تسبیحات کو پڑھے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

(فصل)

سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت یا آیت ملانا :

سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا کسی سورت کا کچھ حصہ پڑھے، اور اس کو ملانا سنت ہے اگر کوئی شخص اسے ترک کردے تو اس کی نماز درست ہوگی اور اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا خواہ نماز نفل ہو یا فرض یا واجب۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے بعد کسی سورۃ یا آیت کو ملانا صحیح قول کے مطابق مستحب نہیں، کیونکہ یہ تخفیف و اختصار پر مبنی ہے، سورت ملانے میں نمازی کو اختیار ہے چاہے تو کوئی مکمل سورت پڑھے یا کسی سورت کا کچھ حصہ، البتہ بڑی سورت کے کچھ حصہ کو پڑھنے سے افضل چھوٹی مکمل سورت پڑھنا ہے، اسی طرح قرآن کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورت کا پڑھنا مستحب ہے (جبکہ احناف کے نزدیک واجب ہے) لہٰذا دوسری رکعت میں وہ سورت پڑھے جو پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورت کے بعد ہو، اور اگر اس کے برخلاف پڑھے تو (شوافع کے نزدیک) جائز مگر خلاف اولی ہے۔ سنت یہ ہے کہ کسی سورت کی قراءت سورہ فاتحہ کے بعد ہو اگر سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھ لے تو یہ سورت کا ملانا شمار نہ ہوگا۔

یادرکھیں کہ سورت ملانے کے استحباب کا ہم نے جو ذکر کیا ہے وہ امام منفرد یا ایسے مقتدی کے لئے ہے جو سری نماز میں امام کے پیچھے ہو، البتہ اگر نماز جہری ہے، جس میں امام باآواز بلند قراءت کررہا ہے تو اس میں اگر وہ امام کی آواز سن رہا ہے تو صرف سورۂ فاتحہ کے پڑھنے پر اکتفاء کرے، اور اگر امام کی آواز نہیں سن رہا، یا صرف اس کی گنگناہٹ سن رہا ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کے لئے سورت کا ملانا بایں طور مستحب ہے کہ دوسروں کو اس سے الجھن نہ ہو۔

احناف کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ہو یا کسی اور سورت کی قراءت نماز جہری ہو یا سری درست نہیں۔

(فصل)

مقدار قراءت:

سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کی قراءت کرے، اگر امامت کررہا ہو تو اس میں تخفیف سے کام لے کر ہلکی نماز پڑھائے الا اینکہ اسے علم ہو کہ مقتدی حضرات لمبی نماز کو ترجیح دیتے ہیں۔

اور یہ بھی سنت ہے کہ جمعہ کے روز فجر کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر سورۃ الٓمٓ تنزیل (السجدہ) اور دوسری رکعت میں "هل اتى على الانسان" (الدھر) پڑھے، اور دونوں سورتوں کو مکمل پڑھے ـــــــ بعض حضرات کا ان دونوں سورتوں کے بعض حصہ کی تلاوت پر اکتفاء کرنا خلاف سنت عمل ہے۔

عیدین اور استسقاء کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کے بعد سورہ "قٓ" اور دوسری رکعت میں سورہ "القمر" (اقتربت الساعة) پڑھنا مسنون ہے، اگر چاہے تو پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" اور دوسری رکعت میں "هل اتاك حديث الغاشية" پڑھے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ المنافقون پڑھنا سنت ہے، اور اگر چاہے تو پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلی" اور دوسری رکعت میں "ھل اتاک حدیث الغاشیہ" پڑھے یہ بھی سنت ہے، ان مواقع اور ان نمازوں میں سورت کے بعض حصوں پر اکتفاء کرنے سے پرہیز کرے ——— اگر تخفیف اور ہلکی نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو روانی سے جلد بازی کے بغیر پڑھے۔

نماز فجر کی دو رکعت سنت کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا" اور دوسری رکعت میں "قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء" پڑھنا سنت ہے، اگر چاہے تو پہلی رکعت میں "قل یاایھا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھے۔

۱۲۶ - صحیح مسلم میں دونوں طرح سے پڑھنا بسند صحیح نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، (۱) اور مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت، طواف کے بعد کی دو رکعت واجب، اور نماز استخارہ کی پہلی رکعت میں "قل یاایھا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھنا سنت ہے۔

(۱) دیکھئے: مسلم ۷۲۷-۷۲۶

۱۲۷ - وتر اگر تین رکعت پڑھ رہا ہے تو پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد "سبح اسم ربک الاعلی" دوسری رکعت میں "قل یاایھا الکافرون" اور تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

میں نے جو کچھ اس جگہ ذکر کیا ہے اس سے متعلق صحیح مشہور احادیث کتب صحاح اور دیگر کتب حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

اس کی شہرت کی بنا پر میں نے اس کے ذکر کو نظر انداز کر دیا ہے۔

(۱) دیکھئے: ابو داؤد: ۱۴۲۳-۱۴۲۴

(فصل)

پہلی رکعت کی قراءت کا تدارک دوسری رکعت میں کرنا:

اگر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ چھوٹ جائے تو دوسری رکعت میں سورہ منافقون کے ساتھ پہلے اسے پڑھے اسی طرح عیدین، استسقاء، وتر، فجر کی سنت وغیرہ میں جس کا ذکر اوپر ہوا، اگر پہلی رکعت کی مسنون سورت چھوٹ جائے تو دوسری رکعت کی سورت کے ساتھ پہلے اسے پڑھے تاکہ وہ نماز ان دونوں سورتوں سے خالی نہ رہ جائے اور اگر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ "المنافقون" پڑھ لیا تو دوسری رکعت میں (فقہ شافعی میں اس کی اجازت ہے نہ کہ فقہ حنفی میں) سورۂ جمعہ پڑھے اور "منافقون" کو دوبارہ نہ پڑھے، ایسا کیوں کرنا چاہیے؟ اس کی تفصیل مع دلائل میں نے "شرح المہذب" میں درج کردی ہیں۔

(فصل)

پہلی رکعت کو لمبا کرنا:

۱۲۸ - حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر یا دیگر نمازوں کی دوسری رکعت کو جتنا طویل کرتے اس سے کہیں زیادہ پہلی رکعت کو طول دیتے تھے، حدیث کے الفاظ ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الاُوْلٰى مَنَ الصبح وَغَيْرِها مَالَايُطَوِّلُ فِي الثانِيَةِ .

رسول اللہ ﷺ فجر اور غیر فجر کی نمازوں میں پہلی رکعت کو اتنا طویل کرتے تھے جتنا دوسری رکعت کو نہیں کرتے تھے۔

ہمارے بعض علماء شوافع نے اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا کہ اس کا مفہوم ہے "ان لا يطول الاولى على الثانية" پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے زیادہ طویل نہ کرے، لیکن محققین علماء نے اسی صحیح حدیث کی وجہ سے پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے بنسبت زیادہ

طویل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور ان سبھوں کا اتفاق ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعت پہلی اور دوسری رکعت سے چھوٹی و مختصر ہو ــــــــ اور صحیح بات یہ ہے کہ تیسری و چوتھی رکعت میں سورت ملانا مستحب ہے ہی نہیں، اور اگر مستحب کہا بھی جائے تو تیسری رکعت چوتھی کی طرح اور اس کے برابر ہوگی، بعض حضرات نے تیسری کو چوتھی سے قدرے لمبا کرنے کے بارے میں بھی کہا ہے۔

(فصل)

نماز میں جہر و اخفاء کا مقام:

تمام علماء کا اجماع ہے کہ نماز فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہر کیا جائے گا (باآواز بلند قراءت کی جائے گی) اور ظہر، عصر اور مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری و چوتھی رکعت میں آہستہ قراءت کی جائے گی۔ جمعہ عیدین، تراویح اور تراویح کے بعد وتر میں جہر کیا جائے گا، یہ امام و منفرد ہر ایک کے لئے مستحب ہے، البتہ مقتدی بالاجماع اس میں سے کسی کے اندر جہر نہیں کرسکتا۔

چاند گرہن کی نماز میں جہر کرنا، سورج گرہن کی نماز میں اخفاء کرنا نماز استسقاء (طلب بارش کی نماز) میں جہر کرنا اور نماز جنازہ دن میں ہو یا رات میں صحیح قول کے مطابق آہستہ پڑھنا مسنون ہے۔ اور دن کی نفل نمازوں میں جہر کرنا درست نہیں، سوائے ان نمازوں کے جس کا ذکر اوپر آیا یعنی عیدین و استسقاء کی نمازیں۔

رات کی نوافل کے بارے میں علماء شوافع کا اختلاف ہے کہ اس میں جہر ہوگا یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ جہر نہیں کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ کیا جائیگا، اور تیسرا راجح قول جسے قاضی حسین اور امام بغوی نے قول فیصل قرار دیا ہے، یہ ہے کہ نہ بالکل زور سے پڑھے اور نہ ہی بالکل آہستہ، بلکہ جہر و اسراء کے درمیان کا راستہ اختیار کرے (احناف کے نزدیک نمازی کو اختیار ہے، مگر آہستہ پڑھنا افضل ہے) اور اگر رات کی فوت شدہ نماز کی قضاء دن میں کر رہا ہے

یا دن کی فوت شدہ نماز کی قضاء رات میں کررہا ہے تو اس میں فوت کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا ، یا قضاء کے وقت کا؟ اس میں دو قول ہے، قول ظاہر یہ ہے کہ قضاء کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا اور دوسرا قول مطلقاً آہستہ پڑھنے کا ہے۔

(احناف کے نزدیک دن کی فوت شدہ نماز کی قضاء آہستہ پڑھ کر کریگا خواہ قضاء دن میں کررہا ہو یا رات میں، اور رات کی نماز کی قضاء خواہ دن میں کرے یا رات میں نمازی کو اختیار ہے کہ آہستہ پڑھے یا باآواز بلند، البتہ اس کی اصلی حالت پر یعنی جہر کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، اگر قضاء باجماعت کررہا ہے تو اعتبار فوت کے وقت کا ہے نہ کہ قضاء کے وقت کا)

یہ بات ذہن میں رہے کہ جہر کے اوقات میں جہر کرنا یا سر کے (آہستہ کے) اوقات سِرّ میں کرنا سنت ہے واجب نہیں، اگر سِرّ کی جگہ جہر کرے، یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھے تو اس کی نماز درست ہوگی، مگر مکروہ تنزیہی کا مرتکب ہوگا اور سجدہ سہو ضروری نہیں ہوگا، (احناف کے نزدیک چونکہ دن کی نماز میں سر کرنا اور رات کی نماز میں جہر کرنا واجب ہے، اس لئے اس کے برعکس کرنے کی صورت میں نماز کی درستگی کے لئے سجدہ سہو کرنا ضروری ہے) اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ نماز میں آہستہ پڑھنا خواہ قران کا ہو یا دیگر اذکار کا تب ہی معتبر ہے جبکہ کم از کم خود سن سکے اور سماع میں کسی خلل کے نہ ہونے کے باوجود اگر خود بھی نہ سن سکے تو اس قراءت یا ذکر کا اعتبار نہیں۔

(فصل)

نماز میں مشروع سکتوں کی تعداد:

شوافع کے نزدیک جہری نماز میں امام کے لئے چار سکتہ کرنا (تھوڑی خاموشی اختیار کرنا) مستحب ہے، ایک تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد دعاء استفتاح (نماز شروع کرنے کی دعاء پڑھنے) کے لئے دوسری سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد معمولی سکتہ فاتحہ اور آمین کے درمیان فصل کرنے کے لئے ، یعنی اس بات کے اظہار کے لئے آمین سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں تیسرے آمین کے بعد اتنا لمبا سکتہ

کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ سکے اور چوتھا سورہ کی قراءت سے فارغ ہوکر رکوع میں جانے کی تکبیر اور قراءت کے درمیان فصل کرتے ہوئے۔

فـــوٹ : شوافع کے مذکور قول کی کہ نماز میں چار سکتات ہیں، اس کی کوئی واضح دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں، اسی طرح امام مالک کا قول کہ نماز میں کوئی سکتہ نہیں اور امام پر دعاء استفتاح نہیں خلافِ سنت ہے، اس کے اندر صحیح وراجح قول دو ہیں، ایک یہ کہ نماز میں صرف ایک سکتہ ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء استفتاح پڑھنے کے لئے اور یہی احناف کا مذہب ہے ان کی دلیل یہ احادیث ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ فِی الصَّلَاةِ سَكَتَ هُنَیَّةً قَبْلَ اَنْ یَّقْرَأَ ، فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَرَأَیْتَ سُكُوْتَكَ بَیْنَ التَّكْبِیْرِ وَالْقِرَاءَةِ مَاتَقُوْلُ : قَالَ : اَقُوْلُ ، اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ كَمَا الخ"(۱)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو قراءت سے پہلے تھوڑی دیر رکتے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ تکبیر وقراءت کے درمیان اپنے سکوت میں کیا پڑھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں کہتا ہوں اے اللہ تو میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری فرما، (پھر پوری دعاء بالثلج والماء والبرد تک ذکر کیا)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم كَانَتْ لَهٗ سَكْتَةٌ اِذَا

(۱) متفق علیه ،واللفظ لمسلم بخاری ، ۱۳۲/۱ ، فتح الباری : ۷۴۴، مسلم ۹۶/۵

اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ.

کہ رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک سکتہ ہوا کرتا تھا جبکہ نماز شروع کرتے۔

اس کے علاوہ باقی سکتات کی حیثیت آیات کے درمیان توقف کرنے کی ہے، اور جن احادیث میں ایک سے زیادہ یا تین بار سکتہ کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد طویل سکتہ نہیں بلکہ سانس لینے کے بقدر دو آیتوں کے درمیان توقف والا سکتہ ہے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام فاتحہ کے بعد اتنا طویل سکتہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکے، اس کے بارے میں حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

"وَبِالْجملة: فَلَمْ يُنقَل عنه صلى الله عليه وسلم بِاسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَلَاضَعِيْف أنه كان سكت بعد قراءة الفاتحة حتى يقرأها من خلفه، وليس فى سكوته فى هذا المحل الا هذا الحديثُ المختلف فيه كما رأيتَ ولو كان يسكت هنا سكتة طويله يُدرك فيها قراءة الفاتحة لما اخفتى ذلك على الصحابة ولكان معرفتهم به ونقلهم اهم من سكتة الافتتاح"(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نہ کسی صحیح حدیث سے اور نہ ہی کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سورۂ فاتحہ کے بعد سکوت اختیار کرتے ہوں کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں، آپ کے سکوت سے متعلق صرف یہی حدیث ہے (حمید الطّویل والی) جو مختلف فیہ ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا، اگر آپ اس جگہ اتنا طویل سکتہ کبھی کرتے کہ اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکے تو یہ بات صحابہ سے مخفی نہیں رہتی، اور افتتاح کے سکتہ سے بڑھ کر انہیں اس کا علم ہوتا اور اس سے زیادہ

---

(۱) كتاب الصلاة وحكم تاركها لابن قيم: ۱۹۷-۱۹۸

اہمیت کے ساتھ اسے نقل کیا جاتا، مگر ایسا کسی بھی صحابی نے نہیں کیا۔
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ومعلوم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو کان یسکت سکتۃ تتسع لقراءۃ الفاتحۃ لکان ھذا مما تتوفر اللھم والدواعی علی نقلہ فلما لم ینقل ھذا احدٌ علم انہ لم یکن .

اور معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ اگر اتنا طویل سکتہ فرماتے کہ لوگوں کے لئے فاتحہ پڑھنے کی گنجائش ہوتی تو صحابہ اسے نقل کرنے کے لئے ضرور کمربستہ ہوتے، اور جبکہ کسی بھی صحابی نے اسے نقل نہیں کیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ثابت نہیں (بعد کی پیدا کی ہوئی بات ہے)

حافظ ابن تیمیہ آگے فرماتے ہیں:

فلو کانت الصحابۃ کلھم یقرأون الفاتحۃ خلفہ اما فی السکتہ الاول واما فی السکتۃ الثانیۃ لکان ھذا مما تتوفرا للھم والدواعی علی نقلہ ؟ فکیف ولم ینقل احد عن احد من الصحابۃ انھم کانوا فی السکتۃ الثانیۃ یقرأون الفاتحۃ مع ان ذلک لو کان مشروعا لکان الصحابۃ احق الناس بعلمہ فعُلِم انہ بدعۃ" (۱)

اگر سارے صحابہ نبی کریم ا کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے خواہ تکبیر تحریمہ کے بعد یا سورہ فاتحہ کے بعد تو اسے نقل کرنے کا ضرور اہتمام کیا جاتا، اور اس کے لئے صحابہ ضرور کمربستہ رہتے، پھر اس کے پڑھنے کی بات کیسے کہی جاسکتی ہے، جبکہ کسی نے بھی صحابی سے نقل نہیں کیا کہ وہ سکتہ ثانیہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوں، حالانکہ اگر یہ جائز و مشروع ہوتا تو لوگوں

(۱) دیکھئے: الفتاوی الکبیری لابن تیمیہ : ۲/ ۱۷۲

کے بہ نسبت صحابہ اس کا علم زیادہ رکھتے، اور وہ اس کے علم کے زیادہ حقدار و مستحق تھے تو اسی سے پتہ چلا کہ یہ سکوت بدعت ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

"ولم نعلم نزاعا بين العلماء انه لايجب على الامام ان يسكت ليقرأ المأموم الفاتحة ولم يستجبه أحمد ولا مالك ولا ابوحنيفه، وكذا جماهير العلماء لايستحبون ان يسكت الامام ليقرأ المأموم لان قراءة المأموم عندهم اذا جهر الامام ليست بواجبة ولامستحبة بل منهي ولم يُنتقل عنه صلى الله عليه وسلم أنه كان يسكت سكتة تتسع لقراءة الفاتحة ولا عن الاصحابة انهم كانوا في السكتة الثانية يقرأونها ولو كان مشروعا لكانوا احق الناس بعلمه فعلم انه بدعة"(۱)

ہمیں اس کا علم نہیں ہوسکا کہ کسی علماء کا اس میں اختلاف رہا ہو کہ مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کے لئے امام کا رکنا اور سکوت کرنا ضروری ہے، اسے نہ تو امام احمد نے پسند کیا ہے اور نہ ہی امام مالک و ابوحنیفہ و جمہور علماء نے یہ سب کے سب مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کے لئے امام کے سکوت کو ناپسند کرتے ہیں، کیونکہ ان سبھوں کے نزدیک امام جب بآواز بلند قراءت کرے تو مقتدی پر فاتحہ پڑھنا نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ ناجائز و ممنوع ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سے منقول وثابت ہے کہ آپ اتنا سکوت و توقف فرماتے ہوں کہ اس میں فاتحہ پڑھنے کی گنجائش ہو، اور نہ ہی کسی صحابہ سے منقول وثابت ہے کہ کسی نے اس سکوت میں فاتحہ

(۱) دیکھئے: الروض المربع شرح زاد المستنقع: ۲/ ۸۰ والفتاوی الکبری و مجموع الفتاوی

پڑھا ہو اگر اس کا پڑھنا جائز و مشروع ہوتا تو لوگوں کے بہ نسبت صحابہ کو یقیناً اس کا علم ہوتا (اور سکتہ جیسی معمولی بات کو نقل کرنے سے زیادہ اسے نقل کرنے کا اہتمام کرتے) الغرض اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا (یعنی مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کیلئے امام کا سکوت کرنا یا مقتدی کا اس میں فاتحہ پڑھنا) بدعت ہے۔

حمید الطّویل والی روایت جس میں سمرہ بن جندب اور عمران بن حصینؓ کا مکالمہ اور ابی بن کعب کے پاس مکاتبہ و محاکمہ کا ذکر ہے وہ حدیث مؤول ہے، نیز وہ مضطرب بھی ہے، کبھی اس کے راوی یہ کہتے ہیں کہ قراءت کے بعد رکوع میں جانے سے قبل سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بعد قراءت شروع کرنے سے قبل۔ بہر حال اگر اس کے اندر سکوت ہے بھی تو اس کی نوعیت سانس میں ٹھہراؤ پیدا کرنے کے لئے آیات کے درمیان کے توقف کے بقدر ہے، جسے ہم سکتہ کا نام نہیں دے سکتے۔

(فصل)

آمین کہنا مستحب ہے :

سورہ فاتحہ سے فراغت کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اس کے فضائل اور اس میں مخفی اجر عظیم سے متعلق بے شمار صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جو مشہور معروف ہیں سننے والا خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز سے باہر، ہر ایک کے لئے آمین کہنا مستحب ہے، اس کے اندر چار لغات ہیں، پہلا قول جو زیادہ مشہور و فصیح ہے ''آمین'' مد اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ دوسرا مد کے بغیر تخفیف کے ساتھ ہے، تیسرا قول امالہ کے ساتھ اور چوتھا قول مد اور تشدید کے ساتھ ''آمّین'' ہے۔

پہلے دونوں اقوال زیادہ مشہور ہیں دوسرے اور تیسرے قول کو واحدی نے ''البسیط'' کے شروع میں نقل کیا ہے، مگر صحیح و راجح قول پہلا ہی ہے، ان لغات کی تفصیل و تشریح اور اس کے مفہوم کی توضیح و تنقیح اور اس کے دلائل اور تمام متعلقہ امور کو میں نے اپنی کتاب ''تہذیب

الاسماء واللغات'' میں مفصل ذکر کردیا ہے۔

نماز میں آمین کہنا امام مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے مستحب ہے (شوافع وغیرہ کے نزدیک) جہری نماز میں امام یا منفرد آمین زور سے کہے اور شوافع کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مقتدی بھی خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ آمین زور سے کہیں (احناف کے نزدیک زور سے کہنا بلا کراہت جائز و درست ہے، البتہ آہستہ کہنا عام دعاؤں کی طرح افضل ہے) اور مستحب یہ ہے کہ مقتدی کا آمین کہنا امام کے آمین کے ساتھ ہو نہ پہلے ہو نہ بعد میں ـــــــ نماز میں آمین کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں امام و مقتدی دونوں کا قول ایک ساتھ بیک وقت ہو آمین کے علاوہ تمام جگہوں میں مقتدی کا قول امام کے کہنے کے بعد ہے۔

(فصل)

آیات رحمت وعذاب کی تلاوت کے وقت کیا کرنا چاہیئے:

نمازی یا غیر نمازی کے لئے سنت ہے کہ قرآن کی تلاوت کے دوران جب کوئی آیت رحمت آئے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے، اور جب آیت عذاب آئے تو جہنم اور اس کے عذاب اور ہر طرح کے شر و ناگواریات سے پناہ مانگے، اور ''الھم انی اسئلک العافیة'' اے اللہ میں آپ سے عافیت کی درخواست کرتا ہوں) یا اسی طرح کی دعائیں مانگے، اور جب اللہ کی پاکی بیان کرنے والی آیات آئے تو اللہ کی پاکی بیان کرے اور ''سبحانہ وتعالیٰ'' (اس کی ذات بلند و بالا ہے) ''تبارک اللہ رب العالمین'' اللہ کی ذات جو سارے جہان کا رب ہے عظیم ہے ''جلّت عظمةُ ربّنا'' (میرے رب کی عظمت بہت بڑی ہے) یا اس طرح کے تنزیہی و تعظیمی کلمات ادا کرے۔

۱۲۹ - حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِی صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثم مَضٰی فقلتُ یُصَلِّی بِھَا

فِی رکعةٍ فَمَضٰی فقلتُ یرْکَعُ بِهَا ، ثُمَّ افْتتح آل عِمْران فقراهَا ثُم افتتح النساء فقرأها ، یقرآ مُترسَّلا وَاِذَا مر بآیةٍ فِیها تسبیحٌ سَبَّحَ وَاِذَامَرَّ بسؤالٍ سأل ، واذا مرَّ بتعوُّذٍ تَعَوَّذَ"(۱)

ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا تو آپ ﷺ نے سورہ بقرہ شروع کیا میں نے سمجھا (شاید) سوویں آیت پر رکوع کریں گے مگر آپ آگے بڑھ گئے میں نے سوچا کہ ایک رکعت میں پڑھیں گے پھر آپ آگے بڑھ گئے تو میں نے سوچا اس کو ختم کر کے رکوع کریں گے، مگر آپ نے سورہ آل عمران شروع کیا اور پورا پڑھا پھر سورہ نساء شروع کیا اور پورا پڑھا، آپ ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتے اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں تسبیح ہوتی تو آپ تسبیح بیان کرتے جب کسی سوال والی آیت سے گذرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب کسی تعوذ والی آیت سے گذرتے تو تعوذ و پناہ مانگتے تھے۔

ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں کہ یہ تسبیح وسوال یا تعوذ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہر فرد کے لئے مستحب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر امام ہو یا مقتدی، جماعت سے ہو یا منفرد، فرض ہو یا نفل، کیونکہ یہ دعاء ہے لہٰذا آمین کی طرح اس کے اندر سب برابر ہیں۔

نوٹ : یہ مسلک امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہے، البتہ احناف و مالکیہ کے نزدیک فرض یا واجب نماز میں ایسا کرنا درست نہیں البتہ نفل میں جائز ہے، فرض یا واجب میں اس طرح کرنا نبی کریم ﷺ یا کسی صحابہ سے صحیح یا ضعیف کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں مذکورہ حدیث نفل کے بارے میں ہے)

اگر کوئی "الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین" پڑھے تو اس کے لئے "بلی وانا

(۱) دیکھیں: صحیح مسلم : ۷۷۲.

علی ذلک من الشاھدین" (ہاں بیشک: اور میں اس کا گواہ ہوں) کہنا اور اگر "الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی" پڑھے تو "بلی اشھد" (ہاں بیشک میں گواہی دیتا ہوں) کہنا اور اگر "فبأی حدیث بعدہ یؤمنون" پڑھے تو "آمنت باللہ" میں نے اللہ پر ایمان لایا کہنا اور اگر "سبح اسم ربک الاعلی" پڑھے تو "سبحانہ ربی الاعلی" میرے رب کی ذات جو کہ بلند و بالا ہے پاک ہے" کہنا مستحب ہے۔

اور (مسلک شافعی میں) ان تمام اذکار و تسبیحات کو نمازی و غیر نمازی سب کہے گا، اس کے دلائل میں نے کتاب "التبیان فی آداب حملة القرآن" میں ذکر کر دیئے ہیں۔

(باب-٦)

رکوع کے اذکار:

نبی کریم ﷺ سے واضح طور پر صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں کہ آپ ﷺ رکوع کے لئے تکبیر کہتے تھے، اور یہ کہ اس وقت تکبیر کہنا سنت ہے، اس کو ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور نماز (درست ہو جاتی) باطل نہیں ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے، یہی حکم نماز کی ساری تکبیرات کا ہے، سوائے تکبیر تحریمہ کے کہ یہ نماز کا ایک رکن ہے (احناف کے نزدیک شرط ہے) اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔

نماز کے اندر تکبیرات کی تعداد کا ذکر اس سے قبل "نماز میں داخل ہوتے وقت کے اذکار میں آچکا ہے، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا ایک قول یہ ہے کہ ساری تکبیرات واجب ہیں۔ ان تکبیرات کو مد کے ساتھ (کھینچ کر) ادا کرنا چاہیئے یا بغیر مد کے؟ اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں صحیح اور قول جدید یہ ہے کہ رکوع کی حد کو پہونچنے تک کھینچنا مستحب ہے اس کے بعد تسبیح میں مشغول رہے تا کہ نماز کا کوئی حصہ ذکر سے خالی نہ رہے، بخلاف تکبیر تحریمہ کے کہ صحیح قول کے مطابق اس میں مد کے بغیر تکبیر کہنا مستحب ہے، کیونکہ اس وقت جلدی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس وقت اس کو کھینچنے سے حضور قلب اور نیت میں دشواری ہوسکتی ہے، جبکہ اختصار

کے ساتھ اسے ادا کرنے میں نیت باندھنے میں اسے آسانی ہوگی۔ باقی تکبیرات کا حکم اسی طرح ہے جس کا ذکر اوپر آیا، اور اس کی تفصیل تکبیر تحریمہ کے بیان میں پہلے گذر چکی ہے۔

(فصل)

رکوع کی تسبیح کا بیان:

جب رکوع کی حد کو پہونچ جائے تو رکوع کے اذکار میں مشغول ہو جائے اور تین بار کہے، "سبحان ربی العظیم" پاک ہے عظمت والا میرا رب۔

۱۳۰ - صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے طویل رکوع میں جو سورہ بقرہ ونساء، وسورۃ آل عمران کی تلاوت کے بقدر طویل تھا، یہ کلمات یعنی "سبحان ربی العظیم" کہا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ اس طویل رکوع میں اسے مسلسل دہراتے رہے، جیسا کہ اس کی صراحت ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں موجود ہے۔ (۱)

۱۳۱ - دیگر کتب سنن میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم ثلاثا فقدتم رکوعه. (۲)

جب تم میں سے کوئی تین بار سبحان ربی العظیم کہے تو اس کا رکوع پورا ہو گیا۔

۱۳۲ - صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں کہا کرتے تھے۔

"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" (۳)

اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اے ہمارے رب تیری حمد

---

(۱) دیکھئے: مسلم: ۷۷۲، ابو داؤد: ۸۷۱

(۲) ابوداود: ۸۸۶، ترمذی: ۲۶۱، وابن ماجہ: ۸۹۰

(۳) صحیح مسلم: ۷۷۱

وثناء کے ساتھ، اے اللہ تو مجھے بخش دے۔

۱۳۴ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ ، وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ" (۱)

اے اللہ تیرے ہی لئے میں نے رکوع کیا اور تجھ ہی پر ایمان لایا، اور تیری ہی فرمانبرداری کی، میرا کان، میری نگاہ، میرا سر، میری ہڈی اور میرا پٹھا سب تیرے سامنے سرنگوں ہے۔

اور دیگر کتب سنن میں اس طرح مروی ہے:

"خَشَعَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَمَاستَقَلَّتْ بِه قَدَمَيَّ الله رب العالمين"(۲)

میرا کان، آنکھ، دماغ، ہڈی اور ہر وہ چیز جس کو میرے دونوں قدم، اٹھائے ہوا ہے، اللہ رب العالمین کے لئے سرنگوں ہے۔

۱۳۵ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں کہا کرتے تھے۔

"سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ" (۳)

بڑا ہی پاکی والا، بڑا ہی تقدس والا ہے فرشتوں اور روح کا رب ہے۔

اہل لغت کہتے ہیں کہ سبوح وقدوس، سین وقاف کے پیش اور زبر دونوں طرح جائز ہے، مگر بہتر اور مشہور قول پیش کے ساتھ ہے۔

۱۳٦ - حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ لِلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَقَامَ فَقَرأَ

---

(۱) صحیح مسلم : ۷۷۱

(۲) ابو داؤد : ۷٦۰، ترمذی : ۳۴۲۱، ونسائی : ۱۰۵۰

(۳) صحیح مسلم : ۴۸۷

سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ لَایَمُرُّ بِاٰیَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَالَ وَلَایَمُرُّ بِاٰیَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهٖ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ"

"سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ" "ثُمَّ قَالَ : فِيْ سُجُوْدِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ"(۱)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نماز کے لئے) کھڑا ہوا، آپ کھڑے ہوئے اور سورۃ بقرہ کی تلاوت کی، آپ جب بھی آیت رحمت سے گذرتے تو ضرور کہتے اور سوال کرتے، اور جب بھی آیت عذاب سے گذرتے تو ضرور رکتے اور پناہ مانگتے، حضرت عوف فرماتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے قیام کے بقدر ہی رکوع کیا، آپ رکوع میں کہہ رہے تھے "سبحان ذی الجبروت "العظمة" تک، اس کی ذات پاک ہے جو بڑا ہی طاقت وقدرت، حکومت و بادشاہت اور عظمت وکبریائی والا ہے، پھر آپ نے سجدہ میں بھی اسی طرح کہا۔

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی تخریج امام ابوداؤد ونسائی نے اپنی سنن میں اور امام ترمذی نے شمائل میں بسند صحیح کی ہے۔

۱۳۷ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فاما الرکوع فعظموا فیه الرب" رہی بات رکوع کی تو اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔(۲)

یاد رکھیں کہ یہی اخیر والی حدیث اس فصل کا مقصود وماحصل ہے، یعنی رکوع کے اندر کسی بھی لفظ کے ذریعہ اللہ رب العزت والجلال کی عظمت کو بیان کرنا، مگر افضل یہ ہے کہ ان تمام

---

(۱) ابوداؤد : ۸۷۳، نسائی : ۱۰۴۹، شمائل ترمذی: ۲۷۱، عن حذیفه

(۲) صحیح مسلم : ۴۷۹

اذکار کا احاطہ کرتے ہوئے پڑھے، بشرطیکہ دوسروں کو دشواری میں مبتلا کئے بغیر اس پر قادر ہو اور تسبیح کو اس پر مقدم رکھے ــــــــ اگر اختصار مقصود ہو تو مستحب ہے کہ صرف تسبیح پڑھے، اور اسکا ادنی درجہ تین بار پڑھنا ہے، اور اگر ایک ہی بار پڑھے تو اصل تسبیح کو بجالانے والا شمار کیا جائے گا، اور اگر بعض تسبیحات پر اکتفاء کرنا چاہے تو مستحب ہے کہ ایک وقت میں ایک تسبیح اور دوسرے وقت میں دوسری تسبیح پڑھے تاکہ پورے اوقات میں پوری تسبیحات کو پڑھنے والا اور بجالانے والا شمار ہو، اسی طرح ہر باب کے اذکار و وظائف میں عمل کرنا مناسب ہے۔

یاد رکھیں کہ رکوع کے اندر ذکر کرنا ہمارے جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے، اگر جان بوجھ کر یا بھول سے اسے ترک کردے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اور نہ وہ گنہگار ہوگا اور نہ ہی سجدہ سہو اس پر ضروری ہوگا۔

امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ واجب ہے اس لئے مصلی کے لئے مناسب ہے کہ وہ ان اذکار کی پابندی کرے کیونکہ اس کے حکم دئے جانے سے متعلق بصراحت احادیث موجود ہیں، مثلاً یہ حدیث:

"اما الركوعُ فَعَظِّمُوا فِيه الربَّ"

رہی بات رکوع کی تو اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔

اور اسی جیسی دوسری احادیث بھی منقول ہیں، نیز اس لئے بھی کہ اس طرح علماء کے اختلاف سے بچا جاسکتا ہے، واللہ اعلم۔

(فصل)

رکوع میں قرآن پڑھنے کا حکم:

رکوع وسجود میں قرآن کی تلاوت مکروہ ہے، اگر اس میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی دیگر آیاتِ قرآنی کو پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح اگر سورۂ فاتحہ پڑھے تو بھی صحیح قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی، بعض حضرات شوافع کا خیال ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳۸ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"نَھَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہ علیہ وسلم اَنْ اَقْرَأَ الْقُرآنَ رَاکِعاً اَوْسَاجِداً"(۱)

رسول اللہ ﷺ نے مجھے حالت رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۳۹ - صحیح مسلم ہی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلَا وَ اِنِی نُھِیْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاکِعاً اَوْسَاجِداً"(۲)

آگاہ ہو جاؤ کہ رکوع وسجود کی حالت میں قرآن پڑھنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔

(باب-۷)

رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا ذکر:

رکوع سے اپنے سر کو اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا سنت ہے، اگر کوئی شخص اس کے بجائے مَن حَمِدَ اللّٰہ سَمِعَ لَہٗ کہے تو اس کا یہ کہنا درست ہے اس کی تصریح خود امام شافعیؒ نے "الام" میں کی ہے اور جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو کہے:

"رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْہِ مِلْأَ السَّمٰوٰاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَابَیْنَھُمَا وَمِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْئٍ بَعْدُ اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ، لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَامَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"

اے ہمارے پالنہار تیرے ہی لئے ہے ڈھیر ساری اچھی

---

(۱) صحیح مسلم: ۴۸۰ (۲) صحیح مسلم: ۴۷۹

مبارک تعریفیں لبریز آسمان کے بقدر اور لبریز زمین کے بقدر اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں، اس کے لبریز ہونے کے بقدر اور اس کے بعد جس کسی چیز کو تو بھرنا چاہے اس کے بقدر، تو حمد وثناء اور بزرگیوں کا اہل وحقدار ہے جسے بندہ کہتا ہے، اور ہم میں کا ہر شخص تیرا بندہ اور غلام ہے، جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جو تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے بغیر نفع نہیں پہونچا سکتی۔

۱۴۰ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، حِيْنَ يَرْفع صلبه مِنَ الرّكوع ثُمَّ يَقُول وهو قائم ، رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ "(۱)

رسول اللہ ﷺ جب اپنی پشت رکوع سے اٹھاتے تو، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہتے اور جب برابر کھڑے ہوجاتے تو رَبَّنَالَكَ الْحَمْد کہتے تھے"

دوسری بعض روایتوں میں "واؤ" کے ساتھ "ربناولک الحمد" آیا ہے، اور دونوں طرح بہتر ہے، واؤ کے ساتھ صحیحین میں صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

۱۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

"أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رفع راسه قال[سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه رَبَّنَالَكَ الْحَمْد مِلْءَ السَّماواتِ وَمِلْا الارض وَمِلْا ماشِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدُ](۲)

(۱) صحیح بخاری : ۷۸۴، صحیح مسلم : ۳۹۲

(۲) صحیح مسلم : ۴۷۶

رسول اللہ ﷺ (رکوع سے) جب سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمد الخ"

۱۴۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ ، مِلْأَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْئٍ بَعْدُ ، اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَالَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الجدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"(۱)

۱۴۳ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اس طرح ہے:

رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرضِ وَ مَابَیْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْئٍ بَعْدُ"(۲)

۱۴۴ - صحیح بخاری میں حضرت رفاعہ بن رافع الزرقیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

کُنَّا یَوْماً نُصَلِّی وَرَاءَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا رَفَعَ رَاسَهُ مِنَ الرکعةِ قَالَ :[سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ] فَقَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ[رَبَّنَاوَلَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْهِ] فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : مَنِ الْمُتَکَلِّمُ ؟ قَالَ : اَنَا قَالَ بِضْعَةً وَثَلاثِیْنَ مَلَکاً یَبْتَدِرُوْنَ اَیُّهُمْ یَکْتُبُهَا اَوَّلُ "(۳)

ایک دن ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا، تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ، آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا: ربناولک الحمد کثیرا طیباً

---

(۱) صحیح مسلم : ۴۷۷ (۲) صحیح مسلم : ۴۷۸

(۳) صحیح بخاری : ۷۹۹

مبارکا فیہ، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے کہا تھا؟ اس شخص نے جواب دیا، میں نے! آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کررہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھے۔

(فصل)

ماثور دعاؤں کو اکٹھا کر کے پڑھنا:

ان تمام اذکار کو ملا کر یکجا پڑھنا جیسا کہ ہم پہلے رکوع کے بیان میں بتا چکے ہیں، مستحب ہے، اگر کوئی شخص ان میں سے بعض پر اکتفاء کرنا چاہے تو اسے، سمع الله لمن حمده اور "ربنا ولک الحمد ملأ السماوات وملاء الارض وما بينها ومِلأ ماشئت من شئی بعد" پر اکتفاء کرنا چاہئے، اور اگر کوئی حد سے زیادہ اختصار کرنا چاہئے تو کم از کم سمع الله لمن حمده، ربنا لک الحمد" کہے، اس سے کم نہ کہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ سارے اذکار امام مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے مستحب ہے، البتہ امام ان تمام دعاء واذکار کی ادائیگی کا اہتمام نہ کرے، البتہ اسے اگر مقتدیوں کے حالات کا علم ہو کہ وہ طوالت کو ترجیح دیتے ہیں تو طویل کرسکتا ہے۔

یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ اذکار سنت ہیں واجب نہیں، اس لئے اسے چھوڑنا، مگروہ تنزیہی ہے اس سے سجدہ سہو ضروری نہیں ہوتا اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قیام میں قرآن پڑھنا اسی طرح مکروہ ہے جس طرح حالت رکوع وسجود میں، واللہ اعلم۔

(باب-۸)

سجدہ کی دعائیں:

اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کی دعاء سے فارغ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے

تکبیر کہے اور پیشانی کو زمین پر ٹیکنے تک تکبیر کو کھینچے اور جیسا کہ ہم پہلے اس تکبیر کا حکم بیان کر چکے ہیں کہ یہ سنت ہے اس کو چھوڑ دینے سے نہ نماز باطل ہوتی ہے نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اور جب سجدہ میں پہونچ جائے تو سجدہ کی دعاء پڑھے جو بے شمار ہیں۔

۱۴۵ - ان میں سے ایک صحیح مسلم کی حضرت حذیفہؓ سے روایت کردہ حدیث ہے جس میں رکوع کے اندر نبی کریم ﷺ کا طریقہ مذکور ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

حِيْنَ قَرَأَ البَقَرَةَ وَالنِساءَ وَآلِ عِمرانَ فِي الركعةِ الواحدةِ لَايَمُرُّ بآيَةِ رَحْمَةٍ اِلّا سَأَل وَلابآيَةِ عَذَابٍ اِلااِسْتَعَاذَ قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، فَكَان سُجُودُهُ قَرِيْباً مِنْ قِيَامِهِ"(۱)

نبی کریم ﷺ نے جب ایک رکعت میں سورہ بقرہ وآل عمران ونساء کی تلاوت کی تو جب کسی آیت رحمت سے گذرتے تو رک کر رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی آیت عذاب سے گذرتے تو رک کر اس سے پناہ مانگتے، حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ میں آپ "سبحان ربی الاعلی" کہتے تھے، آپ کا سجدہ تقریباً قیام کے برابر تھا۔

۱۴۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے سجدہ میں اکثر کہا کرتے تھے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"(۲)

اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری حمد وثناء کے ساتھ، اے اللہ تو مجھے بخش دے"

۱۴۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ کی وہ روایت بھی ہے جو رکوع سے متعلق پہلے گذر

(۱) صحیح مسلم: ۷۷۲

(۲) صحیح بخاری: ۷۹۴، مسلم: ۴۸۴

چکی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں "سبوح وقدوس رب الملائکة والروح" کہا کرتے تھے۔(۱)

۱۴۸ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو کہتے:

"اَللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ، تَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ"(۲)

اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تیرے ہی سامنے سرنگوں ہوا، میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ ریز ہوا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی شکل بنائی اور اس کے آنکھ وکان کو شق کیا، (سننے ودیکھنے کے قابل بنایا) کیا ہی عظمت وبرکت والا ہے اللہ جو بہترین تخلیق کرنے والا ہے"

۱۴۹ - کتب سنن میں حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت کردہ صحیح حدیث نے طویل رکوع کیا آپ اس میں کہتے تھے: سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَةِ" (۳) اور آپ ﷺ نے سجدہ میں بھی اسی طرح کہا"

۱۵۰ - کتب سنن میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاِذَا سَجَدَ اَحَدُکم فَلْیَقُلْ : سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعْلٰی ثَلاثًا، وَذٰلِکَ اَدْنَاہ " (۴)

جب کوئی سجدہ کرے، تو سجدہ میں سبحان ربی الاعلی تین بار کہے اور یہ اس کا ادنی درجہ ہے۔

۱۵۱ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

(۱) صحیح مسلم : ۴۸۷ (۲) صحیح مسلم : ۷۷۱

(۳) ابوداؤد : ۸۷۳، نسائی : ۱۰۴۹

(۴) ابوداؤد : ۸۸۶، ترمذی : ۲۶۱، ابن ماجه : ۸۹۰، حدیث حسن

ایک رات تلاش کیا پھر محسوس کرلیا کہ آپ حالتِ رکوع یا حالتِ سجود میں ہیں، اور آپ کہہ رہے تھے، "سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" (۱)

۱۵۲ - مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میرا ہاتھ آپ کے قدم کے باطنی حصہ پر پڑا، آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پاؤں گڑے ہوئے تھے اور آپ فرمارہے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ" (۲)

اے اللہ میں آپ کی (خوشنودی) کی پناہ لیتا ہوں آپ کی ناراضگی سے اور آپ کے عفوودرگذر کی پناہ لیتا ہوں آپ کی سزا سے، اور آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی گرفت سے آپ نے اپنی تعریف جس طرح کی ہے میں اس طرح آپ کی تعریف کا شمار وحصر نہیں کرسکتا۔

۱۵۳ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فَاَمَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ یُسْتَجَابَ لَکُمْ" (۳)

رہی بات رکوع کی تو اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو، اور جہاں تک بات سجدے کی ہے تو اس میں خوب دعائیں کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے قبولیت کے واسطے زیادہ لائق ہے۔

نوٹ "فقمن" میں میم کے زبر اور زیر دونوں طرح درست ہے، اسے قَمِیْنٌ بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی لائق واہل ہونے کے ہیں، ایک معنی خلیق کے ہیں بطور مثال کہا جاتا ہے، "مَنْ باعَ دارا اوعقارا قَمِنٌ أن لَایُبَارکَ اِلا ان یجعله فی مثله" کہ اگر کوئی گھر یا زمین بیچے تو اس کی فروختگی برکت نہ دیئے جانے کے زیادہ لائق ہے، اگر اس کو اس کے

---

(۱) صحیح مسلم : ۴۸۵ (۲) صحیح مسلم : ۴۸۶

(۳) صحیح مسلم : ۴۷۹

مثل ہی میں نہ لگایا جائے، یعنی زمین یا مکانات کو فروخت کر کے اگر اس کی قیمت منقولات میں لگاتا ہے تو ایسا کرنا بایں وجہ مستحسن نہیں کہ غیر منقولات میں منافع زیادہ اور آفت و ہلاکت کا اندیشہ کم ہوتا ہے، کیونکہ اسے نہ کوئی چرا سکتا اور نہ اس پر غارت گری ہی ہو سکتی ہے، تو منقولات میں لگانے سے بہتر ہے کہ اسے یا تو بیچا ہی نہ جائے اور اگر اسے بیچے تو اس کی قیمت اس طرح غیر منقول مکانات واراضی میں مشغول کرے۔

۱۵۴ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ ساجِدٌ فَاَكْثِرُوا فِيهِ الدُّعَاءَ"(۱)

بندہ اپنے رب سے جس حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اس کے سجدہ کی حالت ہے، اس لئے اس میں خوب دعائیں کرو۔

۱۵۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدہ میں کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجُلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَّتَهٗ وَسِرَّهٗ "(۲)

اے اللہ تو میرے سارے گناہوں کو بخش دے چھوٹا ہو یا بڑا (تھوڑا ہو یا زیادہ) اول ہو یا آخر، ظاہر ہو یا مخفی"

یاد رہے کہ سجدہ کی ساری دعائیں جسے ہم نے ذکر کیا ہے کو جمع کر کے پڑھنا مستحب ہے اور اگر ان سبھوں کو ایک وقت میں نہ پڑھ سکتا ہو تو جیسا کہ پچھلے ابواب میں ذکر ہوا، مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا ان سبھوں کو پڑھ لے، اگر اختصار کرنا ہو تو مختصر دعاء کے ساتھ تسبیح پر اکتفاء کرے، تسبیح اور اس کا حکم رکوع کی دعاؤں کے بیان میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں قرآن کا پڑھنا مکروہ ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم : ۴۸۲ (۲) صحیح مسلم : ۴۸۳

(فصل)

سجدہ افضل ہے یا قیام:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے اندر قیام افضل ہے یا سجدہ؟ امام شافعی اور ان کے ہمنواؤں کا مذہب ہے کہ قیام افضل ہے۔

۱۵۶ - اور اس کی وجہ صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جس میں کہا گیا ہے:

"اَفْضَلُ الصَّلاۃِ طُوْلُ الْقُنُوت"(۱)

سب سے افضل نماز وہ ہے جس کا قنوت لمبا ہو۔

اور اس میں قنوت سے مراد قیام ہے، اور اس لئے بھی کہ حالت قیام کا ذکر قرآن ہے اور حالت رکوع وسجود کا ذکر تسبیح، اور قرآن ان سبھوں سے افضل ہے، لہٰذا جس حالت کے اندر اس افضل ذکر کو طول دیا جائے وہ افضل ہوگا۔

بعض علماء سجدہ کے افضل ہونے کے قائل ہیں، اور اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ"

کہ بندہ اپنے رب سے جس حالت میں سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ سجدہ کی حالت ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سنن میں رقمطراز ہیں، اہل علم کا اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ نماز میں طول قیام کثرت رکوع وسجود سے افضل ہے، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ رکوع وسجود کی کثرت طول قیام سے افضل ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ سے دونوں طرح کی حدیثیں مروی ہیں، امام احمد نے اس میں کسی ایک کا فیصلہ نہیں فرمایا ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم : ۷۵۶

اور امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ دن میں کثرت رکوع وسجود اور شب میں طول قیام افضل ہے البتہ اگر کسی کا رات کے وقت کوئی مخصوص وظیفہ ہو تو اس وقت کثرت رکوع وسجود کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں تا کہ وہ اپنا حزب اور مخصوص وظیفہ کثرت رکوع وسجود کے نفع کو حاصل کرنے کے ساتھ ادا کر سکے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: امام اسحاق ایسا اس لئے فرمار ہے ہیں کہ طول قیام کے ساتھ متصف رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر شب کے ساتھ مخصوص ہے، اور نبی کریم ﷺ کے دن کی نماز کے بارے میں طول قیام کا ذکر کہیں اس طرح نہیں ملتا جس طرح رات کی نماز میں طول قیام کا ذکر ملتا ہے۔

(فصل)

سجدۂ تلاوت کی دعاء:

جب نماز میں سجدہ تلاوت کرے تو اس سجدہ میں عام سجدوں کی دعاؤں کے ساتھ یہ دعاء کرنا بھی مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا عِنْدَکَ ذُخْراً وَاعْظِمْ لِیْ بِھَا اَجْراً وَضَعْ عَنِّیْ بِھَا وِزْراً، وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَھَا مِنْ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلام .

اے اللہ تو اسے اپنے پاس میرے لئے ذخیرہ بنا اور اس کے ذریعہ میرے اجر وثواب میں اضافہ فرما اور میرے بوجھ کو ہلکا فرما اور میری طرف سے اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا ہے۔

اور یہ کہنا بھی مستحب ہے۔

”سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولاً“

ہمارے رب کی ذات پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

اس آخری دعاء کی تصریح خود امام شافعی علیہ الرحمہ نے کی ہے ۔

۱۵۷ - سنن ابی داؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ تلاوت میں کہا کرتے تھے:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ"

میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ ریز ہوا جس نے اس کے کان وآنکھ کو اپنی قدرت وطاقت سے شق کیا (اور اسے سننے دیکھنے کے قابل بنایا)

امام ترمذی نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے:

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" (۱)

بہترین تخلیق کرنے والے اللہ کی ذات عظیم ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ اضافہ صحیح اور شیخین کی شرط پر ہے:

۱۵۸- اور "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْراً الخ" کو امام ترمذی نے مرفوعاً ابن عباسؓ سے بسند حسن روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(باب-۹)

دو سجدوں کے درمیان کی دعاء:

سجدہ سے سر اٹھانا شروع کرتے ہی تکبیر کہنا سنت ہے، اس تکبیر کو برابر ہو کر بیٹھنے تک کھینچے، تکبیرات کی تعداد کا بیان گذر چکا ہے اختلاف اسے کھینچ کر ادا کرنے اور اس کے مفسد صلاۃ حد تک کھینچنے کے بارے میں ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ اسے کھینچ کر ادا کرے۔

اور جب تکبیر سے فارغ ہو اور برابر ہو کر بیٹھ جائے تو سنت ہے کہ وہ یہ دعائیں کرے :

۱۵۹ - حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ سے سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وبیہقی وغیرہ میں مروی ہے

(۱) دیکھیں: ابوداؤد: ۱۴۱۴، ترمذی: ۵۸۰، نسائی: ۱۱۲۹، مستدرک حاکم: ۱/۲۲۰

کہ جس کے اندر نبی کریم ﷺ کے رات کی نماز کا اور طویل قیام میں سورۂ بقرہ، نساء و آل عمران کی تلاوت کرنے اور قیام کے بقدر رکوع وسجود کرنے کا ذکر ہے، اسی میں حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوسجدوں کے درمیان کہہ رہے تھے :

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ، رَبِّ اغْفِرْلِی، وَجَلَسِ بقدر وسجودہ" (۱)

اے اللہ تو مجھے بخش دے، اے اللہ تو مجھے بخش دے اور سجدہ کے بقدر بیٹھے۔

۱۶۰ - اور وہ دعاء پڑھے جو سنن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے انکا اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے حجرے میں رات گذارنے اور نبی کریم ﷺ کے رات کی نماز کے بارے میں مروی ہے، اس میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِی وَارْفَعْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ .(۲)

اے اللہ تو مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما میری تلافی فرما، مجھے بلند کر مجھے روزی دے اور مجھے سیدھا راستہ دکھا۔

ابوداؤد کی روایت میں "وعافنی" اور مجھے عافیت دے، کا اضافہ ہے۔(۳)

(فصل)

جلسہ استراحت کا حکم:

اور جب دوسرا سجدہ کرے تو دوسرے سجدہ میں وہ تمام دعائیں پڑھے جو پہلے مین پڑھ ہی ہے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اور کھڑا ہونے سے

---

(۱) ابوداؤد : ۸۷۴، ترمذی : ۲۶۲ نسائی : ۱۶۶۵ ، بیہقی، ۱۲۲/۲

(۲) بیہقی ، ۱۲۲/۲ ، وترمذی: ۲۸۴، وابن ماجہ ، ۸۹۸

(۳) دیکھئے : ابوداؤد : ۸۵۰

قبل ایک لمحہ کے لئے بطور جلسۂ استراحت اتنا بیٹھے کہ اس کی حرکت سکون میں واضح طور پر بدل جائے، پھر اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور سر کو اٹھاتے ہوئے جو تکبیر اس نے شروع کی ہے اسے پورے طور پر کھڑا ہونے تک دراز کرے، اور اللہ میں لام کے بعد مد کرے، علماء شوافع کا یہی قول ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ سجدہ سے بغیر تکبیر کے اٹھے اور جلسۂ استراحت کرلے پھر اس جلسہ کے بعد جب کھڑا ہو تو تکبیر کہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ سجدہ سے تکبیر کہتے ہوئے اٹھے، پھر جلسۂ استراحت کرتے ہوئے تکبیر ختم کردے، پھر بغیر تکبیر کے کھڑا ہو ——— البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس جگہ دو تکبیر نہیں بلکہ ایک ہی تکبیر ہے، حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ راجح وصحیح ہے تاکہ نماز کا کوئی حصہ ذکر سے خالی نہ رہے۔

یاد رہے کہ جلسۂ استراحت نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت شدہ سنت ہے، جو صحیح بخاری وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کے عمل سے متعلق مروی ہے اور ان احادیث نبوی کی روشنی میں ہمارا (شوافع کا) مذہب اس کے استحباب کا ہے (احناف کے نزدیک یہ مستحب نہیں، اور وہ احادیث جس میں اس کا ذکر ہے مؤول ہے)

پھر یہ جلسۂ استراحت ہر اس سجدہ کے بعد مستحب ہے جس کے بعد قیام ہے، نماز میں سجدۂ تلاوت کے اندر یہ مستحب نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(باب—۱۰)

دوسری رکعت کے اذکار:

پہلی رکعت میں جتنی دعاؤں کا ہم نے ذکر کیا، دوسری رکعت میں بھی ان تمام دعاؤں کو پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل وغیرہ، سوائے مندرجہ ذیل چند باتوں کے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ ہے جو کہ رکن (یا شرط) ہے اور یہ دوسری رکعت میں نہیں ہے، اس لئے اس میں یہ تکبیر نہیں کہی جاسکتی، اور دوسری رکعت سے پہلے پہلی رکعت کے سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت کی

تکبیر سنت ہے۔

اسی طرح دوسری رکعت میں دعاء استفتاح نہیں جبکہ پہلی میں ہے ——— تیسرے یہ کہ پہلی رکعت میں بالاتفاق قراءت شروع کرنے سے پہلے تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) ہے جبکہ دوسری رکعت میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ دوسری میں بھی تعوذ پڑھا جائے اور چوتھی بات یہ ہے کہ منتخب قول کے مطابق دوسری رکعت کی تلاوت پہلی میں بہ نسبت کچھ کم ہو، اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

(باب-۱۱)

نماز فجر میں قنوت (نازلہ)

۱۶۱ - حضرت انسؓ کی روایت کردہ صحیح حدیث کی روشنی میں نماز فجر کے اندر دعاء قنوت پڑھنا سنت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا"

رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں دنیا کو خیر باد کہنے تک ہمیشہ دعاء قنوت پڑھتے رہے۔

اس کی روایت امام حاکم نے اپنی کتاب "الاربعین" میں کی ہے اور اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)

دعاء قنوت ہمارے نزدیک (مسلک شافعی میں) نماز فجر میں مشروع اور سنت موکدہ ہے، اسے ترک کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر سجدہ سہو ضروری ہوتا ہے، خواہ اسے سہواً ترک کرے یا عمداً۔

نماز فجر کے علاوہ دیگر نماز پنجگانہ میں قنوت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اس میں امام شافعیؒ کے تین اقوال ہیں، صحیح و مشہور قول یہ ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت یا اجتماعی حادثہ پیش آجائے تو قنوت پڑھے ورنہ نہیں (اور یہی احناف کا مذہب ہے) اور دوسرا قول مطلق پڑھنے

اور تیسرا قول مطلق نہ پڑھنے کا ہے، واللہ اعلم۔

ماہ رمضان کے نصف اخیر میں وتر کی آخری رکعت میں ہمارے علماء شوافع کے نزدیک قنوت پڑھنا مستحب ہے، اور شوافع کا دوسرا قول پورے رمضان میں پڑھنے کا اور تیسرا قول پورے سال پڑھنے کا ہے اور یہی آخری قول امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور شوافع کا مشہور واظہر قول پہلا ہے، واللہ اعلم۔

(فصل)

دعاء قنوت کا مقام اور مشروع الفاظ:

نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی جگہ ہمارے نزدیک دوسری رکعت میں رکوع سے اٹھنے کے بعد ہے، امام مالک کے نزدیک رکوع سے پہلے ہے، علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شافعی المسلک رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھے تو صحیح قول کے مطابق اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور دوسرے قول کے مطابق اسے شمار کرلیا جائے گا، اور صحیح قول یہ ہے کہ رکوع کے بعد اس کا اعادہ کرے پھر سجدۂ سہو بھی کرے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سجدہ سہو ضروری نہیں۔ اس قنوت کے الفاظ وہ ہیں جو ان احادیث میں مذکور ہیں:

۱۶۲ - سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی میں بسند صحیح حضرت حسن بن علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ کلمات سکھائے جو میں وتر میں پڑھتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِی فِیمَنْ هَدَیْت، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْت، وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْت، وَقِنِی شَرَّمَا قَضَیْت، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ، وَاِنَّهُ لَایَذِلُ مَنْ وَالَیْت تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ"(۱)

(۱) ابوداؤد: ۱۴۲۵، ترمذی: ۴۶۴، نسائی: ۱۷۴۵، ابن ماجہ: ۱۱۷۸، بیہقی: ۲/ ۲۰۹

اے اللہ تو نے جنہیں ہدایت دی ان میں شامل کر کے مجھے ہدایت
دے اور جنہیں عافیت بخشی ان میں شامل کر کے مجھے عافیت بخش اور
جن لوگوں کی تو نے سرپرستی فرمائی ان میں شامل کر کے میری سرپرستی
فرما، اور جو کچھ تو نے مجھے دیا اس میں برکت عطاء فرما اور جو تو نے
فیصلہ کیا ہے اس کے شر سے میری حفاظت فرما، کیونکہ تو ہی فیصلہ
کرنے والا ہے، کوئی دوسرا تیرے برخلاف فیصلہ نہیں کرسکتا اور جس
کی تو سرپرستی فرمائے اسے کوئی خوار و رسوا نہیں کرسکتا، اے میرے
رب تیری ذات بہت بلند و بالا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، نیز فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت قنوت میں اس سے بہتر قنوت کی حدیث کا مجھے علم نہیں ہوسکا۔

امام بیہقی نے ایک روایت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے صاحبزادے اور حسنین کے بھائی حضرت محمد بن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دعاء ہے جو میرے والد حضرت علی نماز فجر کے قنوت میں پڑھا کرتے تھے۔ اس دعاء کے بعد "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ" کہنا مستحب ہے۔

۱۶۳ - نسائی کی بسند حسن اس حدیث کے اخیر میں "وصلى الله على النبى" کا لفظ آیا ہے۔(۱)

ہمارے علماء شوافع فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی قنوت کو پڑھنا بہتر ہے، اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز فجر کے اندر رکوع سے اٹھنے کے بعد ان الفاظ میں دعاء قنوت پڑھا:

۱۶۴ - اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَلَانَكْفُرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْلَعُ مَنْ يَّفْجُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ

---

(۱) سنن نسائی : ۱۷۴۶

وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الجدَّ بِالکفار مُلْحِق ، اَللّٰھُمَّ عَذِّبْ الکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَ کَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَصْلِح ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِھِم الایْمَانَ وَالْحِکْمَۃَ وَثَبِّتْھُمْ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَوْزِعْھُمْ اَنْ یُوْفُوا بِعَھْدِکَ الَّذِیْ عَاھَدتُھم عَلَیْہِ ، وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اِلٰہَ الْحَقِّ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ"(۱)

اے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھے نہیں جھٹلاتے ہیں (ہم کفر نہیں کرتے) اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو تجھ سے برائی کرتا اس سے قطع تعلق کرتے ہیں، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں، تیری ہی طرف دوڑ کر آتے اور تابعداری کرتے ہیں، ہم تیری رحمت کی امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، بیشک تیرا حقیقی عذاب کفار کو لاحق ہونے والا ہے، اے اللہ تو کافروں کو عذاب دے جو لوگوں کو تیرے راستے سے روکتے ہیں اور تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے اولیاء کو قتل کرتے ہیں، اے اللہ تو سارے مؤمن مرد وعورت اور سارے مسلمان مرد وعورت کو بخش دے اور ان کے درمیان صلح ویگانگت پیدا فرما اور ان کے دلوں کو جوڑ دے اور ان کے دلوں میں ایمان وحکمت پیدا فرما اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے دین وملت پر ثابت قدم رکھ اور انہیں اپنے اسی عہد وپیمان کو

(۱) بیھقی : ۲/ ۲۱۰، موقوفا علی عمر وصححہ

پورا کرنے کی توفیق دے جو تو نے ان سے لیا ہے، اور تو ان کی ان
کے اور اپنے دشمنوں کے خلاف مدد فرما اے اِلٰہ الحق (معبود برحق)
تو مجھے بھی ان میں سے بنا"

یاد رکھیں کہ حضرت عمرؓ سے کفار اہل کتاب پر عذاب دیئے جانے کی بددعاء منقول ہے، کیونکہ اس وقت ان کا جہاد و قتال انہی کفار اہل کتاب سے تھا، مگر آجکل بہتر یہ ہے کہ "عذاب الکفرۃ" (کفار کو عذاب دے) کہے کیونکہ یہ تمام کافروں کو بلا تخصیص عام ہے (جو اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب)

(لغوی معنی) "نَخْلَعُ : خَلَعَ یَخْلَعُ" کا معنی ترک کرنا ساتھ چھوڑنا، دست کش ہونا ہے "یَفْجُرُ" کا معنی گالی گلوج کرنا ہے، الحاد کرنا اس جگہ الحاد کے معنی ہی میں ہے، یعنی جو تیری صفات میں الحاد کرتے "نَحْفِدُ" فاء کے زیر کے ساتھ جلدی کرنے کے معنی میں ہے "الجد" جیم کے زیر کے ساتھ بمعنی برحق ہے "ملحق" حاء کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ درست ہے، زیر کے ساتھ اسم فاعل اور زبر کے ساتھ اسم مفعول ہے، الحاق کے معنی کسی کے پیچھے لگانا اور لحوق کے معنی کسی کے پیچھے لگنا ہے "ملحق" حاء کے فتحہ کے ساتھ ابن تیمیہ نے روایت کیا ہے، باقی روایتوں میں زیر کے ساتھ ہے "ذَاتَ بَیْنِهِمْ" کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے امور و معاملات، تعلقات و روابط اور احوال و اخوت کی اصلاح فرما اور حکمت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو قبائح اور برائیوں سے اسے دور رکھیں "اَوْزِعْ" کا معنی الہام کرنا اور توفیق دینا ہے، قرآن میں اسی مفہوم کے اندر وارد ہوا ہے "رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الخ، وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ" کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے بھی ان افراد میں شامل فرما جن کے اوصاف اس طرح کے ہوں۔

حضرت عمرؓ کی روایت کردہ قنوت اور پہلی قنوت دونوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور جمع کرنے کی صورت میں صحیح قول کے مطابق حضرت عمر والی قنوت کو مؤخر کرے، اگر اختصار مقصود ہو تو پہلی والی قنوت پر اکتفاء کرے۔

ان دونوں کو جمع کرنا ان لوگوں کے لئے مستحب یا افضل ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو، یا ایسے محدود لوگوں کی امامت کررہا ہو جو طول دیئے جانے سے راضی وخوش ہوں۔ ذہن میں رہے کہ قنوت کے لئے صحیح مذہب کے مطابق کوئی متعین ومخصوص دعاء نہیں، جون سی بھی دعاء کرے اس سے قنوت حاصل ہوجائے گا، اگر قرآن کی ایسی آیات کی تلاوت کرے جس میں دعاء ہو تو بھی قنوت ہوجائیگا، مگر افضل وہ ہے جس کے بارے میں سنت وارد ہوئی ہے۔

بعض حضرات شوافع کا خیال ہے کہ قنوت کے لئے مذکورہ دعائیں متعین ہیں، دوسری دعائیں اس کا بدل یا اس کی طرف سے کافی نہیں ہونگی، اگر نمازی امامت کررہا ہو تو "اِهْدِنَا" وغیرہ دوسرے الفاظ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ کہنا مستحب ہے اور اگر "اھدنی" مفرد کے صیغہ کے ساتھ کہے تو قنوت ہوجائے گا مگر مکروہ ہوگا، کیونکہ امام کے لئے دعاؤں کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔

۱۶۵ - سنن ابی داؤد وترمذی میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَايَؤُمَّ عبدٌ قَوماً فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدعوةٍ دُونَهُم فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ "(۱)

کوئی بندہ کسی قوم کی امامت اس طرح نہ کرے کہ اپنے ہی کو ان کے بغیر دعاؤں میں خاص کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے ساتھ خیانت ہیں۔

(فصل)

دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھانے اور چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا حکم:

ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھائے یا نہیں؟ اور دعاء

(۱) سنن ابی داؤد: ۹۰، سنن ترمذی: ۳۵۷، وقال الترمذی حدیث حسن

کے اختتام پر ہاتھ کو چہرہ پر پھیرے یا نہیں؟ اس میں تین اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ ہاتھ تو اٹھائے مگر چہرے پر نہ پھیرے، دوسرا قول یہ ہے کہ دعاء کے لئے ہاتھ بھی اٹھائے اور اختتام پر ہاتھ کو چہرہ پر بھی پھیرے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دعاء کے لئے نہ ہاتھ اٹھائے اور نہ ہی چہرہ پر ہاتھ پھیرے، البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ چہرہ کے علاوہ سینہ وغیرہ کسی اور حصہ پر نہ پھیرے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

قنوت آہستہ پڑھا جائے یا بآواز بلند؟ علماء شوافع فرماتے ہیں کہ نمازی اگر منفرد (اکیلا) ہے تو آہستہ پڑھے اور اگر امام ہے تو صحیح قول کے مطابق جو کہ اکثر شوافع کا مذہب ہے، بآواز بلند پڑھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کی دیگر تمام دعاؤں کی طرف اسے بھی آہستہ پڑھے۔

اور امام اگر بآواز بلند پڑھ رہا ہے تو مقتدی دوسری دعاؤں کی طرح اسے آہستہ ہی پڑھے کیونکہ اس طرح وہ امام کی موافقت کرنے والا ہوگا۔

امام اگر بآواز بلند قنوت پڑھ رہا ہو اور مقتدی سن رہا ہو، تو اس کی دعاء پر آمین کہے اور اخیر میں ثناء پڑھنے کے اندر اس کے ساتھ شریک ہو اور اگر نہیں سن رہا ہے تو آہستہ سے قنوت پڑھے بعض حضرات نے نہ سن نے کی صورت میں بھی آمین کہنے کو کہا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ سننے کے باوجود دعاء پڑھنے میں امام کے ساتھ شریک ہو اور خود بھی قنوت پڑھے، مگر صحیح قول پہلا ہے۔

اگر فجر کے علاوہ دوسری نمازوں میں قنوت پڑھ رہا ہے (جن کے نزدیک پڑھنا درست ہے) تو اگر نماز جہری مثلاً مغرب وعشاء ہے تو اس کا حکم نماز فجر کی طرح ہے جیسا کہ پیچھے گذرا، اور اگر نماز سری ہے، مثلاً ظہر یا عصر تو ایک قول اس کے آہستہ پڑھنے کا اور دوسرا قول نماز فجر کی طرح زور سے پڑھنے کا ہے اور حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ کا قنوت قراء صحابہ کو بئر معونہ کے مقام پر قتل کرنے والوں کے خلاف بظاہر تمام نمازوں میں قنوت کو بآواز بلند پڑھنے کا تقاضہ کرتا ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں اللہ تعالیٰ کے کلام ”لیس لک من الامر شیئ“ کی تفسیر کے سلسلہ میں:

۱۶۶ - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قنوت نازلہ میں دعاء کو بآواز بلند پڑھا“

(باب-۱۲)

نماز میں تشہد :

نماز اگر صرف دو رکعت والی ہے جیسے نماز فجر اور نوافل تو اس میں ایک ہی تشہد ہوگا اور اگر تین یا چار رکعت کی ہے تو اس میں دو تشہد ہوں گے یعنی تشہد اول اور تشہد ثانی، اور مسبوق کے حق میں تین تشہد یا مغرب میں چار تشہد کا بھی تصور کیا جاسکتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص امام کو دوسری رکعت میں رکوع کے بعد پاتا ہے تو وہ امام کی متابعت تشہد اول وثانی میں کریگا جبکہ ابھی اس کی ایک ہی رکعت ہوگی، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ بقیہ دو رکعت کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوا اور ایک رکعت کے بعد قعدہ کریگا اور تشہد پڑھے گا کیونکہ یہ اس کی دوسری رکعت تھی، پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا اور اس کے بعد پھر قعدہ کرکے تشہد اخیر پڑھے گا۔

اور اگر نفل پڑھ رہا ہے اور چار رکعت سے زیادہ کی نیت کررہا ہے مثلاً سو رکعت کی نیت کررہا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس میں دو تشہد (دو قعدہ) پر اکتفاء کرے اور اپنی نیت کے مطابق پڑھے اور ہر دو رکعت پر تشہد پڑھے پھر مزید دو رکعت پڑھ کر دوسرا تشہد کرکے سلام پھیردے (یعنی دو تشہد کے ساتھ چار رکعت ایک سلام سے پڑھے) علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ایک سلام سے دو تشہد سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں، اور یہ بھی جائز نہیں کہ تشہد اول و ثانی کے درمیان دو رکعت سے زیادہ ہو، اور یہ جائز ہے کہ دو تشہدوں کے درمیان ایک ہی رکعت ہو، اگر ایک سلام سے دو تشہد سے زیادہ یا دو تشہدوں کے درمیان دو رکعت سے زیادہ پڑھتا ہے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی بعض حضرات کا قول ہے کہ ہر رکعت میں تشہد پڑھنا جائز ہے، مگر صحیح مسلک یہ ہے کہ تشہد دو رکعت پر ہے، ہر رکعت میں تشہد درست نہیں واللہ اعلم۔

یاد رہے کہ تشہد اخیر (قعدۂ ثانیہ) امام شافعی واحمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بہت سے علماء

کے نزدیک واجب (فرض ہے) اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے، البتہ تشہد اول امام شافعی و امام مالک اور اکثر فقہاء کے نزدیک سنت ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کے نزدیک واجب ہے، اس لئے اگر تشہد اول چھوٹ جائے تو احناف وشوافع کے نزدیک نماز درست ہو جائے گی مگر سجدہ سہو ضروری ہوگا، خواہ اس نے بھول کر چھوڑا ہو یا جان بوجھ کر، واللہ اعلم۔

(فصل)

تشہد کے الفاظ:

تشہد کے الفاظ میں نبی کریم ﷺ نے تین طرح کے تشہدات ثابت ہیں۔

۱۶۷- ایک وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ"(۱)

تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور تمام فعلی ومالی عبادتیں بھی، سلام ہیں آپ پر اے اللہ کے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی اور سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۱۶۸- دوسرا وہ ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں:

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ

(۱) صحیح بخاری: ۸۳۱، صحیح مسلم: ۴۰۲

عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ"(۱)

برکت والی زبانی عبادتیں، پاکیزہ بدنی عبادتیں سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی سلامتی ہو آپ پر اور اللہ کی رحمتیں و برکتیں بھی آپ پر ہوں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۱۶۹ - ایک وہ ہے جسے حضرت ابوموسی اشعریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.(۲)

پاکیزہ زبانی عبادتیں سب کی سب اللہ کے لئے ہیں، اے نبی سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت و برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۱۷۰- سنن بیہقی میں بسند جید قاسم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک مجمع کو سکھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تشہد ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ

(۱) صحیح مسلم : ۴۰۳ (۲) صحیح مسلم : ۴۰۴

اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"(۱)

یہ بعینہٖ نمبر ۱۶۷، والی تحیہ ہے ترجمہ وہی ہے۔

(اس تشہد کی خاصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ تشہد اُمت کے الفاظ میں ہے)

۱۷۱ - موطا امام مالک اور سنن بیہقی وغیرہما کی روایت بسند صحیح حضرت عبدالرحمٰن بن عمر القاری سے ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو تشہد سکھاتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے کہ کہو:

"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"(۲)

۱۷۲ - موطا امام مالک اور بیہقی وغیرہ میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ جب تشہد پڑھتی تو کہتی تھیں:

"اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ"(۳)

پاکیزہ زبانی عبادتیں، بدنی عبادتیں پاکیزہ اعمال سب اللہ ہی کے لئے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی

---

(۱) سنن بیهقی: ۲/ ۱۴۴-۱۴۵

(۲) مؤطا امام مالک: ۹۰، وسنن بیهقی: ۲/ ۱۴۴

(۳) مؤطا امام مالک: ۱/ ۹۱، سنن بیهقی: ۲/ ۱۴۴

اوراس کی رحمت اور برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اورانہی کی ایک روایت ان کتابوں میں اس طرح ہے:

"اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ"(۱)

پاکیزہ زبانی عبادتیں، بدنی عبادتیں، پاکیزہ اعمال سب اللہ ہی کے لئے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی، اور اس کی رحمتیں و برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

۱۷۳ - موطا امام مالک وبیہقی میں امام مالکؒ کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بواسطہ نافع ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی تشہد میں کہتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، شَهِدْتُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ"(۲)

اللہ کے نام کے ساتھ، تمام زبانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، تمام پاکیزہ اعمال اللہ کے لئے ہیں، تمام مالی وبدنی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں، ہم پر اور

(۱) المؤطا و البیھقی

(۲) موطا امام مالک : ۹۱/۱، سنن بیہقی : ۱۴۲/۲

اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تشہد کی یہ مختلف قسم تھی، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تین احادیث ثابت ہیں، ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عباس کی۔ اور تیسری حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی ۔ یہ تو بیہقی کا قول ہے ان کے علاوہ دوسرے علماء ومحدثین نے کہا ہے کہ یہ تینوں احادیث صحیح ہیں، اور ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے) مگر ان مذکورہ تشہدوں میں سے جس کے ذریعہ چاہے تشہد پڑھنا جائز و درست ہے) امام شافعی وغیرہ دیگر علماء کی یہی تشریح ہے، البتہ امام شافعی کے نزدیک ان میں سب سے افضل حضرت ابن عباس سے مروی تشہد ہے، کیونکہ اس میں لفظ "المبارکات" کی زیادتی ہے—— امام شافعی اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کے اندر گنجائش اور اختیار ہے، اسی وجہ سے روایتوں کے الفاظ میں قدرے اختلاف ہے۔

(فصل)

اقل ترین مقدار تشہد :

مصلی کو اختیار ہے کہ ان تینوں تشہدوں میں سے کسی ایک کو پورا پڑھے اور اگر اس کے بعض حصوں کو حذف کر دیتا ہے تو اس کا پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ اور یہ تشہد کافی ہوگی یا نہیں؟ اس میں قدرے تفصیل ہے، یہ بات ذہن میں رہے کہ "المبارکات والصلوات والطیبات والزاکیات" کے الفاظ تشہد میں محض سنت ہیں شرط نہیں، اس لئے اگر پورے الفاظ کو حذف کر کے صرف "التحیات لله، السلام علیک ایها النبی" پر اکتفاء کرے تو یہ کافی ہو جائے گا، اور اس میں ہمارے یہاں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

البتہ "السلام علیک ایها النبی" کے الفاظ کا پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے، اس کے ادنی جزء کو بھی حذف کرنا جائز نہیں البتہ "ورحمة الله وبرکاته" کو حذف کرنے کے

جواز یا عدم جواز میں علماء شوافع کے تین قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ نہ تو "ورحمة الله" کا حذف کرنا جائز ہے اور نہ ہی "وبرکاته" کا اور یہی تقاضہ دلیل ہے، کیونکہ ساری احادیث ان الفاظ کے ذکر پر متفق ہیں ——— دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ کو حذف کرنا جائز ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ "برکاته" کو حذف کرنا جائز ہے مگر "ورحمة الله" کو حذف کرنا جائز نہیں۔ علماء شوافع میں ابوالعباس بن سریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ، سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ، سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

پر اکتفاء کرنا جائز ہے، اس سے کم جائز نہیں، رہا "السلام" کا لفظ تو اکثر روایتوں میں الف ولام کے ساتھ "السلام علیک ایها النبی" اور "السلام علینا" وارد ہوا ہے، اور بعض روایتوں میں الف ولام کے بغیر "سلام علیک ایها النبی" اور "سلام علینا" بھی آیا ہے، حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ دونوں طرح جائز ہے، مگر افضل الف ولام کے ساتھ "السلام علیک" اور "السلام علینا" ہے، کیونکہ زیادہ تر روایات الف ولام کے ساتھ ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس میں زیادتی ہے اور اسی میں احتیاط ہے۔

"التحیات" سے قبل "بسم الله" پڑھنا سنن نسائی و بیہقی کی حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور اس کا ثبوت حضرت ابن عمر کے تشہد میں گذر چکا ہے۔ مگر امام بخاری ونسائی اور بعض دیگر محدثین کی رائے ہے کہ "بسم الله" کی زیادتی رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت نہیں، اسی وجہ سے جمہور شوافع کا خیال ہے کہ اس میں بسم اللہ پڑھنا مستحب نہیں، بعض علماء شوافع اسے مستحب بھی کہتے ہیں، مگر صحیح مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھے کیونکہ وہ تمام صحابہ جنہوں نے تشہد کو نقل کیا ہے ان کی روایات میں بسم اللہ کا ذکر نہیں۔

(فصل)

تشہد کے الفاظ میں ترتیب کا حکم :

یاد رکھیں کہ تشہد میں ترتیب مستحب ہے نہ کہ واجب، اس لئے اگر کوئی اس کے اجزاء کو ایک دوسرے پر مقدم یا مؤخر کرتا ہے تو یہ صحیح قول کے مطابق، جس کے قائل جمہور شوافع ہیں، جائز و درست ہوگا، امام شافعی نے ''الأم'' میں اس کی تصریح کی ہے اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، جس طرح کہ سورۂ فاتحہ کے الفاظ کو مقدم یا مؤخر کرنا جائز نہیں۔

اور جواز کی دلیل بعض روایتوں میں ''السلام'' کے لفظ کا تشہد یعنی ''اشہد'' پر مقدم ہونا اور بعض روایتوں میں مؤخر ہونا ہے، جیسا کہ اس کے الفاظ گذر چکے ہیں۔ جہاں تک سورہ فاتحہ کا تعلق ہے تو اس کے الفاظ توقیفی اور اس کی ترتیب معجزاتی ہے اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں۔

اور جو شخص عربی میں تشہد پڑھنے پر قادر ہو اس کے لئے غیر عربی میں تشہد پڑھنا جائز نہیں، اور جسے عربی پر قدرت نہیں ہو اپنی زبان میں تشہد پڑھے اور عربی میں پڑھنا سیکھے، جس طرح کہ تکبیر تحریمہ کے بارے میں پہلے گذر چکا ہے۔

(فصل)

تشہد آہستہ پڑھنے کا حکم :

تشہد آہستہ پڑھنے پر اُمت کا اجماع ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

۱۷۴- سنن ابوداود و ترمذی و بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ''مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُّخْفِيَ التَّشَهُّدَ السُّنَّةَ'' ''تشہد مسنون کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔(۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، اور امام حاکم (۱/۲۳۰) اسے حدیث صحیح قرار دیتے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی صحابی ''من السنة كذا'' کہے (یعنی سنت اس طرح ہے

---

(۱) ابوداؤد: ۹۸۶، ترمذی ۲۹۱، بیہقی، ۲/۱۴۶

)تو اس کا مطلب ہے کہ "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کذا" یہی صحیح ومقبول مذہب ہے اور یہی تمام فقہاء، محدثین، علماء اصول اور متکلمین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اگر کوئی اسے زرو سے پڑھے تو مکروہ ہوگا مگر اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور نہ ہی سجدہ سہو لازم آئیگا۔

(باب-۱۱۳)

تشہد کے بعد درود وسلام کا حکم:

آخری تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک واجب ہے، اس لئے اگر کوئی اسے چھوڑ دے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، البتہ آل نبی پر درود بھیجنا شوافع کے صحیح ومشہور مذہب میں واجب یعنی فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ بعض علماء شوافع کے نزدیک "آل" پر بھی درود بھیجنا واجب ہے۔ اور اس کا افضل طریقہ یوں ہے:

۱۷۵- اَللّٰھم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عبدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وذریتِہٖ، کَما صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول پیغمبر امی محمدؐ پر اور ان کے آل و ازواج اور ذریت پر اس طرح رحمت فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت فرمایا، اور برکت نازل فرما پیغمبر امی محمدؐ پر اور ان کے آل وازواج وذریت پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمایا حضرت ابرہیم پر اور سارے جہاں میں ان کے آل پر بلاشبہ تو بڑا ہی حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

یہ کیفیت اور طریقہ صحیح بخاری: ۶۳۵۷، و صحیح مسلم: ۴۰۶، میں بروایت کعب بن عجرہ، رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے سوائے بعض الفاظ کے کہ وہ بھی کعب کے علاوہ دوسرے صحابہ سے صحیح طور پر ثابت ہے، اور اس کی تفصیل انشاء اللہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بیان میں آئے گی اس پورے صلاۃ وسلام میں اس قدر کہنا واجب ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد" یا "صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِی"

علماء شوافع کا ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف "اللھم صل علی محمد" پر اکتفاء جائز نہیں ـــــ ایک اور قول کے اندر "وصلی اللہ علی احمد" اور "صلی اللہ علیہ" کہنا جائز و درست ہے واللہ اعلم۔ مگر مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں شوافع کے دو اقوال ہیں، مذہب شافعی کے صحیح قول کے مطابق مستحب ہے، مگر آل و ازواج پر پڑھنا مستحب نہیں اور شوافع کا ایک قول ان پر بھی صلاۃ وسلام پڑھنے کے استحباب کا ہے (احناف کے نزدیک نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ تشہد اول میں پڑھنا مکروہ ہے اور اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے)

تشہد اول میں دعاء پڑھنا شوافع کے نزدیک مستحب نہیں بلکہ بعض شوافع اسے مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ تشہد اول، تشہد اخیر کے برخلاف تخفیف پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم

(باب-۱۴)

تشہد اخیر کے بعد کی دعاء :

تشہد اخیر کے بعد دعاء کرنا بالاتفاق مشروع ہے۔

۱۷۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھایا اور اس کے اخیر میں فرمایا:

ثُمَّ یَتَخَیَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ۔ پھر جو دعاء کرنا چاہے اختیار کرے۔

بخاری کی روایت میں ہے:

اَعْجَبَہٗ اِلَیْہِ فَیَدْعُوا۔ جو دعاء کرنا اسے پسند ہو وہ دعاء کرے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے۔

"ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الْمَسَأَلَةِ مَاشَاءَ" (۱)

پھر جو مانگنا اور دعاء کرنا چاہے اس کا انتخاب کرے"

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ دعاء مستحب ہے نہ کہ واجب اور اگر امامت نہ کر رہا ہو تو لمبی دعاء کرنا مستحب ہے، دنیا و آخرت کے بارے میں جو چاہے دعاء کرے، یا دعاء ماثورہ پڑھے یا اپنے الفاظ میں دعاء کرے مگر دعاء ماثور افضل ہے۔

بعض دعاء ماثورہ وہ ہیں جو اسی جگہ اور اسی مقام کے لئے وارد ہوئی ہیں، اور بعض وہ ہیں جو اس کے علاوہ دیگر اوقات واحوال کے لئے تخصیص وقت کے بغیر وارد ہوئی ہیں، تو وہ ماثور دعائیں جو اسی جگہ وارد ہوئی ہیں اس کا اس جگہ پڑھنا زیادہ افضل ہے، نیز اس جگہ پڑھنے کی اور بھی بہت سی دعائیں ثابت ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۷۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"اِذَا فَرِغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِيْرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ اَرْبَعٍ : مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ" (۲)

جب تم میں سے کوئی تشہد اخیر سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے وہ اللہ کی پناہ حاصل کرے، جہنم کے عذاب سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے شر سے۔

امام مسلم نے متعدد سندوں سے اس کی روایت کی ہے ایک روایت میں اس طرح ہے:

اذا تشهد احدكم فليستعذ بالله من اربع يقول : اَللّٰهُمَّ

---

(۱) صحیح بخاری : ۸۳۵، صحیح مسلم : ۴۰۲

(۲) صحیح بخاری : ۱۳۷۷، صحیح مسلم : ۵۸۸ و ۱۳۰

اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَمِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَحۡيَا وَالۡمَمَاتِ، وَمِنۡ شَرِّ فِتۡنَةِ الۡمَسِيۡحِ الدَّجَّالِ"

جب تم میں سے کوئی تشہد کہے (تشہد اخیر سے فارغ ہو) تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ ضرور حاصل کرے، وہ کہے اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ اور فتنہ مسیح دجال کے شر سے۔

۱۷۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اس طرح دعاء کیا کرتے تھے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَسِيۡحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَحۡيَا وَالۡمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡمَاۡثَمِ وَالۡمَغۡرَمِ"(۱)

اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں فتنہ مسیح دجال کے شر سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں زندگی و موت کے فتنہ سے اور اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں گناہوں کے کام اور تاوان و دیون سے۔

۱۸۹ - صحیح مسلم میں حضرت علیؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا آخری کلمہ جو تشہد و سلام پھیرنے کے درمیان ہوتا یہ تھا:

"اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِی مَاقَدَّمۡتُ وَمَا اَخَّرۡتُ وَمَا اَسۡرَرۡتُ وَمَا اَعۡلَنۡتُ وَمَا اَسۡرَفۡتُ وَمَا اَنۡتَ اَعۡلَمُ بِهٖ مِنِّی، اَنۡتَ الۡمُقَدِّمُ وَاَنۡتَ الۡمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ"(۲)

---

(۱) صحیح بخاری : ۸۳۲، صحیح مسلم : ۵۸۹

(۲) صحیح مسلم : ۷۷۱

اے اللہ تو بخش دے (میری ان تمام گناہوں کو) جو میں نے آگے کیا اور جو پیچھے کیا اور جسے میں نے چھپا کر کیا اور جسے کھلے عام کیا اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۱۸۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ مجھے ایسی دعاء بتائیں جو میں نماز میں پڑھا کروں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ“(۱)

اے اللہ میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے، اور تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو نہیں بخش سکتا، اس کے لئے آپ اپنے پاس سے خاص مغفرت کے ذریعہ مجھے بخش دیں، اور مجھ پر رحم فرمائیں، بیشک آپ بہت ہی مغفرت فرمانے والے اور بہت ہی رحم کرنے والے ہیں۔

اکثر روایتوں میں اسی طرح ”ظلما کثیرا“ ہے (یعنی بہت زیادہ ظلم و گناہ) البتہ مسلم کی بعض روایتوں میں (ظلما کبیرا) ”یعنی بہت بڑا ظلم و گناہ“ ہے اور دونوں ہی الفاظ مناسب ہیں بلکہ دونوں کو جمع کرے ”ظلما کبیرا کثیرا“ پڑھنا زیادہ بہتر و مناسب ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور بیہقی وغیرہ دیگر محدثین نے اس حدیث سے نماز کے اخیر میں دعاء پر استدلال کیا ہے، اور یہ استدلال بجا و درست ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر کا، ”صلاتی“ (اپنی نماز میں) کہنا پوری نماز کو عام ہے اور نماز میں دعاء کا غالب گمان یہی مقام ہے۔

۱۸۱ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت ابو صالح ذکوان کی روایت کسی صحابی سے ہے، وہ

(۱) صحیح بخاری: ۸۳۴، صحیح مسلم: ۲۷۰۵

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: کیف تقول فی الصلاۃ ؟ تم نماز میں کس طرح کہتے ہو اس شخص نے جواب دیا میں تشہد پڑھتا ہوں، پھر کہتا ہوں:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الجنۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّار"

اے اللہ میں تجھ سے تیری پناہ لیتا ہوں، اور جہنم سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

اور میں نہ تو آپ کی گنگناہٹ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور نہ ہی معاذ کی گنگناہٹ کو تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "حولھا ندندن" یا کہا "حولھا دندن" اس کے (جنت وجہنم کے) درمیان گنگناہٹ ہے یا ہم کچھ گنگناتے ہیں۔

"دندنہ" ایسے کلام کو کہتے جس کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اور "حولھا ندندن' کا مفہوم یہ ہے کہ جنت وجہنم کے درمیان یا ان دونوں سے متعلق دعاء کے درمیان یعنی جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ کی درخواست کرنے کے درمیان کچھ اور بھی کلمات ہیں۔ واللہ اعلم۔

وہ دعاء جس کے ذریعہ کسی بھی جگہ دعاء کرنا مستحب ہے:

۱۸۲- "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ"

اے اللہ میں آپ سے عافیت اور عفو ودرگذر کا طالب ہوں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدیٰ وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی"

اے اللہ میں آپ سے ہدایت، پرہیزگاری پاکدامنی اور غنا (دوسروں سے بے نیازی) کا سوال کرتا ہوں۔

(باب-۱۵)

نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرنا:

نماز سے نکلنے اور حلال ہونے کے لئے سلام پھیرنا اس کے ارکان میں سے ایک رکن اور فرائض میں سے ایک فریضہ ہے، یہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور سلف کا مذہب ہے اور چند مشہور وصحیح احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(احناف کے نزدیک سلام پھیرنا رکن یا فرض نہیں بلکہ واجب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تشہد کے بقدر بیٹھ لینے کے بعد نماز کے پوری ہو جانے کا حکم فرمایا، آپ نے فرمایا: "مَنْ قَالَ هٰذَا أَوْ فَعَلَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ"

سلام کا کامل درجہ یہ ہے کہ اپنے داہنے جانب "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" کہنا مستحب نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جو شہرت کے ساتھ مروی ہے، اس میں اس کا ذکر نہیں؟ اگرچہ ابوداؤد کی روایت میں اس کا اضافہ موجود ہے، اور بعض فقہاء شوافع مثلاً امام، رویانی نے "حلیۃ" کے اندر اس کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ شاذ ہے، مشہور قول ہی ہے۔

نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی، جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا، جماعت تھوڑی ہو یا زیادہ نماز فرض ہو یا نفل سب کے اندر بیان کردہ طریقہ پر دو سلام کیا جائے، اور نمازی سلام کرتے ہوئے داہنے اور بائیں دونوں جانب چہرہ پھیرے۔ ایک سلام واجب اور دوسرا سنت ہے، اس لئے اگر کوئی ایک سلام پھیرے اور دوسرے کو ترک کردے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر سلام کے الفاظ میں "السلام علیکم" کہنا واجب ہے، اگر کوئی "سلام علیکم" کہے تو (شوافع کے نزدیک) صحیح قول کے مطابق یہ درست نہیں ہوگا اور اگر "علیکم السلام" کہے تو صحیح قول کے مطابق درست ہوگا اور اگر "السلام علیک" یا "سلامی علیک" یا "سلامی علیکم" یا "سلام اللہ علیکم" یا "سلام علیکم" بغیر تنوین کے کہے تو (شوافع کے نزدیک) بالاتفاق درست نہیں ہوگا۔ اس نے اگر جان بوجھ کر علم رکھتے ہوئے اس طرح کہا تو اس کی نماز ان تمام صورتوں میں باطل ہو جائے گی، سوائے اس صورت کے جس میں وہ "السلام علیہم" کہتا ہے، کہ اس میں اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ دعاء ہے، اسی طرح اگر جان بوجھ کر نہیں بلکہ بھول کر ان الفاظ کے ذریعہ سلام پھیرتا ہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، مگر وہ نماز سے اس سلام کے ذریعہ نہیں نکل سکتا، بلکہ اس کے لئے از سر نو اسے صحیح سلام پھیرنا ضروری ہوگا۔

اگر امام ایک ہی سلام پر اکتفاء کرے تو مقتدی کو دونوں سلام کرنا چاہئے، علماء شوافع

میں سے قاضی ابو الطیب الطبری کہتے ہیں کہ جب امام سلام پھیرے تو مقتدی کو اختیار ہے چاہے تو اس وقت سلام پھیر دے اور چاہے تو بغیر سلام پھیرے دعاء میں مشغول رہ کر حالت نماز میں بیٹھا رہے، اور جس قدر لمبی دعاء کرنا چاہے کرتا رہے۔

(باب-۱۶)

نماز کی حالت میں کسی کو جواب دینے کا حکم:

۱۸۴- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ نَابَهُ شَيْئٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ"(۱)

اگر کسی کو اس کی نماز میں کچھ پیش آئے تو اسے "سبحان اللہ" کہنا چاہیے۔

۱۸۵- "اِذَا اَنَابَكُمْ اَمْرٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْتُصَفِّقِ النِّسَاءُ"(۲)

اگر تمہیں (نماز میں) کچھ پیش آئے تو مردوں کو تسبیح پڑھنا (سبحان اللہ کہنا) اور عورتوں کو تالی بجانا چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

۱۸۶- "اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ"(۳)

مردوں کے لئے تسبیح اور عورتوں کے لئے ہاتھ پہ ہاتھ مارنا ہے۔

(باب-۱۷)

نماز کے بعد کی دعائیں:

نماز کے بعد دعاء و ذکر کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع و اتفاق ہے اس سلسلہ میں

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۲۱۸، صحیح مسلم: ۴۲۱ (۲) صحیح بخاری: ۷۱۹۰

(۳) بخاری: ۱۲۰۴، مسلم ۴۲۲

مختلف نوعیت کی متعدد احادیث کثرت سے واردی ہوئی ہیں اس کا کچھ حصہ اس جگہ ذکر کر رہا ہوں۔

۱۸۷- سنن ترمذی میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ" کون سی دعاء زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَةِ" (۱)

رات کے آخری پہر (تیسرے پہر) اور فرض نمازوں کے بعد۔

۱۸۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَّمْ بِالتَّكْبِيْرِ" (۱)

میں جان جاتا تھا نبی کریم ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو تکبیر کی آواز سے۔

مسلم کی روایت میں "کنت اعرف" میں جان جاتا تھا واحد متکلم کے صیغہ کے بجائے "کنا نعرف" ہم لوگ جان جاتے تھے۔ جمع متکلم کا صیغہ آیا ہے۔

۱۸۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت میں ہے:

"إِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے تو باآواز بلند ذکر کیا جاتا تھا۔

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذْ سَمِعْتُهُ" (۱)

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۴۹۹، وقال الترمذی: حدیث حسن

(۲) صحیح بخاری: ۸۴۲، مسلم: ۵۸۳

(۳) صحیح بخاری: ۸۴۱، صحیح مسلم: ۵۸۳-۱۳۲

نماز سے جب لوگ فارغ ہوتے تو ان کے اذکار کو سن کر میں نے ان کے فارغ ہونے کو جان جاتا تھا۔

۱۹۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَام تَبَارَکْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام"(۱)

اے اللہ تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے، اے عظمت و شرف والے تیری ذات عظیم ہے۔

امام اوزاعی جو کہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یہ استغفار کس طرح ہوتا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا اس طرح کہو:

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ"، میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (تین بار)

۱۹۱- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو سلام پھیرنے کے بعد فرماتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"(۲)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے، اے اللہ جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے

(۱) صحیح مسلم: ۵۹۱ (۲) صحیح بخاری ۸۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۳

بغیر نفع نہیں پہونچا سکتی۔

۱۹۲- صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے تھے :

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت اور اسی کے لئے حمد وثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ساری طاقت وقوت اللہ ہی سے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے نعمت وفضل ہے، (وہی انعام وفضل کرسکتا ہے) اور اسی کے لئے بہترین حمد وثناء ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم دین (عبادت) کو اسی کے لئے خاص کرتے ہیں خواہ کفار اسے ناپسند کریں۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انہی کلمات کے ذریعہ تہلیل واظہار وحدانیت کیا کرتے تھے۔(۱)

۱۹۳ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اہل دثور یعنی مالدار لوگ بلند مراتب اور لافانی نعمتوں کو (جنت اور اس کی نعمتوں کو) لے اڑے، ہم جس طرح نماز پڑھتے وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم جس طرح روزہ رکھتے وہ بھی رکھتے ہیں، اور انہیں مال کی برتری اور فضیلت حاصل ہے جس

(۱) صحیح مسلم میں : ۱۵۹۴

سے وہ حج کرتے، عمرہ کرتے، جہاد کرتے اور صدقہ کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُونَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُمْ"

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے تم ان لوگوں کو پالو جو تم سے سبقت لے گئے اور جس سے تم اپنے بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور کوئی بھی شخص تم سے افضل نہ ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو وہی کرے جو تم کرو۔

صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں اے اللہ کے رسول تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُکَبِّرُونَ خَلْفَ کُلِّ صَلَاۃٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِیْنَ"(۱)

تم لوگ ہر نماز کے بعد ۳۳/۳۳ بار اللہ کی تسبیح بیان کرو حمد بیان کرو، اور بڑائی بیان کرو (یعنی سبحان اللہ ۳۳/ بار الحمدللہ ۳۳ بار اللہ اکبر ۳۳ بار کہو)

اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے والے راوی ابو صالح فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس ذکر کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا "سبحان الله والحمد لله، والله اکبر" کو اس طرح کہے کہ ان میں سے ہر ایک ۳۳/۳۳ بار ہو۔

"اَھْلُ الدُّثُوْرِ" دُثُور، دَثْر کی جمع دال کے زبر اور ثاء کے سکون کے ساتھ ہے، اس کے معنی مال کثیر کے ہیں جمع کی صورت میں دال کو پیش ہے یعنی "دُثُوْر"

۱۹۴ - صحیح مسلم میں حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ

---

(۱) صحیح بخاری: ۸۴۳، صحیح مسلم: ۵۹۵

آپ ﷺ نے فرمایا:

"مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ، ثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ تَحْمِيدَةً، وَ أَرْبَعاً وَثَلَاثِيْنَ تَكْبِيرَةً"(۱)

بعد میں بار بار کہے جانے والے چند کلمات ہیں، جسے ہر فرض نماز کے بعد کہنے والا یا اس پر عمل کرنے والا مایوس نہیں ہوتا، (وہ ہیں) ۳۳ بار تسبیح ۳۳ بار تحمید، اور ۳۴ بار تکبیر (یعنی سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔

۱۹۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثلاثاً وثلاثين، وقال تمام المائة [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ] غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ زَبَدَ البحر"

جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار اللہ کی تسبیح بیان کیا اور ۳۳ بار اللہ کا حمد بیان کیا اور ۳۳ بار اللہ کی بڑائی بیان کی اور سو کو پورا کرتے ہوئے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ" کہا تو اس کے گناہ بخش دئے جائینگے، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔(۲)

۱۹۶- صحیح بخاری کے اندر کتاب الجہاد کے شروع میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ذریعہ نماز کے بعد تعوذ کیا کرتے تھے۔

---

(۱) صحیح مسلم : ۵۹۶ (۲) صحیح مسلم : ۵۹۵

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ" (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں بزدلی سے اور میں تیری پناہ لیتا ہوں عمر کے انتہائی درجہ بڑھاپے کو پہونچائے جانے سے، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں دنیا کے فتنہ سے، اور میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

نوٹ: ارذل: رذل کا اسم تفضیل ہے، اور رذل کا معنی گھٹیا ہونا ہے، ارذل عمر سے مراد عمر کا وہ آخری حصہ ہے جس میں انسان عاجز و بوسیدہ ہو جائے، غور و فکر کی صلاحیت ختم ہو جائے، اور اتنا بوڑھا ہو جائے کہ عقل کی کمی، جسمانی کمزوری، ناسمجھی اور بدعقلی میں بچپن کی طرف اس کی واپسی متصور ہو، نسیان اس پر مسلط ہو جائے اور رفتہ رفتہ تمام چیزوں کو بھولتا جائے، حاصل کردہ علم میں اگر کمی نہ بھی ہو تو اضافہ کا امکان باقی نہ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادہ ہے کَیْلَایَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئاً ـــــــ اللہ سے دعاء ہے کہ وہ ہم سبھوں کو بڑھاپے کی اس حد کو پہونچانے سے محفوظ رکھے، جس میں انسان مجبور و بےبس اور ہر چیز کے لئے دوسروں کا محتاج بن جاتا ہے۔

۱۹۷- سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَصْلَتَانِ اَوْخُلَّتَانِ لَایُحَافِظُ عَلَیْھِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ ھُمَا یَسِیْرٌ وَمَنْ یَّعْمَلُ بِھِمَا قَلِیْلٌ، یُسَبِّحُ اللّٰہ تعالی دُبُرَکُلِّ صَلَاۃٍ عَشْراً وَیَحْمَدُ عَشْراً، وَیُکَبِّرُ عَشْراً، فَذٰلِکَ خَمْسُوْن وَمِائَۃٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَۃٍ فِی الْمِیْزَانِ وَیُکَبِّرُ اَرْبَعاً وَّثلٰثین اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ وَیَحْمَدُ

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۷۴

ثَلاثاً وَثَلاثِیْنَ وَیُسَبِّحُ ثَلاثاً وَثَلاثِیْنَ فَذٰلِکَ مِائَۃٌ بِاللِّسَانِ وَاَلْفٌ بِالْمِیْزَانِ"

دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی مسلمان بندہ اس کی پابندی کرتا جنت میں ضرور داخل ہو جاتا ہے، یہ دونوں آسان اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے تھوڑا ہے (وہ ہیں) ہر نماز کے بعد دس بار اللہ کی تسبیح بیان کرے، دس بار اللہ کا حمد بیان کرے، دس بار اللہ کی کبریائی بیان کرے، یہ زبان سے ڈیڑھ سو ہیں اور میزان حسنات میں پندرہ سو ہیں اور جب کوئی سونے کے لئے بستر پر جائے تو چونتیس ۳۴ بار اللہ کی کبیرائی بیان کرے اور ۳۳ بار اللہ کی تسبیح بیان کرے، اور ۳۳ بار اللہ کا حمد بیان کرے تو یہ زبان سے سو اور میزان حسنات میں ہزار ہونگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھنے میں ہاتھ کی دو انگلیوں کو باندھتے ہوئے دیکھا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ دونوں کس طرح آسان ہے، اور عمل کرنے والوں کے لئے تھوڑے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یَأتِیْ اَحَدَکُمْ — الشَّیْطَانُ — فِی مَنَامِہٖ، فَیُنَوِّمُہٗ قبل اَنْ یَّقُوْلَہٗ وَیَأتِیْہِ فِی صَلَاتِہٖ فَیُذَکِّرُہٗ حَاجَۃً قَبْلَ اَنْ یَقُوْلَھَا"

شیطان تم میں سے کسی کے پاس سوتے وقت آتا ہے، اور اسے کہنے سے پہلے ہی اسے سلا دیتا ہے اور اسکی نماز میں آتا ہے اور اس کے کہنے سے پہلے ہی کسی ضرورت کو یاد دلا دیتا ہے۔(۱)

اس روایت کی سند صحیح ہے، البتہ اس کے ایک راوی عطاء بن سائب کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے، کیونکہ اخیر عمر میں ان کے عقل میں خرابی واختلاط پیدا ہو گیا تھا، ایوب

(۱) ابو داؤد: ۵۰۶۵، ترمذی ۳۴۰۷، نسائی: ۱۳۴۸

سختیانی نے اس حدیث کی صحت کا اشارہ دیا ہے۔

۱۹۸ - سنن ابی دواود، ترمذی ونسائی وغیرہ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

”اَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلى الله عليه وسلم اَنْ اَقْرَأ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ دُبُرَ كُلِّ صلاةٍ“

رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا۔

ابوداوٗد کی روایت میں ”معوذتین“ کے بجائے ”بالمعوذات“ ہے، اس لئے ہر نماز کے بعد قُل هو الله احد، قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَق، قُلْ اَعُوذُبِرَبِّ النَّاس پڑھنا بہتر ہے۔(۱)

۱۹۹ - سنن ابوداوٗد ونسائی میں بسند صحیح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

”يَامُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّي اُحِبُّكَ فَقَال : اُوْصِيكَ يَامُعَاذُ ، لَاتَدَعَهُنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ تقُوْلُ :[اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ](۲)

اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے پیار کرتا ہوں پھر فرمایا: اے معاذ میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ تو انہیں کسی نماز کے بعد مت چھوڑنا کہو:

”اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“

اے اللہ تو میری مدد فرما اپنے ذکر اپنا شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے پر۔

۲۰۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی پیشانی داہنے ہاتھ سے پوچھتے پھر فرماتے:

---

(۱) دیکھئے: ابو داؤد : ۱۵۲۳، سنن ترمذی : ۲۹۰۳، نسائی : ۱۳۳۶

(۲) ابو داؤد : ۱۵۲۲، نسائی : ۱۳۰۳

"اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ"(۱)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، اے اللہ تو میری پریشانی اور غم کو دور فرما۔

۲۰۱ - اسی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے قریب کسی فرض یا نفل نماز کے بعد ہوتا تو آپ کو یہ کہتے سنتا:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذُنُوْبِیْ وَخَطَایَایَ کُلَّھَا، اَللّٰھُمَّ اَنْعِشْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّہ لَایَھْدِیْ لِصَالِحِھَا وَلَایَصْرِفُ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ"(۲)

اے اللہ تو میرے تمام گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما، اے اللہ تو مجھے بلندی (خوشحالی) عطا فرما، میری تلافی فرما اور مجھے اچھے اعمال و اخلاق کی رہنمائی فرما، کیونکہ اچھے اعمال و اخلاق کی رہنمائی صرف تو ہی کرسکتا ہے اور برے اعمال و اخلاق کو تو ہی دور کرسکتا ہے۔

۲۰۲ - اسی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے (یہ معلوم نہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے یا اس کے بعد) تو فرماتے:

"سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" (الصفت: ۱۸۰)

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں، اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔(۳)

---

(۱) عمل الیوم واللیلة لابن سنی: ۱۱۰، حدیث ضعیف جدا

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن سنی: ۱۱۴، حدیث ضعیف

(۳) عمل الیوم واللیة لابن سنی: ۱۱۷، حدیث ضعیف

۲۰۳ - حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِي آخِرَهُ وَخَيْرَ عَمَلِي خَوَاتِمَهُ وَاجْعَلْ خَيْرَ اَيَّامِي يَوْمَ اَلْقَاكَ"

اے اللہ تو میری عمر کا بہترین حصہ اس کے آخری حصہ کو بنا، اور میرے عمل کا بہترین آخری عمل کو بنا اور میرے ایام کا سب سے بہترین اپنی ملاقات کے دن کو بنا۔

۲۰۴- اسی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ" (۱)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر، فقر، اور عذاب قبر سے

۲۰۵- اور اسی میں بسند ضعیف حضرت فضالہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ يَدْعُوْ مَاشَاءَ" (۲)

جب کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے پھر اپنے نبی صلی اللہ ﷺ پر درود بھیجے، پھر جو چاہے دعاء کرے۔

---

(۱) عمل اليوم لابن سنی : ۱۰۹ حديث حسن

(۲) عمل اليوم لابن سنی : ۱۱، ضعيف عند النووی وحسن صحيح عند الترمذی :۳۴۷۷

(باب-۱۸)

نماز فجر کے بعد اللہ تعالی کا ذکر کرنے کی تاکید:

دن میں ذکر کا سب سے افضل وقت نماز فجر کے بعد ہے۔

۲۰۶- ترمذی وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ"(۱)

جس نے جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کیا پھر بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعت نماز (اشراق) پڑھا تو یہ ایک مکمل حج اور عمرہ کے ثواب کے برابر ہوگا (مکمل کے لفظ کو بطور تاکید تین بار فرمایا)

۲۰۷- ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِيْ دُبُرِ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمَ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ] عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمُحِيَ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكَانَ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ فِيْ حِرْزٍ مِنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَحُرِسَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَلَمْ يَنْبَغِ لِذَنْبٍ اَنْ يُدْرِكَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اِلَّا الشِّرْكَ بِاللّٰهِ"

---

(۱) سنن ترمذی ۵۸۶، وقال الترمذی: حدیث حسن

جس کسی نے نماز فجر کے بعد جب کہ وہ اپنا پاؤں موڑے ہوا ہو (یعنی نماز ہی کی ہیئت پر بیٹھا ہو) بات کرنے سے پہلے دس بار کہے ”لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر“ ،اس کے لئے دس نیکی لکھی جاتی ، دس گناہ مٹائے جاتے اور اس کے دس درجات بلند کردیئے جاتے ہیں ، اور یہ کلمات اس پورے دن اس کے لئے ہر ناگوار بات سے ڈھال بنا رہتا اور شیطان سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس دن کسی گناہ کے لئے گنجائش نہیں کہ اسے پالے سوائے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے (کہ اس کی معافی نہیں)۔(۱)

۲۰۸ - سنن ابی داؤد میں صحابی رسول حضرت مسلم بن حارث التمیمیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے سرگوشی میں فرمایا:

”اِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ [اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ] سَبْعَ مَرَّاتٍ فَاِنَّکَ اِذَا قُلْتَ ذٰلِکَ ثُمَّ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ کُتِبَ لَکَ جِوارٌ مِنْھَا ، وَ اِذا صَلَّیْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ کَذٰلِکَ فَاِنَّکَ اِنْ مُتَّ مِنْ یَوْمِکَ کُتِبَ لَکَ جِوارٌ مِنْھَا“(۲)

”اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار“ اے اللہ تو مجھے جہنم کی آگ سے پناہ دے) کہو کیونکہ اگر تم نے یہ کہ لیا، پھر اسی رات تمہاری وفات ہوگئی تو تمہارے لئے اس سے پناہ لکھ دیا جائے گا، اور جب فجر کی نماز پڑھو تو

---

(۱) ترمذی : ۳۴۷۰، وقال الترمذی : ھذا حدیث حسن ، کسی نسخہ میں ہے حدیث صحیح)

(۲) ابوداؤد : ۵۰۷۹، ۵۰۸۰

اسی طرح کہو کیونکہ اگر تمہاری وفات اسی دن ہوگئی تو تمہارے لئے
اس سے پناہ لکھ دیا جائے گا۔

مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی کتاب میں حضرات ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَرِزْقًا طَیِّباً" (۱)

اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں علم نافع مقبول عمل اور رزق حلال کا۔

۲۱۰ - اسی میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد کچھ پڑھتے ہوئے اپنے ہونٹ ہلا رہے تھے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ بِکَ أُحَاوِلُ وَبِکَ أُصَاوِلُ وَبِکَ أُقَاتِلُ" (۲)

اے اللہ میں تیری ہی مدد سے ہر اچھے کام کا قصد کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جنگ کرتا ہوں۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث میں جن کا ذکر جلد ہی ان دعاؤں کے بعد آئے گا جو صبح میں کہی جاتی ہیں جس سے انشاء اللہ آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی، واللہ اعلم۔

امام ابو محمد بغوی علیہ الرحمہ شرح السنۃ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا:

بَلَغَنَا اَنَّ الْاَرْضَ تَعِجُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ مِنْ نَوْمَةِ العَالَمِ بَعْدَ

---

(۱) مسند احمد ۶/۲۹۴، ابن ماجه، : ۹۲۵، عمل اليوم والليلة لا بن سنى : ۱۰۸.

(۲) عمل اليوم والليله لابن سنى : ۱۱۵ حديث حسن

صَلاۃِ الصُّبحِ"
ہمیں یہ روایت پہونچی ہے کہ نماز فجر کے بعد زمین دنیاوالوں کی نیند کے بارے میں اللہ سے چیخ چیخ کرفریاد کرتی ہے۔

(باب-۱۹)

صبح وشام کے اذکاراوردعائیں:

یہ وسیع تر باب ہے، اس کتاب میں اس سے زیادہ وسیع باب شاید کوئی اور نہ ہو، میں انشاءاللہ یہاں اس کا مختصر حصہ ذکر کرونگا، ان سارے اذکار پر عمل کرنے کی توفیق اللہ کا بڑا فضل ،نعمت کبری اور سعادت وخیر ہوگا، اور جوشخص سب پرعمل کرنے سے قاصر ہو اسے بقدر کفایت کم ازکم چند مختصر دعاؤں کا ضرور التزام وپابندی رکھنی چاہئے خواہ ایک ہی کیوں نہ ہو۔

اس باب کا اصل محور قرآن عزیز میں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا" (طہ:۱۳۰)

اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ" (غافر:۵۵)

اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ" (الاعراف:۱۵)

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور

ایسی آواز سے کہ پکار کر بولنے سے کم ہو، صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

(آصال اصل کی جمع ہے اور اہل لغت فرماتے ہیں کہ یہ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔)

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ (الانعام:۵۲)

اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، چاہتے ہیں اسی کی رضا۔

(اہل لغت کہتے ہیں کہ "عشی" زوال شمس سے غروب شمس کے درمیان کا وقت ہے)

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

"فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ، يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (النور:۳٦)

ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا، یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح و شام اور وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ" (ص:۱۸)

ہم نے تابع کئے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو۔

۲۱۱- صحیح بخاری میں حضرت شداد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے:

[اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ

وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهُ لَا یَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ"]

اذا قال ذلک حین یُمسی فمات من لیلتِهٖ دخل الجنة اَوْکان من اهل الجنة واذا قال حین یصبح فمات من یومه ......مثله "(۱)

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جتنی میرے اندر استطاعت ہے میں تیرے وعدے اور عہد و پیاں پر قائم ہوں، تمہاری نعمتیں جو میرے اوپر ہیں میں تیرے سامنے اس کا اقرار واعتراف کرتا ہوں، اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، اس لئے تو میری مغفرت فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو نہیں بخش سکتا، میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنے کئے ہوئے شر سے۔

اگر اسے شام کے وقت کہے اور اسی رات اس کی وفات ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، یا یہ فرمایا کہ وہ جنت والوں میں سے ہوگا اور اگر وہ اسے صبح کرتے ہوئے کہے اور اسی دن اس کی وفات ہو جائے تو......اسی طرح ہے یعنی جنت میں داخل ہوگا)

۲۱۲ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال حین یُصبح وحین یُمْسِیْ [سُبحان اللّٰه وبحمده] مائة مرة : لم یات احدیوم القیامة، بأفْضَلَ

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۲۳

مما جاء به اِلا احد قال مثل ما قال اوزاد علیه " (۱)

جس کسی نے صبح کرتے وقت اور شام کرتے وقت "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" سوبار کہا وہ قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اس سے افضل ذکر لانے والا اور کوئی نہ ہوگا، سوائے ان لوگوں کے جس نے وہی کہا جو اس نے کہا ہے یا اس سے زیادہ کہا ہے۔

۲۱۳- ابوداؤد کی روایت میں " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" کے بجائے "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ " ہے۔(۲)

۲۱۴ - سنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی وغیرہ میں صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن خبیبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سخت تاریک اور بارش کی رات میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تا کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں، ہم لوگ آپ سے آملے آپ ﷺ نے فرمایا کہو: میں نے کچھ نہیں کہا (خاموش رہا) آپ نے پھر فرمایا کہو میں نے پھر کچھ نہیں کہا (اور خاموش رہا) آپ نے تیسری بار فرمایا کہو، تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ ثَلاثَ مَرَّاتٍ، تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ" (۳)

جب صبح کرو اور جب شام کرو تو تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین کہو یہ تمہارے لئے ہر چیز سے کفایت کرے گی۔

۲۱۵ - سنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی وغیرہ میں صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۹۲۶ (۲) دیکھیں: ابوداؤد: ۵۰۹۱

(۳) ابوداؤد: ۵۰۸۱، ترمذی ۳۵۷۵، نسائی: ۵۴۲۸، وقال الترمذی حسن صحیح

نَمُوتُ وَاِلَيكَ النشورُ"

اے اللہ ہم نے تیری ہی قدرت وتوفیق سے صبح کیا اور تیری ہی قدرت و توفیق سے شام کیا اور تیری ہی قدرت سے زندہ رہتے اور تیری ہی قدرت سے مرتے ہیں، اور تیری ہی طرف مرنے کے بعد اٹھایا جانا ہے۔

اور شام ہوتی تو کہتے :

"اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَينَا وَبِكَ نَحيا وَبِكَ نَموتُ وَاِلَيكَ النُشورُ"

اے اللہ ہم نے تیری ہی قدرت وتوفیق سے شام کیا اور تیری ہی قدرت سے جیتے اور تیری ہی قدرت سے مرتے ہیں اور تیری ہی طرف اٹھایا جانا ہے۔(۱)

۲۱۶ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سحر کا وقت ہوتا تو فرماتے :

"سَمَّعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَينَا [رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَينَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ"] (۲)

اللہ کی حمد اور ہماری اچھی آزمائش کو سننے والے نے سنایا (اے میرے رب تو میرے ساتھ رہ اور جہنم سے اے اللہ اپنی پناہ دے کر میرے اوپر فضل فرما۔

قاضی عیاض، صاحب مطالع اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ سَمَّعَ باب تفعیل سے سنانے کے معنی میں ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ سننے والوں نے میرے اس قول کو دوسروں تک پہونچایا انہیں میری یہ دعاء دوسروں کو پہونچادینی چاہیے۔

---

(۱) ابو داؤد : ۵۰۶۸، : ۳۳۸۸، ابن ماجہ : ۳۸۶۸، وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) صحیح مسلم : ۲۷۱۸

اس حدیث سے سحر کے وقت ذکر الٰہی اور دعاؤں کا اہتمام کرنے پر متنبہ کرنا بھی مقصود ہے۔

امام خطابی وغیرہ نے سمع کو بغیر تشدید کے سننے کے معنی میں نقل کیا ہے، امام خطابی فرماتے ہیں، کہ سَمِعَ سَامِعٌ (سننے والے نے سنا) کا مفہوم یہ ہے کہ شہد شاھد (گواہی دینے والوں نے گواہی دی) اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ سننے والوں کو سننا اور گواہی دینے والوں کو گواہی دینا چاہیئے، کہ ہم اللہ کا اس کی نعمتوں اور اچھی آزمائشوں پر حمد بیان کرتے ہیں۔

۲۱۷ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب شام ہوتی تو فرماتے :

"اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ"

ہم نے اور سارے عالم نے اللہ کے لئے شام کیا اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے (اس کے ساتھ) یہ بھی کہا:

"لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا ، رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ"

اسی کے لئے ساری بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے میرے رب اس رات کے اندر جو کچھ خیر ہے اور اس رات کے بعد جو کچھ خیر ہے، میں آپ سے اس کی درخواست کرتا ہوں اور جو کچھ اس رات کے اندر شر اور اس کے بعد شر چھپا ہے اس سے آپ کی پناہ لیتا ہوں، اے میرے رب میں

آپ کی پناہ لیتا ہوں کاہلی ، بڑھاپے کی انتہاء اور درازی عمر کی
شامت سے، میں آپ کی پناہ لیتا ہوں جہنم میں عذاب دئے جانے
یا قبر میں عذاب دئے جانے سے۔

اور جب صبح ہوتو اس کے ساتھ یعنی اَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی الْمُلْکُ کے بعد یہ بھی کہے "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ" ہم نے اور سارے عالم نے اللہ کے لئے صبح کیا۔(۱)

۲۱۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، کل جس بچھو نے مجھے ڈنک مارا اس سے کس قدر مجھے تکلیف پہونچی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَمالو قُلتَ حین اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ
شَرِّ مَاخَلَقَ لَمْ یَضُرَّکَ"

اے کاش کہ اگر تم نے شام کو" اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ
شَرِّ مَاخَلَقَ" (میں اللہ کی تمام وکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں، اس کے شر
سے جسے اللہ نے پیدا کیا) کہہ لیا ہوتا تو وہ تمہیں ضرر نہیں پہونچاتا۔

امام مسلم نے حضرت خولہ بن حکیم کی روایت بھی اسی طرح متصلاً آنحضور ﷺ سے نقل کی ہے۔

۲۱۹ - ابن سنی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا:

[اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ] ثلاثا
لایضرہ شیئی"(۲)

اگر کوئی تین بار "اعوذ بکلمات اللہ التامات" کہہ لے تو
اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہونچاسکتی۔

۲۲۰ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر

(۱) صحیح مسلم ؛ ۲۳: ۷ (۲) عمل الیوم لابن سنی : ۵۳۳

صدیقؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ مجھے ایسے کلمات کا حکم دیں جسے میں صبح وشام کہا کروں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: قل کہو:

[اَللّٰھم فَاطِرَ السَّماوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الغیب والشھادۃ رَبَّ کُلِّ شیئٍ شیئٍ ملیکہ، اشھد اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِ الشیطانِ و شرکہٖ] قَالَ: قُلْھَا اذا اصبحتَ و اذا اَمْسَیْتَ وَاذا اَخَذْتَ مَضْجَعَکَ"۔ (۱)

اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے غیب وحاضر کو جاننے والے تمام چیزوں کے رب اور اس پر حکمرانی کرنے والے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری پناہ لیتا ہوں، اپنے خواہشات نفسانی کے شر اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے صبح وشام اور جب سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو کہو۔

۲۲۱ - اسی طرح کی روایت ابوداؤد میں حضرت ابومالک اشجعی سے ہے کہ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہمیں ایسے کلمات بتائیں جسے ہم صبح وشام اور سوتے وقت کہا کریں تو آپ نے اسی طرح کہنے کی ہدایت کی، البتہ اس کے اندر "ومن شر الشیطان وشرکہ" کے بعد یہ اضافہ ہے:

وَاَنْ اَقْتَرِفَ سُوْءً عَلٰی نَفْسِیْ اَوْاَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ" (۲)

اور اس سے کہ ہم اپنے لئے کسی برائی کا ارتکاب کریں یا کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ۔

---

(۱) ابوداؤد: ۵۰۶۷، ترمذی: ۳۳۹۲، وقال الترمذی: حسن صحیح

(۲) ابوداؤد: ۵۰۸۳

"و شــر کــہ" دو طرح سے مروی ہے، ایک شین کے زیر اور راء کے سکون کے ساتھ شرک یعنی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے کے معنی میں جسکا مفہوم ہوگا اللہ سے ان چیزوں کی پناہ مانگنا جس کی دعوت شیطان دیتا یا اس کا وسوسہ پیدا کرتا ہے، دوسرا قول شین اور راء دونوں کے زبر کے ساتھ "شرکہ" ہے جس کا معنی جال ہے، یعنی شیطان کے جال اور اس کے فریب سے پناہ مانگنا۔

۲۲۲ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ عبدٍ يَقُولُ فِي صباحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ :
[بِاسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْئٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيمِ] ثلاثَ مراتٍ لم يَضُره شيئ"(۱)

جو کوئی مومن بندہ ہر دن کی صبح اور شام تین بار یہ کلمات کہ لے اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہونچاتی (وہ کلمات ہیں) "بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ - العليم" تک ابتدا کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس کے نام کے سہارے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں، وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

یہ ترمذی کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد کی روایت میں "لم یضر شیئ" کی جگہ "لم يُصِبْهُ فَجَاةُ بَلَاءٍ" (کوئی ناگہانی بلاء و مصیبت اسے نہیں پہونچ سکتی) ہے۔

۲۲۳ - ترمذی میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مَنْ قَالَ حِيْنَ يُمْسِي: جس نے شام کو کہا :

[رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالاسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ - صلى الله

---

(۱) ابوداؤد : ۵۰۸۸، ترمذی : ۳۳۸۸، وقال الترمذی حسن صحیح

علیہ وسلم نبیا] کان حقا علی اللّٰہ ان یُرضِیہ "(۱)

میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں، تو اللہ پر اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اسے خوش کردے۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے آزاد کردہ غلام سعد بن مرزبان ابوسعد البقال الکوفی ہیں، حفاظ حدیث کے نزدیک یہ متفقہ طور پر ضعیف ہیں، مگر امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور اس سند کو غریب قرار دیا ہے، غالباً یہ روایت ان کے نزدیک کسی دوسری سند سے صحیح ہے۔

ابوداؤد ونسائی نے اس حدیث کی روایت رسول اللہ ﷺ سے انہی الفاظ میں "بسند جید" ایسے شخص (یعنی صحابہ) سے کی ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کے فرائض انجام دیئے ہیں، اس لئے بحمد اللہ اصل حدیث بہر طور ثابت ہے۔

امام حاکم ابوعبداللہ نے المستدرک علی الصحیحین میں اس کی تخریج کرنے کے بعد اس کی توثیق کی ہے اور اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔(۲)

ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں "وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا" اور ترمذی کی روایت میں "وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیاً" آیا ہے، اس لئے مستحب ہے کہ دونوں کو ملا کر "وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَرَسُوْلًا" کہا جائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرتے ہوئے "وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا" یا "وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا" کہے تو بہر دوصورت حدیث پر عمل کرنے والا ہوگا۔

۲۲۴ - سنن ابی داؤد میں بسند "جید" جس کی انہوں نے تضعیف نہیں کی ہے، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال حین یصبح ویمسی [اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ

(۱) سنن ترمذی: ۳۳۸۹

(۲) دیکھیں: ابوداؤد: ۵۰۷۳، عمل الیوم للنسائی: ۴، مستدرک حاکم: ۱/۵۱۸

اُشْهِدُکَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِکَ ، وَ مَلَائِکَتِکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ] اعتق اللّٰه ربعه من النارٌ فمن قالها مرتین اعتق اللّٰه نصفه من النار ، ومن قالها ثلاثا اعتق اللّٰه ثلاثه ارباعه من النار، فإن قالها اربعا اعتقه اللّٰه تعالی من النار"

اے اللہ میں میں نے صبح کرلی ، میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے حاملین عرش، تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد ﷺ آپ کے بندے اور رسول ہیں (جس نے ایک بار کہا) اللہ تعالیٰ اس کے ایک چوتھائی حصہ کو نار جہنم سے آزاد فرمادینگے، اور جس نے دو بار کہا، اللہ اس کے آدھے حصہ کو نار جہنم سے آزاد فرمادیں گے اور جس نے اسے تین بار کہا اللہ اس کے تین چوتھائی حصہ کو نار جہنم سے آزاد فرمادینگے اور جس نے اسے چار بار کہا اللہ تعالیٰ اسے پورے طور پر نار جہنم سے آزاد فرمادیں گے۔(۱)

۲۲۵ - سنن ابی داؤد میں بسند جس کی جید انہوں نے تضعیف نہیں کی ہے..... صحابی رسول حضرت عبداللہ بن غنام البیاضیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قال حین یصبح جس نے صبح کے وقت کہا:

[اَللّٰهُمَّ ما اَصْبَحَ بِی مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ ، لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ] فقد ادی شکر یومه ، ومن قال مثل ذلک حین یمسی فقد ادی

(۱) سنن ابی داؤد : ۵۰۷۸، حدیث حسن

شکر لیلته"(۱)

اے اللہ جن نعمتوں کے ساتھ میری صبح ہوئی، وہ یقیناً تیری ہی طرف سے ہے، تو یکتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، ساری تعریفیں تیرے لئے اور سارا شکر تیرے ہی واسطے ہے، تو یقیناً اس نے اس دن کا حق شکر ادا کر دیا اور جس نے اسی طرح شام کو کہا تو اس نے اس رات کا حق شکر ادا کر دیا۔

نوٹ : صبح میں اللھم ما اصبح بی من نعمة الخ کہے اور شام میں اس کی جگہ "اللھم ما امسی بی من نعمة، الخ کہے:

۲۲۶- صحیح سندوں سے ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی صبح ہوتی یا شام ہوتی نبی کریم ﷺ کبھی ان دعاؤں کو نہیں چھوڑتے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ،اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی دِیْنِی وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِی مِنْ بَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِی وَاَعُوذُ بِعَظْمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ"۔

اے اللہ میں آپ سے دنیا وآخرت میں عافیت کی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ میں آپ سے اپنا دین اپنی دنیا اور اپنے اہل وعیال اور مال واسباب میں عافیت اور عفو ودرگذر کی درخواست کرتا ہوں اے اللہ تو میری پردہ پوشی فرما اور خوف وہراس سے امن وسلامتی عطا فرما، اے اللہ تو میری حفاظت فرما میرے آگے سے اور میرے پیچھے سے اور میرے داہنے سے اور میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے، اور

(۱) سنن ابی داؤد : ۵۰۷۳، حدیث حسن

میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں نیچے سے ہلاک کئے جانے سے۔(۱)

وکیع فرماتے ہیں کہ ''نیچے سے ہلاک کئے جانے سے مراد زمین میں دھنسا کر ہلاک کرنا ہے، امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔(۲)

۲۲۷ - سنن ابی داوٗد ونسائی وغیرہما میں بسند صحیح حضرت علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ الْکَرِیْمِ وَبِکَلِمَاتِکَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهِ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَغْرَمَ والمأْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَایُهْزَمُ جُنْدُکَ وَلَایُخْلَفُ وَعْدُکَ وَلَایَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ، سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ''(۳)

اے اللہ میں تیرے وجہ کریم اور تیرے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں، ان تمام مخلوق کے شر سے جو تیرے قبضۂ قدرت میں (تیری گرفت میں) ہے اے اللہ تو ہی قرض کے بوجھ اور گناہوں کے اسباب کو دور کرنے والا ہے، اے اللہ تیری فوج کو شکست نہیں دیا جاسکتا، اور تیرے وعدہ کو توڑا نہیں جاسکتا، اور کسی مالدار کو اس کی مالداری نفع نہیں پہونچا سکتی، یا تیری ذات پاک ہے، ساری تعریفیں تیرے لئے مختص ہیں۔

۲۲۸ - ابوداوٗد وابن ماجہ میں بسند جید حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قال اذا اصبح، جس نے صبح کو کہا:

[لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ] کَانَ لَهٗ عِدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ

(۱) ابوداؤد : ۵۰۷۴، وتحفه : ۶۶۷۳، بحواله السنن الکبری للنسائی وابن ماجه : ۳۸۷۱

(۲) دیکھیں: مستدرک حاکم : ۱/ ۵۱۷

(۳) سنن ابی داؤد، ۵۰۵۲، تحفه الاشراف : ۱۰۰۳۸، بحواله السنن الکبری النسائی

وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ قَالَهَا اِذَا اَمْسٰى كَانَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى يُصْبِحَ"(۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے، تو اس کے لئے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائے گی، اور دس گناہ مٹائے جائیں گے، اور اس کے دس درجات بلند کردیئے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا، اور اگر اسے شام میں کہے تو صبح تک اسی طرح رہے گا، (یعنی شیطان سے محفوظ رہے گا)

سنن ابی داؤد میں بسند صحیح یا حسن (اس کی تضعیف نہیں کی گئی ہے) حضرت ابو مالک الاشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ تم میں سے جب کوئی صبح کرے تو کہے:

"اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهُ وَنَصْرَهُ وَنُوْرَهُ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ"

ہم نے اور سارے عالم نے اللہ رب العالمین کے لئے صبح کیا، اے اللہ میں آپ سے اس دن کی بھلائی یعنی اس کی فتح ونصرت اور نور و برکت اور ہدایت کی درخواست کرتا ہوں، اور جو کچھ اس دن

(۱) سنن ابی دائود: ۵۰۷۷، ابن ماجہ: ۳۸۶۷

کے اندر یا اس کے بعد شر و برائی ہے اس سے آپ کی پناہ لیتا ہوں۔

ثُمَّ اِذَا اَمْسٰی فَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰلِکَ(۱) پھر جب اس کی شام ہو تو اسی طرح کہے۔

نوٹ: ''اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الملکُ'' کی جگہ شام میں ''امسینا و امسی الملک'' کہے اور ''ھذا الیوم'' کی جگہ ''ھذہِ اللیلۃ'' کہے اور ''فتحہ و نصرہ'' کی جگہ ''فتحھا ونصرھا'' کہے اور یوں پڑھے:

''اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ فَتْحَھَا وَنَصْرَھَا وَنُوْرَھَا وَبَرَکَتَھَا وَ ھُدَاھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَابَعْدَھَا''

۲۳۰ - سنن ابی داؤد میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ابا جان! میں آپ کو ہر صبح اس طرح دعاء کرتے سنتا ہوں:

''اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ قَبْرٍ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ''

اے اللہ تو مجھے عافیت دے، میرے بدن میں، اے اللہ تو مجھے عافیت دے میرے کانوں میں، اے اللہ تو مجھے عافیت دے میری نگاہوں میں، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور فقر سے، اے اللہ میں تیری پنا لیتا ہوں عذاب قبر سے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ صلعم اسے صبح میں تین بار دہراتے اور شام میں بھی تین بار ہی دہراتے تھے تو ان کے والد نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کلمات کے ذریعہ دعاء کرتے ہوئے سنا ہے اس لئے میں آپ کی سنت کی پیروی کو پسند کرتا ہوں''(۱)

---

(۱) ابوداؤد: ۵۰۸۴

(۲) ابو داؤد: ۵۰۹۰

۲۳۱ - ابوداوٗد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ۔ جس نے صبح کے وقت کہا:

"فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ" (الروم:۱۷-۱۸)

تو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو، وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے (بعد) اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

اس نے اس دن کی فوت کی ہوئی شیٔ کو پالیا اور جس نے اسے شام میں کہا اس نے اس رات کی فوت شدہ شیئ کو پالیا۔(۱)

۲۳۲- سنن ابی داوٗد میں نبی کریم ﷺ کی بعض صاحبزادیوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ انہیں سکھاتے اور کہتے تھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً.

پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور اس کی تعریف کے ساتھ، اور کوئی بھی طاقت وقوت اللہ کے بغیر ممکن نہیں، اللہ جو چاہے ہو، اور جو نہ چاہے نہ ہو، میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور میں جانتا ہوں کہ اللہ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

---

(۱) سنن ابی داؤد : ۵۰۷٦

فِـانه من قالهُنَّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظ حتى يُمْسِي و من قالهن حِيْنَ يُمْسِي حُفظ حتى يُصبح .

جس نے ان کلمات کو صبح میں کہہ لیا شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ، اور جس نے اسے شام میں کہہ لیا صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔(۱)

۲۳۳- سنن ابی داؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں انصار کے ایک شخص کو موجود پایا جن کا نام "ابوامامہ" تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

يَـا اَبَـا اُمَـامَةَ مَـالِـيْ اَرَاكَ جَـالِسًا فِيْ الْمَسْجِدِ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ"

اے ابوامامہ، کیا بات ہے کہ میں تمہیں مسجد میں بے وقت (اوقات نماز کے علاوہ میں) بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔

تو انہوں نے جواباً عرض کیا، اے اللہ کے رسول قرضوں اور کچھ پریشانیوں نے مجھے گھیر رکھا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَفَـلَا اُعَـلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا قُلْتَهٗ اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَقَضٰى عَنْكَ دَيْنَكَ"

کیا میں تمہیں ایک ایسا کلام نہ بتا دوں کہ اگر اسے کہلو تو اللہ تمہاری پریشانی دور کردے اور تمہارا قرض ادا کردے؟

انہوں نے جواباً عرض کیا ہاں بے شک، اے اللہ کے رسول، تو آپ نے فرمایا:

قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ [اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

---

(۱) سنن ابی داؤد : ۵۰۷۵

وَاَعُوذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعوذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهر الرجال]

جب صبح کرو اور جب شام کرو تو کہو: اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، حزن وملال اور الجھن و پریشانی سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں کاہلی و بے بسی سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں بخل اور بزدلی سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں قرض کے بوجھ اور لوگوں کے زور زبردستی سے۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ نے میری پریشانی اور غم کو دور کردیا اور میرے قرض کی ادائیگی فرمادی۔(۱)

۲۳۴- ابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن ابزیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو فرماتے:

اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَدِینِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَمِلَّةِ اِبْرَاهِیم (علیه السلام) حَنِیْفاً مُّسْلِماً وَما اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن .(۲)

ہم نے صبح کی ہے فطرت اسلام، کلمہ اخلاص، اپنے نبی محمد ﷺ کے دین اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر عبادت میں اخلاص اور دین اسلام کی اتباع کرتے ہوئے، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

میرا خیال ہے کہ ابن سنی کی کتاب میں اسی طرح "دین نبینا محمد" (ہمارے نبی محمد ﷺ کے دین پر) آیا ہے، حالانکہ آپ ﷺ پیروکار نہیں تھے، اور شاید آپ ﷺ نے اسے باآواز بلند اس لئے کہا تاکہ دوسرے لوگ اسے سن کر سیکھ لیں، واللہ اعلم۔

۲۳۵- ابن سنی ہی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ

(۱) ابوداؤد: ۱۵۵۵

(۲) علم الیوم واللیلة لابن سنی: ۳۳

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو فرماتے:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ، وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْعَظْمَۃُ لِلّٰہِ وَالْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاللَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَمَا سَکَنَ فِیْھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ ھٰذَا النَّھَارِ صَلَاحاً وَاَوْسَطَہٗ نَجَاحاً وَآخِرَہٗ فَلَاحاً، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.(۱)

ہم نے اور سارے عالم نے اللہ عزوجل کیلئے صبح کیا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اور ساری مخلوق سارے امور ومعاملات، رات ودن اور جوان دونوں کے اندر ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اے اللہ تو اس کے اول حصہ کو صلاح (بھلائی) اور درمیانی حصہ کو کامیابی اور آخری حصہ کو کامرانی بنا، اے ارحم الراحمین۔

۲۳۶- سنن ترمذی وابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال حین یصبح ثلاث مرات: [اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ] وَقَرَأَ ثَلَاثَ آیَاتٍ مِّنْ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ وَکَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ مَاتَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَاتَ شَہِیْداً وَمَنْ قَالَھَا حِیْنَ یُمْسِیْ کَانَ بِتِلْکَ الْمَنْزِلَۃِ.(۲)

جس نے صبح کے وقت "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" (میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی جو خوب سننے والا اور

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لا بن سنی: ۴۸، حدیث ضعیف۔

(۲) دیکھئے: ترمذی ۲۹۲۲، عمل الیوم لابن سنی: ۷۹، اس کے راوی خالد طہمان ضعیف ہیں۔

خوب جاننے والا ہے) اور سورہ حشر کی (آخری) تین آیات پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مامور کر دیتے ہیں کہ وہ اس کیلئے رحمت کی دعاء شام تک کرتے رہیں اور اگر اس کی وفات اس روز ہوگئی تو وہ شہید مریگا اور اگر اس نے اسے شام میں کہہ لیا تو اس کا یہی مرتبہ ہوگا۔

نوٹ : سورہ حشر کی آخری آیات یہ ہیں: ۲۲ تا ۲۴۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ – وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم تک۔

۲۳۷- ترمذی و ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف محمد بن ابراہیم کی روایت اپنے والد ابراہیمؒ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ (جنگی مہم) کے موقعہ سے ہم لوگوں کو نصیحت کی اور صبح و شام یہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثاً وَاِنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔

(المؤمنون: ۱۱۵-۱۱۸)

سو تم کیا خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر کر نہ آؤ گے۔

ہم لوگوں نے اسے پڑھا تو ہمیں غنیمت ہاتھ لگا اور ہم محفوظ رہے۔(۱)

۲۳۸- اور اسی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے یا شام کرتے تو یہ دعاء کیا کرتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ فَجَأَةِ الْخَیْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فَجَأَةِ الشَّرِّ ۔(۲)

اے اللہ میں آپ سے غیر متوقع خیر کی درخواست کرتا ہوں اور

---

(۱) عمل الیوم لا بن سنی : ۶۷، حدیث حسن ، ذکرہ السیوطی فی الدرا لمنثور: ۵/۱۷

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۳۹، یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے علاوہ راوی یوسف بن عطیہ ضعیف ہیں۔

ناگہانی پیش آنے والے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

۲۳۹- حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا:

مَایَمْنَعُکِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْکِ بِهٖ ؟ تَقُوْلِیْنَ اِذَا اَصْبَحْتِ وَاِذَا اَمْسَیْتِ [یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِکَ اَسْتَغِیْثُ، فَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَلَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ]

جو ہدایت ووصیت میں تمہیں کررہا ہوں، اسے سننے سے کیا تیرے لئے کوئی مانع ہے؟ یعنی کوئی مانع نہیں ہونا چاہئے۔ ''اے حی وقیوم (ازلی حیات والے اور ہر شئی کو سنوارنے اور قائم رکھنے والے) مین تجھ سے فریاد کرتا ہوں، کہ تو میرے تمام امور کی اصلاح فرمادے اور مجھے لحہ بھر کیلئے بھی اپنے نفس کے حوالے مت فرما۔

۲۴۰- اسی میں بسند ضعیف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اسے آفات ومصائب گھیرتے رہتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ [بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِی وَاَهْلِی وَمَالِی] فَاِنَّهٗ لَا یَذْهَبُ لَکَ شَیْءٌ فَقَالَهُنَّ الرَّجُلُ فَذَهَبَتْ عَنْهُ الْآفَاتُ''

جب تم صبح کرو تو کہو، ''بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ''(۱) اپنے نفس اپنے اہل وعیال اور اپنے مال واسباب پر اللہ کا نام لیکر (دن) شروع کرتا ہوں، کیونکہ اس سے تمہاری کوئی چیز ختم نہیں ہوگی، اس شخص نے ایسا کیا تو اللہ نے اس کی آفتوں کو دور کردیا۔

۲۴۱- سنن ابن ماجہ اور ابن سنی کی عمل الیوم میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی : ۵۰

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو کہتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّباً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً" (۱)

اے اللہ میں آپ سے علم نافع رزق حلال اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔

۲۴۲- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قال اذااصبح : جس نے صبح میں کہا:

[اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَصْبَحْتُ مِنْکَ فِی نِعْمَةٍ وَعَافِیَةٍ وَسَتْرٍ فَاَتِمَّ نِعْمَتَکَ عَلَّی وَعَافِیَتَکَ وَسَتْرَکَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ] ثَلاَثَ مَرَّاتٍ اذا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسٰی کَانَ حَقاً عَلَی اللّٰهِ تَعالیٰ اَنْ یُتِمَّ عَلَیْهِ"(۲)

اے اللہ میں نے تیری ہی سہارے نعمت وعافیت اور پردہ پوشی کے ساتھ صبح کی ہے، تو میرے اوپر اپنی نعمت وعافیت اور پردہ پوشی کو دنیا و آخرت میں مکمل فرما۔ تین بار صبح اور تین بار شام میں کہے تو اللہ پر حق بنتا ہے کہ وہ اس پر تمام فرمائے۔

۲۴۳- ترمذی وابن سنی کی کتاب میں حضرت زبیر بن العوامؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ صَباحٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ اِلَّا مُنَادٍ یُنَادِی [سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ]

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی:۵۳، ابن ماجه :۹۲۵، حدیث حسن

(۲) عمل الیوم لابن سنی :۵۴، حدیث ضعیف اس کے راوی عمرو ن حصین العقیلی ضعیف ہیں

ہر صبح جبکہ بندہ صبح کرتا ہے ایک منادی ضرور آواز لگا کر کہتا ہے، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ (شہنشاہ بزرگ و برتر کی ذات پاک ہے)

ابن سنی کی روایت میں اس طرح ہے:

"اِلَّا صَرَخَ صَارِخٌ اَيُّهَا الْخَلَائِقُ ، سَبِّحُوا الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ "(۱)

ایک بآواز بلند پکارنے والا، (فرشتہ) ضرور پکارتا ہے کہ اے مخلوق: الْمَلِكِ الْقُدُّوْس کی تسبیح و پاکی بیان کرو۔

۲۴۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسیٰ "جس نے صبح و شام کہا:

[رَبِّیَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْماً "(۲)

میرا رب اللہ ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں وہ عرش عظیم کا رب ہے، اور اللہ جو کہ عظمت و بلندی والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ جو چاہے ہو، اور جو نہ چاہے نہ ہو، میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے اور یہ کہ اللہ نے اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

"ثُمَّ مَاتَ دَخَلَ الْجَنَّةَ " پھر اس کی وفات ہوگئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

---

(۱) سنن ترمذی ۔ ۳۵۶۹، عمل الیوم لابن سنی : ۶۱، وقال الترمذی حدیث غریب

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۴۲، حدیث ضعیف علی بن قادم وجعفر الاحمر ضعیف ہیں

۲۴۵- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَکُوْنَ کَاَبِیْ ضَمْضَمٍ.

کیا تم میں کا کوئی فرد ابو ضمضم کی طرح ہونے سے قاصر ہے؟

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ابو ضمضم کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کان اذا اصبح قال : وہ جب صبح کرتا تو کہتا :

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ قَدْ وَھَبْتُ نَفْسِیْ وَعِرْضِیْ لَکَ" فَلَایَشْتُمُ مَنْ شَتَمَہٗ وَلَایَظْلِمُ مَنْ ظَلَمَہٗ وَلَایَضْرِبُ مَنْ ضَرَبَہٗ .(۱)

اے اللہ میں نے اپنی جان اور اپنا آبرو، آپ کے واسطے ہبہ کر دیا، پھر جو اسے گالی دیتا وہ اسے گالی نہیں دیتے، جو اس پر ظلم کرتا وہ اس پر ظلم نہیں کرتے، اور جو انہیں مارتا وہ اسے نہیں مارتے تھے۔

۲۴۶- اسی میں حضرت ابو درداءؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ کُلَّ یوم حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ [حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّاھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ](۲)

جس نے ہر روز صبح اور شام کے وقت سات بار کہا۔ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب۔

تو اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت کے ان تمام امور میں کافی ہو جائے گا جو اس کے لئے فکر و پریشانی کا باعث ہو۔

۲۴۷- سنن ترمذی و ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی : ۶۴، ضعیف

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۷۰، ابو داؤد : ۵۰۸۱، وسندہ صحیح

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ "حٰمٓ" اَلْمُؤْمِنَ اِلٰی "اَلَيْهِ الْمَصِيْرُ" (سورۃ الغافر۱-۳) وآيَةُ الْكُرْسِي حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِي وَمَنْ قَرأَهُمَا حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ"(۱)

جو شخص (سورۃ غافر کی آیات "حٰمٓ" "المؤمن کو الیہ المصیر" تک اور آیت الکرسی صبح میں پڑھے تو اس کے ذریعہ شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور جو شام میں ان دونوں کو پڑھ لے تو صبح تک اس کے ذریعہ حفاظت کی جاتی ہے۔

یہ حدیث کا وہ مجموعہ ہے جسے اس باب میں بیان کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا، اللہ جسے توفیق دے اس کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے، اللہ رب عظیم سے دعاء ہے کہ وہ اس پر عمل اور تمام اعمال خیر پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

۲۴۸- ابن سنی کی کتاب میں حضرت طلق بن حبیب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابو درداءؓ کے پاس آئے اور بولے، اے ابو درداء تیرا گھر جل رہا ہے جلدی جا، ابو درداء نے فرمایا نہیں جل سکتا اللہ تعالیٰ ان کلمات کے بعد ایسا نہیں کر سکتے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو اسے دن کے اولین لمحوں میں کہہ لے تو شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہونچتی اور جو اسے دن کے آخری لمحوں میں کہہ لے تو صبح تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہونچتی اور وہ کلمات ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً

(۱) ترمذی: ۲۸۷۹، عمل الیوم لابن سنی: ۷۵

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌم بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ .(۱)

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ ہی پر میں نے بھروسا کیا اور تو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ جو چاہے وہ ہو اور جو نہ چاہے وہ نہ ہو، ساری طاقت وقوت اللہ ہی سے ہے جو بڑا ہی بلندی والا اور عظمت والا ہے، میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے، اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں اپنے نفس کے شر اور ہر اس جاندار کے شر سے جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، بیشک میرا رب سیدھے راستے پر ہے (یعنی میرے رب کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے)

۲۴۹ - ایک دوسری سند سے بھی یہ واقعہ ایک صحابی رسول سے (نام کے بغیر) منقول ہے، اس میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے، اس روایت کے اندر ہے کہ وہ شخص ان کے پاس بار بار لوٹ کر آتا رہا اور کہتا رہا "ادرک فقد احترقت" جلدی پہونچو جلدی پہونچو گھر میں آگ لگ چکی ہے، اور وہ اسے جواب دیتے رہے کہ نہیں آگ (میرے گھر کو) نہیں جلا سکتی، نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا ہے:

"مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ هٰذِهِ الْکَلِمَاتِ - وَذکر هذه الکمات - لَمْ یُصِبْهُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَا اَهْلِهٖ وَلَا مَالِهٖ شَیْئٌ یَکْرَهُهٗ وَقَدْ قُلْتُهَا الْیَوْمَ ، ثُمَّ قَالَ انْهَضُوْا بنا ، فَقَامَ وَقَامُوْا مَعَهٗ ، فَانْتَهَوْا اِلٰی داره وَقَدْ احْتَرَقَ مَا حَوْلَهَا وَلَمْ یُصِبْهَا شَیْئٌ.(۲)

جس نے صبح کو یہ کلمات کہہ لئے اور ان کلمات کا ذکر کیا تو اس کی جان

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی :۵۶، حدیث ضعیف ، اغلب بن تمیم قاله البخاری : منکر الحدیث

(۲) عمل الیوم واللیلة لابن سنی :۵۷، یہ حدیث بھی ضعیف ہے

اہل وعیال اور مال واسباب میں کوئی ناشگوار بات پیش نہیں آسکتی، اور وہ کلمات میں نے آج کہہ رکھے ہیں، پھر انہوں نے کہا مجھے لے چلو، چنانچہ وہ اور دوسرے سب کے سب اٹھ کر چل پڑے یہاں تک کہ ان کے گھر کے پاس پہونچے تو اس گھر کے ہر چہار جانب کے مکانات جل چکے تھے، مگر اسے کوئی گزند نہیں پہونچا تھا۔

(باب-۲۰)

جمعہ کی صبح میں کہی جانے والی دعائیں اور اذکار:

ذہن میں رہے کہ جمعہ کے علاوہ دنوں میں جو دعائیں کہی جاتی ہیں اس دن اس کا بھی اہتمام کرے، اور اس دن اور دنوں کے بہ نسبت زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا مستحب ہے۔

۲۵۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال صَبِيحَةَ يَوْمِ الْجُمُعَة قَبْلَ صَلَاةِ الغداةِ: [اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ] ثلاث مراتٍ غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوبَهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" (۱)

جس نے جمعہ کی صبح فجر کی نماز سے پہلے تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ — اَتُوْبُ اِلَيْهِ تک کہہ لئے (ترجمہ: میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو حی و قیوم یعنی ازلی حیات اور تمام امور کو سنوار نے والا ہے اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں، تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں خواہ وہ سمندر کے

(۱) عمل اليوم والليلة لابن سني : ۸۲ یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے راوی اسحاق بن خالد ضعیف ہیں

جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

جمعہ کے دن فجر سے لیکر غروب شمس تک تمام اوقات میں حصول اجابت کی امید سے بکثرت دعاء کرنا مستحب ہے، کیونکہ قبولیت دعاء کے وقت کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان کا وقت کہا ہے کسی نے زوال شمس کے بعد کسی نے عصر کے بعد کا وقت کہا ہے، اور اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ہیں مگر صحیح قول جس کے علاوہ کوئی دوسرا قول میری رائے میں درست نہیں، وہ ہے جو صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ سے بروایت ابوموسی اشعری ؓ ثابت ہے کہ وہ وقت امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز سے سلام پھیرنے کے درمیان کا ہے۔

(باب-۴۱)

طلوع آفتاب کے وقت کی دعاء:

۲۵۱ - ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سورج طلوع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرمایا تے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَلَّلَنَا الْیَوْمَ عَافِیَتَہٗ وَجَاءَ بِالشَّمْسِ مِنْ مَطْلَعِھَا، اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْتُ، اَشْھَدُ لَکَ بِمَا شَھِدْتَ بِہٖ لِنَفْسِکَ، وَشَھِدَتْ بِہٖ مَلَائِکَتُکَ وَحَمَلَۃُ عَرْشِکَ وَجَمِیْعُ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، اُکْتُبْ شَھَادَتِیْ بَعْدَ شَھَادَۃِ مَلَائِکَتِکَ وَاُولِی الْعِلْمِ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ السَّلَامُ، اَسْأَلُکَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ تَسْتَجِیْبَ لَنَا دَعْوَتَنَا، وَاَنْ تُعْطِیَنَا رَغْبَتَنَا وَاَنْ تُغْنِیَنَا عَمَّنْ اَغْنَیْتَہٗ عَنَّا مِنْ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ

دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعِیْشَتِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْھَا مُنْقَلَبِیْ "(۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں جس نے ہمارے لیئے دن کو اس کی عافیت کے ساتھ روشن کیا اور سورج کو اس کے مطلع سے نکالا، اے اللہ میں نے صبح کرلی، میں تیرے لیئے اس کی شہادت دیتا ہوں جس کی شہادت تونے اپنے لیئے دی ہے اور جس کی شہادت تیرے فرشتوں، حاملین عرش اور ساری مخلوق نے دی ہے کہ تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو عدل وانصاف کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو قوت وحکمت والا ہے، تو میری شہادت کو اپنے فرشتوں اور اہل علم کی شہادت کے بعد نوٹ فرمالے، اے اللہ تو سلام ہے، تجھ ہی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی کی واپسی ہے (تو ہی سلامتی کا مرجع ہے) اے جلال وعظمت اور شرف واکرام کے مالک میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری دعاؤں کو قبول فرمالیں، اور مجھے میری پسند عطاء فرمائیں۔ اور مجھے اپنی مخلوق کے اندران لوگوں سے بے نیاز کردیں جسے تونے مجھ سے بے نیاز کردیا ہے، اے اللہ تو میرے واسطے میرے دین میں جو کہ میری تمام امور ومعاملات کا محافظ ہے بھلائی فرما، اور میرے واسطے میری دنیا میں جہاں میرا گذر بسر ہے بھلائی فرما، اور میرے واسطے میری آخرت میں جہاں مجھے لوٹ کرآنا ہے بھلائی فرما۔

۲۵۲- اور اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوفاً مروی ہے کہ انہوں نے کسی شخص کو متعین کررکھا تھا جو ان کے لئے طلوع شمس کا انتظار کرتا رہتا اور جب انہیں سورج طلوع

(۱) عمل الیوم لابن سنی :۱۴۶، یہ حدیث ضعیف ہے

ہونے کی اطلاع دیتا تو آپ دعاء فرماتے ہوئے کہتے:

"اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لَنَا هٰذَا الْيَوْمَ ، وَاَقَالَنَا فِيْهِ عَثَرَاتِنَا" (۱)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے یہ دن عطا کیا اور اس میں ہماری لغزشوں (گناہوں) کو در گذر کیا۔

(باب-۲۲)

سورج چڑھ جانے کے بعد کی دعاء:

۲۵۳- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَاتَسْتَقِلُّ الشَّمْسُ فَيَبْقٰى شَيْئٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، اِلَا سَبَّحَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَحَمِدَهٗ ، اِلَّا مَاكَانَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاَعْتَاءَ بَنِيْ آدَمَ فَسَأَلْتُ عَنْ اَعْتَاءِ بَنِيْ آدَمَ؟ فَقَالَ : شِرَارُ الْخَلْقِ"

جب بھی سورج چڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ بھی باقی رہتا ہے تو وہ ضرور ہی اللہ عزوجل کی تسبیح اور تحمید بیان کرتا ہے، سوائے ان کے جو شیطان کے زمرے اور بنی آدم کے متکبر اور مغرور لوگوں سے ہو (راوی کہتے ہیں) میں نے بنی آدم کے مغرور شخص کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کون ہے؟) تو آپ نے فرمایا: وہ بدترین مخلوق ہے۔ (۲)

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: ۱۴۷

(۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی: ۱۴۸، الحلیۃ ۶/۱۱، والجامع الصغیر للسیوطی: ۷۸۲۳، حدیث حسن

(باب-۲۴۳)

سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر تک کی دعاء:

کپڑا پہنتے وقت گھر سے نکلتے وقت، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت، بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد وضوء کرتے وقت، مسجد جاتے وقت، جب مسجد کے دروازہ پر پہونچے، جب مسجد کے اندر داخل ہو، جب اذان واقامت کی آواز سنے، اذان واقامت کے درمیان کے اذکار، نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت، اور نماز میں شروع سے اخیر تک کی دعائیں، نماز کے بعد کی دعائیں۔

غرض ان تمام مقامات پر کیا کہنا چاہئے اور اس کی کیا دعائیں ہیں، یہ پہلے گذر چکا ہے ،تمام نمازیں اس میں مشترک ہیں۔ زوال کے بعد بکثرت عبادت کرنا اور اذکار وظائف کی پابندی کرنا مستحب ہے، کیونکہ:

۲۵۴- سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے قبل چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ :

"اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ ، فَأُحِبُّ اَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ"(۱)

یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اس لئے مجھے پسند ہے کہ اس وقت میرا نیک عمل (عمل صالح) اوپر لیجایا جائے۔

اور ظہر کے اوراد و وظائف کے بعد بکثرت اللہ کا ذکر کرنا اس وقت مستحب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاَبْكَارِ" (صبح وشام اپنے رب کا حمد بیان کریں) عام ہے، اہل لغت کہتے ہیں کہ "عشی" زوال شمس سے غروب آفتاب کے

(۱) سنن ترمذی: ۴۷۸، وقال: حدیث حسن

درمیان کا وقت ہے، امام ابو منصور ازہری کہتے ہیں کہ ''عشی'' کا معنی عربوں کے نزدیک سورج ڈھلنے سے لیکر غروب تک کا وقت ہے۔

(باب-۲۴)

عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کے اذکار:

ظہر کے بعد کیا کہنا چاہیے؟ یہ گذر چکا ہے، عصر کے بعد بھی اسی طرح کہے، البتہ عصر کے بعد بکثرت ذکر الٰہی کرنا زیادہ تاکیدی طور پر مستحب ہے، کیونکہ عصر کی نماز ہی ''صلاۃ وسطیٰ'' ہے جیسا کہ سلف وخلف کی ایک بڑی جماعت کا خیال ہے، اسی طرح صبح میں اذکار کی پابندی کرنا اور اس پر توجہ دینا مؤکد طور پر مستحب ہے کیونکہ یہی دونوں نمازیں ''صلاۃ وسطیٰ'' کی مراد سے متعلق مختلف اقوال میں زیادہ صحیح قول کے مطابق مراد ہیں ـــــ عصر کے بعد اور دن کے آخری حصہ میں بھی بکثرت ذکر کی پابندی کرنا مستحب ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

''وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قبل طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا'' (طٰہ:۱۳۰)

''اپنے رب کے حمد کی تسبیح بیان کرو طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''وَاذْكُرْ رَبَّکَ فِی نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخِيفَةً وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ'' (اعراف:۲۰۵)

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ

وَّ لَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (النور:۳۶-۳۷)

یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

۲۵۵- ابن سنی کی کتاب میں بسند ضعیف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَاَنْ اَجْلِسَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَعْتِقَ ثَمَانِيَةً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ" (۱)

ایسی قوم کے ساتھ بیٹھنا جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آٹھ کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب و پسند ہے۔

(باب-۲۵)

مغرب کی اذان سننے کے بعد کیا کہنا چاہئے:

۲۵۶ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مغرب کی اذان کے وقت سے کہنے کی تعلیم دی۔

"اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ اِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَائِكَ فَاغْفِرْلِيْ" (۲)

اے اللہ یہ تیری رات کی آمد اور تیرے دن کی رخصتی اور تیرے منادیوں کی آواز ہے، تو میری مغفرت فرمادے۔

---

(۱) عمل الیوم بن سنی : ۶۷۵ و سنن ابی داؤد : ۳۶۶۷ حدیث حسن ۱

(۲) سنن ابی دائود : ۵۳۰ سنن ترمذی ۳۵۸۹ وقال الترمذی : حدیث غریب

(باب-۲۶)

نماز مغرب کے بعد کی دعائیں :

جو دعائیں اوراذکار و وظائف ہر نماز کے بعد کہی جاتی ہیں اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، اس کے علاوہ مزید چند دعاؤں کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت نماز پڑھنے کے بعد وہ دعاء کرے :

۲۵۷ - جو ابن سنی کی کتاب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے تو گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، اس کے بعد دعاء میں کہتے:

"يَامُقَلِّبَ الْقُلُوبِ وَالْاَبْصَارِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ" (۱)

اے دلوں اور نگاہوں کو پھیرنے والے، میرے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

۲۵۸ - سنن ترمذی میں حضرت عمارہ بن شبیبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ : [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر] عَشْرَ مَرَّاتٍ عَلٰى اِثْرِ الْمَغْرِبِ بَعَثَ اللّٰهُ لَهٗ مَسْلَحَةً يَتَكَلَّفُوْنَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُصْبِحَ ، وَكَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ مُوْجِبَاتٍ، وَمَحَاعَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ مُوبِقَاتٍ وَكَانَتْ لَهٗ بِعِدْلِ عَشْرِ رِقَابٍ مُؤْمِنَاتٍ"(۲)

---

(۱) عمل اليوم لابن سنی: ۶۶۳ حدیث حسن

(۲) سنن ترمذی : ۳۵۳۴ وقال الترمذی :حدیث حسن

جس شخص نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَہٗ الخ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ساری بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے، اور وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دس بار نماز مغرب کے فوراً بعد کہا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مامور محافظ (فرشتہ) بھیج دیتے ہیں وہ صبح تک اس کی شیطان سے حفاظت کرتا رہتا ہے، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ جنت کو واجب کرنے والی دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں، اور اس کے دس ہلاکت خیز گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، اور اس کے لئے دس مومن غلام کو آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عمارۃ بن شبیب کی سماع رسول اللہ ﷺ سے ہم نہیں جانتے، میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں دو سندوں سے نقل کیا ہے، اور ایک تو اسی سند سے ہے اور دوسری سند یوں ہے، عن عمارۃ عن رجل من الانصار (یعنی عمارہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک انصاری صحابی کا واسطہ ہے) (۱)

حافظ ابوالقاسم بن عساکر فرماتے ہیں کہ یہ دوسری سند ہی درست ہے۔

دعاء کے اندر مذکور لفظ "منسلحة" میم کے زبر اور سین کے سکون کے ساتھ چوکیدار اور نگہبان کے معنی میں ہے۔

(باب-۲۷)

نماز وتر اور اس کے بعد کی دعاء:

تین رکعت نماز وتر پڑھنے والے کے لئے سنت ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" اور دوسری رکعت میں "قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ" اور تیسری رکعت "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد" اور معوذتین پڑھے، اگر پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمِ

(۱) دیکھیں: عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۵۷۷-۵۷۸

رَبِّکَ الْاَعْلٰی" پڑھنا بھول جائے تو اسے تیسری رکعت میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" کے ساتھ پڑھ لے۔

۲۵۹ - سنن ابی داؤد ونسائی ودیگر کتابوں میں بسند صحیح حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھ کر جب سلام پھیرتے تو "سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ" کہتے تھے۔(۱)

نسائی وابن سنی کی کتاب میں ہے کہ آپ ﷺ "سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ" تین بار کہتے۔(۲)

۲۶۰- ابوداؤد وترمذی اور نسائی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے آخر میں یہ کہتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ"(۳)

اے اللہ میں تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں، تیری ناراضگی سے اور تیرے عفوودرگذر کی پناہ لیتا ہوں تیری سزا سے اور تیری پناہ لیتا ہوں، تیری گرفت سے اور جس طرح تو نے اپنی تعریف وثناء کی ہے میں اس طرح حمدوثناء تیرے لئے شمار نہیں کرسکتا۔

(باب-۲۸)

سونے کے ارادہ سے بستر پر لیٹتے وقت کی دعاء:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

---

(۱) سنن ابی دائود :۱۴۲۳ وعمل الیوم للنسائی: ۷۲۹

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۷۱۱

(۳) سنن ابی دائود :۱۴۲۷ ، ترمذی: ۳۵۶۶، نسائی ۱۷۴۷ وقال الترمذی: حدیث حسن

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیَاتٍ لِاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ" (آل عمران:۱۹۰-۱۹۱)

بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو، وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

۲۶۱ - صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ وابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب لیٹنے کے لئے بستر پر جاتے تو فرماتے: "بِاسْمِکَ اَللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْیَا" "تیرے ہی نام کے سہارے اے اللہ میں جیتا اور مرتا ہوں۔(۱)

۲۶۲ - صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہی الفاظ میں مروی ہے۔(۲)

۲۶۳- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا:

"اِذَا آوَیْتُمَا اِلٰی فِرَاشِکُمَا اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا فَکَبِّرَا ثَلَاثاً وَّ ثَلَاثِیْنَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثاً وَّثَلَاثِیْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثاً وَّثَلَاثِیْنَ"

جب تم دونوں اپنے بستر پر جاؤ یا یہ کہا کہ جب تو دونوں سونے لگو (راوی کو شک ہے کہ اویتما الی فراشکما کہا یا اخذتما مضاجعکما کہا، دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے) تو ۳۳ بار تکبیر (اللہ اکبر) کہو اور ۳۳ بار تسبیح (سبحان اللہ) کہو اور ۳۳ بار حمد بیان کرو (الحمد للہ) کہو۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۲۴ (۲) مسلم: ۲۷۱۱

ایک روایت میں "التسبیح اَرْبَعاً وَثَلَاثِین" (تسبیح ۳۴بار) اور ایک تیسری روایت میں "التکبیر اربعا وثلاثین" (اللہ اکبر ۳۴بار) کا ذکر آیا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت سے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا میں نے کبھی اسے نہیں چھوڑا ، کسی نے ان سے دریافت کیا کیا جنگ صفین کی رات میں بھی نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں جنگ صفین کی رات میں بھی نہیں۔(۱)

۲۶۴ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا آوىٰ اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ ، فَاِنَّهٗ لَايَدْرِىْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ :[بِاسْمِكَ رَبِّىْ وَضَعْتُ جَنْبِىْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِىْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ]"(۲)

جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر (سونے کے لئے) جائے تو بستر کو تہبند کے نچلے حصہ سے جھاڑ لے کیونکہ اسے پتہ نہیں کہ اس پر اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے، پھر باسمک ربی وضعت جنبی الخ الصالحین تک کہے (اے میرے رب تیرے ہی نام سے میں نے اپنا پہلو بستر پہ رکھا اور تیرے ہی نام سے اٹھاؤں گا اور اگر تو میری جان کو روک لیتا ہے تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے چھوڑ دیتا اور واپس بھیج دیتا ہے تو اس کی حفاظت اسی کے ذریعہ فرما جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۱۸، صحیح مسلم ۲۷۲۷
(۲) صحیح بخاری: ۶۳۲۰ صحیح مسلم ۲۷۱۴

ایک روایت میں "ینفضه ثلاث مرات" (تین بار جھاڑے) آیا ہے،

۲۶۵ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سونے کے لئے آتے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے، معوذتین پڑھتے اور دونوں ہاتھ کو اپنے جسم پر پھیرتے۔(۱)

۲۶۶- صحیحین میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر روز رات میں جب اپنے بستر پر آتے تو اپنی دونوں ہتھیلی کو جمع کرتے اس میں پھونک مارتے (دم کرتے) اوراس میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسُ" پڑھتے پھر جہاں تک ہاتھ جا سکتا اپنے پورے جسم پر اسے پھیرتے، اس کی ابتداء اپنے سر سے پھر چہرہ اور آگے کے حصہ سے کرتے اور اس طرح تین بار کرتے۔(۲)

اس روایت میں ایک لفظ نفث آیا ہے، اہل لغت فرماتے ہیں کہ نفث ہلکی پھونک کو کہتے ہیں جس میں تھوک نہ نکلے۔

۲۶۷ -صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاری البدری جن کا نام عقبہ بن عمروؓ ہے سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الآيَتَانِ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرأَبِهِمَا فِي لَيلَةٍ كَفَتَاه"(۳)
سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں جس کسی نے رات میں پڑھ لیا تو وہ اس کے لئے (تمام چیزوں سے) کافی ہو جائیں گی۔

"کفتاہ" (یہ دونوں کافی ہو جائیں گی) کے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے کہا کہ تمام آفت و مصیبت سے اس رات میں کافی ہو جائے گی اور بعض حضرات نے کہا کہ قیام اللیل یعنی رات کی عبادت کی طرف سے کافی ہو جائیں گی۔ میرے نزدیک دونوں ہی احتمالات درست ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری ۶۳۱۹، وصحیح مسلم: ۲۱۹۲
(۲) صحیح بخاری: ۵۰۱۷، صحیح مسلم: ۲۱۹۲
(۳) صحیح بخاری: ۵۰۰۹، صحیح مسلم ۸۰۸

۲۶۸- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اِذَا اَتَیْتَ مُضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وَضُوْءَکَ لِلصَّلَاۃِ ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ ، وَقُلْ :

جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے جانے لگو تو نماز کی طرح وضوء کرو پھر داہنے کروٹ پر لیٹو اور کہو:

[اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ ، وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ ، رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ ، لَامَلْجَا وَلَامَنْجٰی مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ"] فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَمَا تَقُوْلُ"

اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالہ کیا، اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری ہی امید وبیم اور خشیت وخوف سے، تیرے ہی پاس خلاصی و پناہ کی جگہ ہے، میں نے تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے اتارا اور تیرے اس پیغمبر پر جسے تو نے مبعوث فرمایا ـــــــ اگر تیری وفات ہوگئی تو تو دین فطرت پر مریگا، تو اپنی آخری بات انہی کلمات کو بنا۔

یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں اور اس کی اور مسلم کی دوسری روایات اسی جیسی باختلاف الفاظ ہیں۔(۱)

۲۶۹- صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان المبارک کے زکاۃ کی حفاظت پر مامور فرمایا، میرے پاس ایک اجنبی شخص آیا اور

(۱) بخاری ۶۳۱۳-۶۳۱۵ مسلم: ۲۷۱۰

غلہ سے لپ بھر بھر کے لینے لگا۔ پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد اخیر میں کہتے ہیں کہ ''اس اجنبی نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے مستقل ایک محافظ مامور رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صَدَقَکَ وَهُوَ كَذُوبٌ ، ذالک شیطان'' اس نے تم سے سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے وہ شیطان تھا۔

اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں کی ہے اور فرمایا ہے کہ عثمان بن هیثم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت عن عوف عن محمد بن سیرین کے واسطہ سے متصلاً روایت کی، اور عثمان بن هیثم امام بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے انہوں نے اپنی جامع صحیح میں روایت کی ہے۔

ابوعبداللہ الحمیدی کا '' الجمع بین الصحیحین'' میں یہ قول کہ امام بخاری نے اس کی تخریج تعلیقا کی ہے نا قابلِ قبول ہے، کیونکہ علماء کا صحیح و پسندیدہ قول یہی ہے کہ جب امام بخاری وغیرہ ''قال فلان'' (فلاں شخص نے کہا) کہیں تو یہ ان کے سماع اور اتصال پر محمول ہوگا، بشرطیکہ ان سے ان کی ملاقات ہوئی ہو اور وہ مدلس نہ ہوں اور یہ روایت اسی زمرے کی ہے۔

معلق اس روایت کو کہا جائے گا جس کی سند سے امام بخاری اپنے شیخ یا اس سے زیادہ کو حذف کر دیں، مثلاً اس حدیث سے متعلق اگر وہ کہیں ''وقال عوف'' یا کہیں ''قال محمد بن سیرین'' یا کہیں '' قال ابو هریرہ'' اپنے شیخ یا اوپر کے ایک چند شیوخ کو حذف کرتے ہوئے، تو یہ روایت معلق کہلائیگی واللہ اعلم۔

۲۷۰ - ابوداؤد میں ام المومنین حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور تین بار فرماتے:

''اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَکَ يَوْمَ تبعثُ عِبَادَکَ'' اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچالے۔(۱)

---

(۱) ابو داؤد: ۵۰۴۵

۲۷۱- اس کی روایت امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح فرمایا، نیز امام ترمذی نے اسے براء بن عازب سے بھی نقل کیا ہے، مگر اس میں تین بار کا ذکر نہیں ہے۔(۱)

۲۷۲- صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب لیٹنے کے لئے اپنے بستر پر جاتے تو کہتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْئٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوىٰ، مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْئٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْئٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْئٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ"(۲)

اے اللہ، اے آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب، ہمارے اور ہر چیز کے پالنہار، گٹھلیوں اور دانوں کو پھاڑ کر (پودا) نکالنے والے، توریت و انجیل اور قرآن کو اُتارنے والے، میں آپ کی پناہ لیتا ہوں، ہر شر والے کے شر سے جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، آپ اول ہیں آپ سے پہلے کچھ نہیں، آپ آخر ہیں آپ کے بعد کچھ نہیں، آپ ظاہر ہیں آپ کے اوپر کچھ نہیں، آپ باطن ہیں آپ سے ماوراء کچھ نہیں، آپ ہمارے قرض کی ادائیگی فرمادیں اور فقر سے بے نیاز و غنی فرمادیں۔

(۱) دیکھیں سنن ترمذی ۳۳۹۸- وقال الترمذی: حسن صحیح

(۲) صحیح مسلم: ۲۷۱۳، ابوداؤد: ۵۱۵۱، ترمذی: ۳۴۰۰، عمل الیوم للنسائی ۷۹۰، ابن ماجہ: ۳۸۷۳

ابوداؤد کی روایت میں "عنا" اور "اغنـنـا" کی جگہ اس طرح ہے، "اِقْضِ عَنِّيَ الدَّيْنَ وَاغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ" (یعنی جمع متکلم کے بجائے واحد متکلم کا صیغہ ہے) کچھ لوگوں نے اسے طلب رزق کی دعاء کہا ہے۔

۲۷۳- ابوداؤد و نسائی میں بسند صحیح حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لیٹتے وقت کہا کرتے تھے :

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ الْكَرِيْمِ ، وَكَلِمَاتِکَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاثَمَ ، اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُکَ ، وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُکَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ" (۱)

اے اللہ میں تیرے وجہ کریم اور تیرے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں، اس کے شر سے جس کی پیشانی تیری گرفت میں ہے (تیرے قبضۂ قدرت میں ہے) تو ہی قرض کے بوجھ اور گناہوں کے اسباب کو دور کرنے والا ہے، اے اللہ تیرے لشکر کو شکست نہیں دیا جاسکتا اور تیرا وعدہ اٹل ہے (ٹالا نہیں جاسکتا) اور کسی مالدار کو اس کی مالداری نفع نہیں پہونچا سکتی، اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، تیرے حمد کے ساتھ۔

۲۷۴ - صحیح مسلم، ابوداؤد و ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو کہتے :

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ" (۲)

---

(۱) ابو دائود : ۵۰۵۲، تحفه ۱۰۲۵۲، بحواله السنن الكبرىٰ للنسائی

(۲) مسلم : ۲۷۱۵، ابوداود : ۵۰۵۳، ترمذی ۳۳۹۶، وقال الترمذی : حسن صحيح.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا،
کفایت و مستغنی کیا اور پناہ دی، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے
لئے نہ کوئی کفایت و مستغنی کرنے والا ہے اور نہ ہی پناہ دینے والا۔

۲۷۵- ابوداؤد میں بسند حسن حضرت ابوالازھری جنہیں ابوزھیر انماری بھی کہا جاتا ہے، سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جُنُبِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبِيْ وَاخْسِئْ
شَيْطَانِيْ، وَفُكَّ رِهَانِيْ وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْاَعْلٰى"(۱)

اللہ کے نام سے میں نے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا، اے اللہ تو
میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے شیطان کو ذلیل وخار کر اور
میری یرغمالی کو رہائی عطا فرما اور مجھے اوپر والی انجمن میں شامل فرما۔

نوٹ: ندی، نون کے زبر اور دال کے زیر کے ساتھ ہے، امام ابوسلیمان الخطابیؒ سے اس حدیث کی تشریح میں منقول ہے کہ ندی کا اطلاق کسی مجلس میں یکجا بیٹھے افراد پر ہوتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے لفظ "نادی" جس کی جمع "اندیة" بمعنی انجمن ہے "ندی اعلی" سے مراد "ملأ اعلی" یعنی فرشتوں کی انجمن ومجلس ہے جسے آپ ﷺ نے کبھی "رفیق اعلی" سے بھی تعبیر کیا ہے۔

۲۷۶- سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت نوفل اشجعیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

اِقْرَأْ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ نَمْ عَلٰى خَاتِمَتِهَا فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ
مِنَ الشِّرْكِ"(۲)

قل یاایھا الکافرون، پڑھو پھر اس کے ختم پر سو جاؤ، کیونکہ یہ شرک

(۱) ابوداود: ۵۰۵۴

(۲) سنن ابی داؤد: ۵۰۵۵، ترمذی: ۳۴۰۳ حدیث حسن

سے براءت ہے۔

۲۷۷ - مسند ابویعلی موصلی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی کَلِمَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِنَ الْاِشْرَاکِ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، تَقْرَأُوْنَ ''قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ'' عِنْدَ مَنَامِکُمْ''(۱)

کیا میں تمہیں ایک ایسے کلمہ کی رہنمائی نہ کروں جو تمہیں اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنے سے نجات دلائے؟ اپنے سوتے وقت 'قل یا ایھا الکافرون' پڑھ لیا کرو۔

۲۷۸ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت ''سبحات'' پڑھا کرتے تھے۔(۲)

۲۷۹ - حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں وہ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تک ''سورہ بنی اسرائیل'' اور ''سورہ زمر'' نہیں پڑھ لیتے نہیں سوتے تھے۔(۳)

۲۸۰ - ابوداؤد میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو کہتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَ آوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ، وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ، وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ، اَللّٰھُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیْئٍ وَمَلِیْکَہٗ''(۴)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے مجھے مستغنی کیا، مجھے پناہ دی مجھے کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر احسان کیا پھر خوب فضل فرمایا

(۱) المسند الکبیر لا بی یعلی المعجم الکبیر للطبرانی :۱۲۹۹۳، ۲۴۱۱۲

(۲) سنن ابی داؤد : ۵۰۵۷،سنن ترمذی : ۳۴۰۶، وقال الترمذی :حدیث حسن

(۳) سنن ترمذی : ۲۹۲۰ وقال الترمذی :حدیث حسن

(۴) سنن ابی داؤد : ۵۰۵۸

اور جس نے مجھے عطاء کیا، ہر حال میں اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اے اللہ ہر چیز کے پالنہار اور مالک و بادشاہ اور ہر چیز کے الٰہ و معبود میں آپ کی پناہ لیتا ہوں جہنم کی آگ سے۔

۲۸۱ - ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَالَ حِيْنَ يَاوِیْ اِلٰی فِرَاشِهٖ : [اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ] ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ،غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ،وَاِنْ كَانَتْ عَدَدَ النُّجُوْمِ وَاِنْ كَانَتْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ وَاِنْ كَانَتْ عَدَدَ اَيَّامِ الدُّنْيَا"(۱)

جو شخص لیٹنے کے لئے بستر پر جاتے وقت تین بار [اَستغفِر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ] میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سارے عالم کو قائم رکھنے والا ہے اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں کہہ لے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں، خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہو، خواہ ستاروں کی تعداد کے برابر ہو، خواہ ریت کے ڈھیر کے برابر ہو، خواہ ایام دنیا کے برابر ہو۔

۲۸۲ - سنن ابی داؤد وغیرہ میں بسند صحیح نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے قبیلہ اسلم کے ایک شخص سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول رات مجھے ڈس لیا جس کی وجہ سے میں صبح تک سو نہیں سکا، آپ نے فرمایا: "مـاذا" کس چیز نے (ڈسا) اس نے جواب دیا بچھو نے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سنن ترمذی : ۳۳۹۷ وقال الترمذی :حدیث غریب

''اما اَنَّکَ لَوْ قُلْتَ حِیْنَ اَمْسَیْتَ :[اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ] لَمْ یَضُرُّکَ شَیئٌ اِنْ شَاء اللّٰه''(۱)

اگرتم نے شام کے وقت ''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰه الخ (میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جسے اللہ ہی نے پیدا کیا) کہ لیا ہوتا تو انشاء اللہ کوئی چیز نقصان نہیں پہونچاتی۔

۲۸۳ - اسی طرح کی روایت حضرت ابوھریرہؓ سے بھی ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے، نیز صحیح مسلم کی روایت، صبح وشام کے اذکار کے ضمن میں حدیث نمبر: ۲۱۸ پہ گذر چکی ہے۔(۲)

۲۸۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کیا کہ جب وہ سونے لگے تو ''سورۃ حشر'' پڑھ لیا کرے اور فرمایا ''اِنْ مِتَّ مِتَّ شهیداً'' کہ اگر تو مرگیا تو شہید مریگا، یایوں فرمایا کہ ''من اهل الجنة'' کہ جنتوں میں سے ہوکر مریگا۔(۳)

۲۸۵ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سوتے وقت اس طرح دعاء کرنے کا حکم فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَتَوفَّاهَا ، لَکَ مَمَاتُهَا وَمَحْیَاهَا ، اِنْ اَحْیَیْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَاِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ''

اے اللہ تو نے ہی میری جان کو پیدا کیا، اور تو ہی اسے وفات دے گا، تیرے ہی لئے اس کا جینا اور اس کا مرنا ہے اگر تو اسے زندہ

---

(۱) سنن ابی داؤد : ۳۸۹۸.

(۱) دیکھئے :ابوداؤد : ۳۸۹۹صحیح مسلم، ۲۷۰۹

(۳) عمل الیوم واللیلةلابن سنی : ۷۲۳ ،یہ حدیث ضعیف ہے، زید بن ابان الرقاشی ضعیف ہیں)

رکھتا ہے تو اس کی حفاظت فرما اور اگر وفات دیتا ہے تو اس کی مغفرت فرما اور اے اللہ میں آپ سے عافیت کی درخواست کرتا ہوں۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنا ہے۔(۱)

۲۸۶ - سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کا ذکر صبح و شام کے اذکار کے ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واقعہ کی تفصیل کے ساتھ ہم کر چکے ہیں، جس میں یہ دعاء ہے:

[اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْئٍ وَمَلِيْكَهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اَنْتَ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ] قلها اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ وَاِذَا اضطجعت"(۲)

اے اللہ، اے آسمان و زمین کو پیدا کرنے والے، غیب و حاضر کو جاننے والے، ہر چیز کے پالنہار اور مالک و بادشاہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔ اسے صبح و شام سونے لگو تو کہا کرو۔

۲۸۷ - ترمذی اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَاوِيْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَيَقْرَأُ سُوْرَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى حِيْنَ يَاخُذُ مَضْجَعَهُ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهٖ مَلَكًا لَايَدَعُ شَيْئًا يَقْرُبُهُ يُؤْذِيْهِ حَتّٰى يَهُبَّ مَتٰى هَبَّ"(۳)

(۱) صحیح مسلم : ۲۷۱۲

(۲) ابو داؤد : ۵۰۶۸، ترمذی : ۳۳۹۲ وقال الترمذی : حدیث صحیح

(۳) ترمذی : ۳۴۰۷، وعمل الیوم لابن سنی : ۳۹۲ وسندہ ضعیف

جب بھی کوئی مسلم شخص اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتا ہے، پھر سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے فرشتہ مامور فرما دیتے ہیں جو کسی بھی ایسی چیز کو جو اسے نقصان پہونچا سکتی ہے اس کے قریب آنے سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، خواہ جب بھی بیدار ہو۔

۲۸۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا آوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ اِبْتَدَرَهٗ مَلَکٌ وَشَیْطَانٌ فَقَالَ الْمَلَکُ: اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ بِخَیْرٍ، فَقَالَ الشَّیْطَانُ: اخْتِمْ بِشَرٍّ، فَاِنْ ذَکَرَ اللّٰهَ تَعَالٰی ثُمَّ بَاتَ الْمَلَکُ یَکْلَؤُهٗ "(۱)

جب انسان اپنے بستر پر سونے کے لئے آتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان ایک دوسرے پر سبقت لیجاتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہیں پھر فرشتہ کہتا ہے اے اللہ تو خاتمہ بالخیر فرما تو شیطان کہتا ہے، خاتمہ شر کے ساتھ فرما، اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے سوتا ہے تو فرشتہ پوری رات اس کی حفاظت کرتا ہے۔

۲۸۹ - اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لئے لیٹتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ"

اے اللہ، اے میرے پروردگار تیرے نام کے سہارے میں نے اپنا پہلو رکھا ہے پس تو میرے گناہوں کو بخش دے۔(۲)

۲۹۰- اسی کتاب میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ

(۱) عمل الیوم لا بن سنی ۷۵۰ و للنسائی ۸۵۳ :حدیث حسن

(۲) عمل الیو م لا بن سنی : ۷۱۹ حدیث حسن

کہتے سنا:

"مَنْ آوَى إِلَى فِرَاشِهِ طَاهِرًا، وَذَكَرَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ يَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ"(۱)

جوکوئی پاکی کی حالت میں اپنے بستر پر سونے کو گیا اور نیند آنے تک اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہا، وہ رات کے کسی بھی وقت جب بھی پہلو بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دیناوآخرت کی خیر و بھلائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور عطاء فرمادیتے ہیں۔

۲۹۱ - اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ أَمْتِعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ، وَانْصُرْنِيْ عَلٰى عَدُوِّيْ، وَأَرِنِيْ فِيْهِ ثَارِيْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَمِنَ الْجُوْعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ"(۲)

اے اللہ تو مجھے میری سماعت وبصارت سے مستفید فرما اور ان دونوں کو میرا وارث بنا، اور دشمنوں پر میری مدد فرما، اور ان میں میرا انتقام دکھا، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں قرض کے بوجھ سے اور بھوک (پیاس) سے کیونکہ یہ بڑا ہی برا لیٹنے کا ساتھی ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ سماعت وبصارت کو وارث بنانے کا مفہوم یہ ہے کہ تو ان دونوں کو

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۷۲۴ مسند احمد ۲۳۵/۵ عن معاذ ابوداؤد : ۵۰۴۲

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۷۳۹ اسنادہ ضعیف

موت تک صحیح وسالم باقی رکھ، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد بڑھاپے اور اعضاء جسمانی ودیگر حواس کے کمزور پڑ جانے کے وقت بھی انہیں طاقتور اور صحیح وسالم باقی رکھنا ہے۔ یعنی ان دونوں اعضاء کو میرے باقی اعضاء کی قوت اور اس کے بعد کے باقی حواس کا وارث بنا ۔بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ''سماعت'' سے مراد ہوش یا شعور ہے جس سے سنا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اور بصارت سے مراد ہے کہ جو دیکھے اس سے نصیحت وعبرت حاصل کرے۔

ایک اور روایت میں ''واجعلهما الوارث منی'' کے بجائے ''وَاجْعَلْهُ الوارث مِنی'' آیا ہے، یعنی هما تثنیہ کی ضمیر سمع وبصر کی طرف لوٹ رہی ہے، اور دوسری روایت جس میں ''ہ'' واحد کی ضمیر ہے وہ امتاع کی طرف لوٹ رہی ہے۔

۲۹۲ - اسی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب سے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں، اس دنیا کو داغِ مفارقت دینے تک کبھی بھی آپ ﷺ درجہ ذیل چیزوں سے پناہ مانگے بغیر نہیں سوتے، یعنی بزدلی، کاہلی، آزردگی، بخل، بڑھاپے کی بدترین انتہا، اہل و عیال اور مال واسباب میں سوء منظر (بربادی) عذاب قبر اور شیطان کے شر وشرک سے۔(۱)

۲۹۳- اسی کتاب میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ وہ جب سونے کا ارادہ کرتیں تو کہتیں:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رویاً صَالِحَةً صَادِقَةً غَیْرَ کَاذِبَةٍ، نَافِعَةً غَیْرَ ضَارَّةٍ''

اے اللہ میں آپ سے جھوٹا نہیں بلکہ سچا اور اچھے خواب کی درخواست کرتی ہوں جو نفع بخش ہو، ضرر رساں نہ ہو۔

حضرت عائشہ جب یہ کلمات کہتیں تو سب سمجھ جاتے کہ اب آپ صبح تک یا رات میں جاگنے تک کوئی بات نہیں کریں گی۔(۲)

---

(۱) عمل الیوم لا بن سنی : ۷۴۱، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲) عمل الیوم لا بن سنی : ۷۴۸، حدیث موقوف صحیح والاسناد

۲۹۴- حافظ ابوبکر ابوداؤد نے اپنی مخصوص سند کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت کی ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

”میں نے کسی صاحبِ عقل کو نہیں دیکھا کہ وہ سورۃ بقرہ کی آخری تین آیات کو پڑھے بغیر سویا ہو۔(۱)

اور حضرت علی سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میں نے کسی صاحب عقل کو جو اسلام میں داخل ہوا ہو آیت الکرسی پڑھے بغیر سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔(۲)

۲۹۵ - ابراھیم نخعی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

”كَانُوْا يُعَلِّمُوْنَهُمْ اِذا آوَوا اِلٰى فِراشِهِمْ أنْ يَقْرَأُوا اَلْمُعَوِّذَتَيْنِ“

صحابہ اپنے بچوں کو سکھاتے تھے کہ وہ جب بستر پر سونے کے لئے جائیں تو معوذتین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسْ) پڑھ لیا کریں۔

ایک اور روایت میں ہے:

”وَكَانُوا يَحِبُّوْنَ اَنْ يَقْرَأُ و هٰؤُلَاءِ السُّوَرِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ“(۳)

وہ لوگ ہر رات ان سورتوں کو تین بار پڑھنا پسند فرماتے تھے، یعنی ، قل ھوالله احد ، قل اعوذبرب الفلق ، قل اعوذبرب الناس.

اس باب کی احادیث وآثار صحابہ بکثرت موجود ہیں، جس قدر میں نے ذکر کر دیا ہے،

---

(۱) ابن علان : ۱۷۰/۳ بحواله شريعة القاري لابي بكر ، اسناده صحيح على شرط الشيخين

(۲) حواله سابق

(۳) اسناده صحيح على شرط مسلم

اس پر عمل کرنے والوں کے لئے وہی کافی ہے، اس سے زیادہ کو اس اندیشہ سے حذف کر رہا ہوں کہ کہیں تشنہ لبوں کو ملال واکتاہت نہ پیدا ہو جائے۔

ہر انسان کو چاہئے کہ اس باب میں مذکور تمام دعاؤں کا اہتمام کرے، اور اگر ساری دعاؤں پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو اہم دعاؤں میں سے جو ممکن ہو اور آسانی سے کر سکتا ہو اس پر عمل کرے۔

(باب-۲۹)

اللہ کا ذکر کئے بغیر سونے کی کراہت:

۲۹۶ - سنن ابی داؤد میں بسند جید حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تعالٰى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى تِرَةٌ"(۱)

جو کوئی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو اللہ کی طرف سے اس پر تاوان ہے، اور جو کوئی اس طرح سویا کہ سوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے تاوان ہے۔

"ترۃ" کے معنی نقص اور کمی کہ ہیں، بعض حضرات نے اس کا معنی ڈنڈ، تاوان اور ضرر لاحق ہونا بھی لکھا ہے۔

(باب-۳۰)

رات میں بیدار ہو کر دوبارہ سونے کا ارادہ ہو تو کیا کہے:

رات میں بیدار ہونے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو اس کے بعد نہیں

(۱) سنن ابی داؤد: ۵۰۵۹

سوتے، اس کے اذکار شروع کتاب میں گذر چکے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو اس کے بعد پھر دوبارہ سونے کا ارادہ رکھتے ہیں، ایسے شخص کے لئے مستحب ہے کہ نیند غالب آنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں، ایسے شخص کے بارے میں بہت سے اذکار وارد ہوئے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو پہلی قسم کے لوگوں کے اذکار میں گذر چکے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو اس سے مختلف ہیں۔

۲۹۷ - اس میں ایک وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ تَعَارَّمِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ : [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ] ثُمَّ قَالَ :[اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ] اَوْ دَعَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَت صَلَاتُهٗ"(۱)

جو شخص رات میں نیند سے بیدار ہو اور کہے [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ بہت بڑا ہے اور ساری حرکت وقوت اللہ ہی سے ہے] پھر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ کہے (اے اللہ تو مجھے بخش دے) یا کوئی اور دعاء کرے، تو اسے قبول کیا جاتا ہے، پھر اگر وضوء کرے (اور نماز پڑھے) تو اس کی نماز قبول کی جاتی ہے۔

اس روایت کی سماع ہم نے یقینی طور پر اسی طرح محفوظ کیا ہے، اور بخاری کے متعدد نسخوں میں اسی طرح ہے، البتہ بعض نسخوں میں "والله أكبر" سے پہلے "وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

(۱) صحیح بخاری : ۱۱۵۴

ساقط ہوگیا ہے اور حمیدی نے بھی "الجمع بین الصحیحین" میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے، ترمذی وغیرہ کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے مگر ابوداؤد کی روایت میں نہیں ہے۔

اس روایت کے ایک راوی "ولید بن مسلم، جو کہ امام بخاری، ابوداؤد ترمذی وغیرھم کے شیخ الشیوخ ہیں کو "اللھم اغفرلی" اور دعاء کے اندر شک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی" کہا یا "دعا الخ" کہا۔

۲۹۸ - سنن ابی داؤد میں ایسی سند سے جس کی انہوں نے تضعیف نہیں کی ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو کہتے :

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ،اَللّٰهُمَّ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ، وَاَسْئَلُکَ رَحْمَتَکَ،اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا، وَلَاتُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْهَدَیْتَنِیْ ، وَهَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ"

تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، اے اللہ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کی درخواست کرتا ہوں، اے اللہ تو میرے علم میں اضافہ فرما اور جبکہ تو نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے، میرے دل میں کجی مت فرما (مجھے گمراہ مت کر) اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطاء فرما بلاشبہ تو بڑا ہی داتا ہے۔(۱)

۲۹۹ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ وہ، یعنی رسول اللہ ﷺ جب رات میں نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے۔

"لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ، رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ"(۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد : ۵۰۶۱

(۲) عمل الیوم لابن سنی : ۷۶۲ عمل الیوم للنسائی ۸۶۴، حدیث حسن

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد و قہار ہے آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس کا رب و پالنہار ہے، غلبہ والا اور خوب بخشنے والا ہے۔

۳۰۰ - اور اسی میں بسند ضعیف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:

"إِذَا رَدَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ نَفْسَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَسَبَّحَهُ وَاسْتَغْفَرَهُ وَدَعَاتَقَبَّلَ مِنْهُ"

اللہ عزوجل جب کسی بندۂ مسلم کو اس کی جان رات میں لوٹا دیتا ہے، پھر وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، استغفار کرتا ہے اور اس سے دعاء کرتا ہے تو اللہ اس کی دعاء قبول فرماتے ہیں۔(۱)

۳۰۱ - ترمذی، ابن ماجہ و ابن سنی میں بسند جید حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ فِرَاشِهِ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ إِزَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّهُ لَايَدْرِيْ مَاخَلَفَهُ عَلَيْهِ، فَإِذَا اضْطَجَعَ فَلْيَقُلْ [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ رَدَدْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ" (۲)

جب تم میں سے کوئی رات میں اپنے بستر سے اٹھے پھر دوبارہ اس پر آئے تو اسے چاہئے کہ بستر کو کم از کم اپنے تہبند کے کنارے سے تین بار جھاڑ لے کیونکہ اسے پتہ نہیں اس پر اپنے پیچھے کیا چھوڑا

(۱) عمل الیوم لابن سنی : ۷۵۸

(۲) سنن ترمذی : ۳۴۰۱ ، سنن ابن ماجہ ، ۳۸۷۴ عمل الیوم لابن سنی : ۷۷۰

ہے، اور جب لیٹو تو کہو، باسمک اللھم الح اے اللہ تیرے ہی نام سے میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے ہی سہارے اسے اٹھاؤں گا اگر تو نے میری جان روک لی تو اس پر رحم فرما اور اگر اسے لوٹا دی تو اس کی حفاظت انہی کے ذریعہ فرما جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

۳۰۲ - موطا امام مالک میں کتاب الصلاۃ کے باب الدعاء میں امام مالکؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابودرداءؓ سے یہ روایت پہونچی ہے کہ وہ جب رات کے کسی حصہ میں اٹھتے تو کہتے:

"نَامَتِ الْعُيُونُ ، وَغَارَتِ النُجُوْمُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ"(۱)

آنکھیں سوچکی، اور ستارے ڈوب چکے ہیں اور تو ہی ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔

(باب-۱۳۱)

اضطراب و بیقراری کی وجہ سے نیند اُچٹ جانے کے وقت کی دعاء:

۳۰۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بدخوابی اور نیند اچٹ نے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، قل کہو:

"اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُومُ وَهَدَأَتِ الْعُيُونُ ، وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ ، لَاتَاخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ اَهْدِئْ لَيْلِيْ وَاَنِمْ عَيْنِيْ"

اے اللہ ستارے ڈوب چکے ہیں، اور آنکھیں پرسکون ہو چکی ہیں،

(۱) موطا اور امام مالک: ۲۱۹/۱ حدیث حسن

اور تو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ساری چیزوں کو قائم رکھنے والا ہے، تجھے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اے حی و قیوم تو میری شب پرسکون بنادے اور میری آنکھ سلادے۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعاء کی تو اللہ نے مجھ سے وہ شکایت دور کردی جس کے اندر میں گرفتار تھا۔(۱)

۳۰۴- محمد بن یحییٰ بن حَبّان سے مروی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بے خوابی کی شکایت ہوگئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی آپ ﷺ نے انہیں سوتے وقت ان کلمات کے ذریعہ تعوذ کا حکم دیا:

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنَ"(۲)

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں، اللہ کے غضب اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسہ اور اس کی آمد سے۔

۳۰۵ - سنن ترمذی میں بسند ضعیف (جس کی امام ترمذی نے تضعیف کی ہے) حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خالد بن ولیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ بے خوابی و نیند اچٹنے کی وجہ سے میں رات میں نہیں سوپاتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا أَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلْ :[اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَمَا اَظَلَّتْ ، وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ ، كُنْ لِيْ جَاراً مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا ، أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ ، وَاَنْ يَبْغِيَ عَلَيَّ ، عَزَّ جَارُكَ

---

(۱) عمل الیوم لا بن سنی ۷۵۴، حدیث غریب

(۲) عمل الیوم لا بن سنی ۷۵۵، یہ حدیث مرسل اور صحیح الاسناد ہے

وَجَلَّ ثَنَاءُ کَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ،وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ](۱)

جب تم بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو کہو، اے اللہ اے ساتوں آسمان اور جس پر وہ سایہ فگن ہے اس کے پالنہار، اے زمینوں کے اور جسے وہ اٹھائے ہوئی ہے اس کے پالنہار، اے شیطانوں کے اور جسے اس نے گمراہ کیا اس کے پالنہار، تو میرے لئے پناہ بن جا اپنے تمام مخلوق کے شر سے کہ ان میں کا کوئی مجھے تکلیف پہونچائے، اور مجھ پر دست درازی یا ظلم کرے، تیری پناہ نہایت مضبوط اور تیری حمد وثناء عظیم ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور بس تو ہی لائق عبادت ہے۔

(باب-۳۴)

نیند میں ڈر جانے کے وقت کی دعاء:

۳۰۶- ابوداؤد وترمذی اور ابن سنی ودیگر کی کتابوں میں حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں نیند میں ڈرنے سے متعلق یہ کلمات سکھاتے تھے:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَأَنْ یَحْضُرُوْنَ"

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب اس کے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسوں اور اس کی آمد سے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے باشعور وصاحبِ امتیاز بچوں کو (جو بڑے ہوتے) یہ کلمات سکھاتے، اور جو کم عمر نا سمجھ ہوتے اس کی تعویذ بنا کر اس کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔(۲)

---

(۱) سنن ترمذی: ۳۵۲۳

(۲) ابوداؤد: ۳۸۹۳، ترمذی: ۳۵۲۸، عمل الیوم لابن سنی: ۷۵۳، وقال الترمذی: حدیث حسن

۱/۳۰۶ - ابن سنی کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاظر ہوا اور نیند میں ڈرنے کی آپ سے شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا آوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلْ : [أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ مِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنَ ، وَأَنْ يَحْضُرُوْنَ]

جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو کہو: میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں اور اس کی آمد سے۔

اس شخص نے اس پر عمل کیا تو ڈرنے کی شکایت اس سے دور ہو گی(۱)

(باب-۳۳۳)

نیند میں خوش کن یا ناگوار چیزوں کو دیکھتے وقت کی دعاء:

۳۰۷ -صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا"

اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو یہ اللہ کی جانب سے ہے، اسے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد وثناء کرے، اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دے۔

ایک روایت میں ہے "فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ" اسے صرف انہی لوگوں سے بیان کرے جس سے وہ محبت کرتا ہو (یا جو اس سے محبت کرتا ہو)

---

(۱) عمل الیوم لابن : ۷۵۳

"وَاِذَا رَأیٰ غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّا یَکْرَہُ فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّھَا، وَلَا یَذْکُرْھَا لِاَحَدٍ فَاِنَّھَا لَاتَضُرُّ"(۱)

اور اگر اس کے علاوہ ایسی چیز دیکھتا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسے چاہئے کہ وہ اس کے شر سے پناہ مانگے، اور وہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے، کیونکہ وہ (خواب ایسی صورت میں) نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

۳۰۸ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الرُّؤیَا الصَّالِحَۃُ -وَفِیْ رِوَایَۃٍ- اَلرُّؤْیَا الْحَسَنَۃُ، مِنَ اللّٰہِ،وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّیْطَانِ ، فَمَنْ رَآی شَیْئاً یَکْرَھُہٗ، فَلْیَنْفُثْ عَنْ شِمَالِہٖ ثَلَاثًا وَلْیَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّھَا لَاتَضُرُّہٗ"

اچھا خواب اور ایک روایت میں ہے "حسین خواب" اللہ کی طرف سے ہے اور اُوٹ پٹانگ خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس لئے اگر کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو تو اپنے بائیں جانب تین بار پھونک مارے اور شیطان سے پناہ مانگے (تعوذ پڑھے) کیونکہ (اس طرح) وہ اسے نقصان نہیں پہونچا سکتا۔(۲)

ایک میں "فَلْیَنْفُثْ" (پھونک مارے) کی جگہ "فَلْیَبْصُقْ" (تھوک پھینکے) ہے، پہلی روایت میں "نفث" سے مراد بظاہر اس طرح پھونک مارنا ہے جس میں تھوک نہ نکلے، اور بصق میں تھوک کے ساتھ پھونک مارنا مراد ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری : ۶۹۸۵

(۲) صحیح بخاری : ۵۷۴۷، مسلم : ۲۲۶۱

۳۰۹ - صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یَکْرَهُهَا فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ ثَلَاثًا وَیَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهٖ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ"(۱)

اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوکے اور تین بار شیطان سے پناہ مانگے، (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے) اور جس پہلو پر تھا اس سے اپنا پہلو بدل لے۔

۳۱۰ - امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

"اِذ اراٰی اَحَدُکُم رُؤیَا یَکْرَهُهَا فَلَا یُحَدِّثْ بِهَا اَحَداً وَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ"(۲)

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے کسی سے بیان نہ کرے اور اسے چاہئے کہ اٹھے اور نماز پڑھے،

۳۱۱ - ابن سنی کی کتاب میں یہ روایت اس طرح ہے:

"اِذ اراٰی اَحَدُکُمْ رُؤیا یَکرَهُهَا فَلْیَتْفُلْ ثَلَاثَ مراتٍ ثُمَّ لِیَقُلْ :[اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ وَسَیِّئَاتِ الْاَحْلَامِ] فَانها لَاتَکُوْنُ شَیْئاً"(۳)

اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے تین بار تھوکنا چاہئے پھر اسے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ الخ" کہنا چاہئے "اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان کے عمل اور بے سروپا

(۱) صحیح مسلم : ۲۲۶۲ (۲) سنن ترمذی : ۲۲۹۲

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۷۷۵

خواب کی برائیوں سے، کیونکہ یہ کچھ نہیں ہوتا۔

(باب-۳۴)

جس سے خواب بیان کیا جائے اسے کیا کہنا چاہیئے:

۳۱۲ - ابن سنی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے جس نے آپ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا ارشاد فرمایا:

”خَيْراً رَآيتَ وَخَيْراً يَكُونُ“(۱)

تم نے بہتر دیکھا اور بہتر ہی ہوگا۔

۳۱۲/۱ - ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

”خَيْراً تَلْقَاهُ، وَخَيْراً تَوَقَّاهُ، خَيْراً لَنَا وَشَرّاً عَلٰى أَعْدَائِنَا وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“(۲)

تو خیر ہی پائے، شر سے محفوظ رہے، ہمارے لئے خیر ہے اور شر ہمارے دشمنوں کے لئے ہے، ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

(باب-۳۵)

اخیر شب میں دعاء و استغفار کی تلقین:

۳۱۳- صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَاحِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَاسْتَجِيبَ لَهُ، وَ مَنْ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۷۷۸ یہ حدیث ضعیف ہے

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۷۷۷ یہ حدیث ضعیف ہے

يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ ، وَ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ"(۱)

ہمارے پروردگار ہر رات جبکہ آخری ایک تہائی شب باقی رہتی آسمان دنیا پر نزول فرما کر کہتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے کہ میں اس کی دعاء قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے کے میں اسے عطاء کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔

اور مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

يَنْزِلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِيْنَ يَمْضِيْ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ فَيَقُوْلُ : اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الْمَلِكُ ،مَنْ ذَاالَّذِيْ يَدْعُوْنِيْ فَاسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ ذَاالَّذِيْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهُ ، مَنْ ذَاالَّذِيْ يَسْتَغْفِرُنِي فَاغْفِرَ لَهُ ، فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْئُ الْفَجْرُ،،

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر رات سماء دنیا پر اس وقت نزول فرماتے ہیں جبکہ رات کا پہلا ایک تہائی حصہ گذر چکا ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں، میں بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے کے میں اس کی دعاء قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسے عطاء کروں، اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے کہ میں اس کی مغفرت کروں اور یہ سلسلہ اسی طرح فجر کے روشن ہونے تک رہتا ہے۔(۲)

ایک روایت میں "اذا مضی شطر اللیل" ہے، یعنی جب نصف شب کا ایک معتد بہ حصہ گذر جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں "ثلثاہ" ہے (یعنی رات کا دو تہائی حصہ) (۳)

---

(۱) صحیح بخاری ۷۴۹۴ صحیح مسلم ۷۵۸ (۲) صحیح مسلم :۷۵۸ صحیح مسلم ۱۶۹

(۳) صحیح مسلم: ۱۷۱

۳۱۴ - سنن ابی داؤد وترمذی میں حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

"اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ تعالیٰ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ"(۱)

وہ وقت جس میں پروردگارِ عالم بندوں سے سب زیادہ قریب ہوتا ہے، رات کا آخری حصہ ہے، اگر تمہارے اندر اس کی استطاعت ہو کہ اس گھڑی میں اللہ کا ذکر کرنے والوں میں سے ہو تو بن جاؤ۔

(باب-۳۶)

وقت قبولیت کی امید میں رات کے کسی بھی وقت کی جانے والی دعاء:

۳۱۵ - صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

"اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى خَيْراً مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةً"

رات میں ایک ایسی گھڑی ہے جسے کوئی مسلمان شخص جب بھی دنیا یا آخرت کی بھلائی کا سوال کرتے ہوئے پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور عطاء کر دیتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔(۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد ۱۲۷۷ سنن ترمذی ۳۵۷۹ وقال الترمذی: حسن صحیح
(۲) صحیح مسلم: ۷۵۷

(باب-۳۷)

اسماء حسنیٰ کا بیان :

اللہ رب العزت والجلال فرماتے ہیں:

"وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" (اعراف:۱۸۰)

اور اللہ کے لئے سب نام اچھے ہیں سو اس کو پکارو وہی نام کہ کر۔

۳۱۶ - حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْماً، مِائَةً اِلَّا وَاحِدً، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، اِنَّهٗ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ"

اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو، یعنی ننانوے نام ہیں، جس نے اسے شمار کر لیا (یاد کر لیا) وہ جنت میں داخل ہوگا، اللہ وتر (طاق) ہے، وہ وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے۔

نوٹ : وتر "واؤ" کے زیر اور زبر دونوں طرح سے درست ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منفرد و یکتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ نظیر، اللہ تعالیٰ کا وتر کو پسند فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے اعمال و طاعات میں اللہ تعالیٰ نے وتر یعنی طاق عدد کو جفت پر فوقیت و فضیلت بخشی ہے، مثلاً نمازیں پانچ ہیں، طہارت تین تین بار حاصل کرنے کا حکم ہے، تسبیحات عموماً طاق عدد ہیں، مخلوقات میں سے بڑے، اور اہم مخلوقات طاق ہیں جیسے آسمان، زمین، سمندر، اور ہفتہ کے ایام۔

اللہ کا طاق کو پسند فرمانے سے متعلق کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مفہوم اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت اس کی انفرادیت و وحدانیت میں اخلاص کے ساتھ کرتا ہے اللہ اسے پسند فرماتا ہے۔

امام قرطبی کی رائے ہے کہ اس وتر و طاق عدد کے اندر عموم مراد ہے، کیونکہ اس کے اندر

کسی خاص چیز میں وتر کا ذکر نہیں، اس لئے اس کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ اللہ ہر اس وتر و طاق کو پسند فرماتے ہیں جس کو انہوں نے مشروع کیا اور بندے کو حکم دیکر اس کا پابند بنایا، جیسے نماز مغرب، و نماز پنجگانہ "اللہ پسند فرماتے ہیں" کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس کا حکم دیا اور اس کے بجالانے کی تلقین کی ہے، کیونکہ اللہ اسی چیز کا حکم دیتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ کے ننانوے نام یہ ہیں:

(۱) هو اللّٰه الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ، وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی۔

(۲) الرحمن۔ بہت رحم کرنے والا

(۳) الرحیم ۔ بڑا مہربان (۴) الملک۔ حقیقی بادشاہ (۵) القدوس۔ پاک ذات

(۶) السلام ۔ سلامتی والا، بے عیب (۷) المومن ۔ امن و امان دینے والا۔

(۸) المهیمن ۔ نگہبان (۹) العزیز۔ سب پر غالب

(۱۰) الجبار۔ سب سے زبردست (۱۱) المتکبر ۔ بڑائی و بزرگی والا

(۱۲) الخالق۔ پیدا کرنے والا (۱۳) الباری ۔ جان ڈالنے والا

(۱۴) المصور۔ صورت دینے والا (۱۵) الغفار۔ درگذر کرنے والا

(۱۶) القهار ۔ سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا (۱۷) الوهاب۔ خوب عطاء کرنے والا

(۱۸) الرزاق ۔ بڑا روزی دینے والا (۱۹) الفتاح ۔ بڑا مشکل کشا

(۲۰) العلیم ۔ بہت وسیع علم والا (۲۱) القابض۔ روزی تنگ کرنے والا

(۲۲) الباسط۔ روزی فراخ کرنے والا۔ (۲۳) الخافض۔ پست کردینے والا

(۲۴) الرافع ۔ بلند کردینے والا (۲۵) المعز ۔ عزت دینے والا

(۲۶) المذل۔ ذلت دینے والا (۲۷) السمیع۔ سب کچھ سننے والا

(۲۸) البصیر ۔ سب کچھ دیکھنے والا (۲۹) الحکم۔ حاکم مطلق

(۳۰) العدل۔ سراپا انصاف (۳۱) اللطیف۔ بڑا لطف و کرم کرنے والا

(۳۲) الخبیر ۔ باخبر و آگاہ رہنے والا (۳۳) الحلیم ۔ بڑا بردبار

(۳۴) العظیم۔ بڑا بزرگ (۳۵) الغفور۔ بہت بخشنے والا

(۳۶) الشکور۔ قدردان (۳۷) العلي۔ بہت بلند و برتر

(۳۸) الکبیر۔ بہت بڑا (۳۹) الحفیظ۔ سب کا محافظ

(۴۰) المغیث۔ دادرسی کرنے والا (۴۱) الحسیب۔ سب کیلئے کفایت کرنے والا

(۴۲) الجلیل۔ بڑے بلند مرتبہ والا (۴۳) الکریم۔ بہت کرم کرنے والا

(۴۴) الرقیب۔ بڑا نگہبان (۴۵) المجیب۔ دعائیں قبول کرنے والا

(۴۶) الواسع۔ وسعت والا (۴۷) الحکیم۔ بڑی حکمتوں والا

(۴۸) الودود۔ بہت محبت کرنے والا (۴۹) المجید۔ بڑا بزرگ

(۵۰) الباعث۔ مردوں کو زندہ کرنے والا (۵۱) الشهید۔ حاضر و ناظر

(۵۲) الحق۔ برحق و برقرار (۵۳) الوکیل۔ بڑا کارساز

(۵۴) القوی۔ بڑی طاقت وقوت والا (۵۵) المتین۔ شدید قوت والا

(۵۶) الولی۔ مددگار و حمایتی (۵۷) الحمید۔ لائق تعریف

(۵۸) المحصی۔ اپنے علم و شمار میں رکھنے والا (۵۹) المبدئی۔ پہلی بار پیدا کرنے والا

(۶۰) المعید۔ دوبارہ پیدا کرنے والا (۶۱) المحی۔ زندگی دینے والا

(۶۲) الممیت۔ موت دینے والا (۶۳) الحی۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا

(۶۴) القیوم۔ سب کو قائم و سنبھالنے والا (۶۵) الواجد۔ ہر چیز کو پانے والا

(۶۶) الماجد۔ بزرگی و بڑائی والا (۶۷) الواحد۔ اکیلا و یکتا

(۶۸) الصمد۔ بے نیاز (۶۹) القادر۔ قدرت والا

(۷۰) المقتدر۔ پوری قدرت رکھنے والا (۷۱) المقدم پہلے اور آگے کرنے والا

(۷۲) الموخر۔ پیچھے اور بعد میں رکھنے والا (۷۳) الاول۔ سب سے پہلے

(۷۴) الآخر۔ سب کے بعد (۷۵) الظاهر۔ آشکارا

(۷۶) الباطن۔ پوشیدہ (۷۷) الوالی۔ متصرف و متولی

(۷۸) المتعالی ۔ سب سے بلند وبرتر (۷۹) البر۔ بڑا اچھا سلوک کرنے والا
(۸۰) التواب۔ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا (۸۱) المنتقم۔ بدلہ لینے والا
(۸۲) العفو۔ بہت معاف کرنے والا (۸۳) الرؤف۔ بہت بڑا شفقت کرنے والا
(۸۴) مالک الملک۔ ملکوں کا مالک، بادشاہوں کا بادشاہ
(۸۵) ذوالجلال والاکرام ۔ عظمت وجلال اور انعام واکرام کرنے والا
(۸۶) المقسط ۔ عدل وانصاف قائم کرنے والا
(۸۷) الجامع ۔ سب کو جمع کرنے والا (۸۸) الغنی۔ بڑا بے نیاز
(۸۹) المغنی ۔ بے نیاز بنادینے والا (۹۰) المانع۔ روکدینے والا
(۹۱) الضار۔ ضرر پہونچانے والا (۹۲) النافع۔ نفع پہونچانے والا
(۹۳) النور۔ سراپا نور اور نور بخشنے والا (۹۴) الھادی ۔ سیدھا راستہ دکھانے والا
(۹۵) البدیع۔ بغیر نمونہ کے چیزوں کو ایجاد کرنے والا
(۹۶) الباقی۔ ہمیشہ باقی رہنے والا (۹۷) الوارث۔ سب کے بعد موجود رہنے والا
(۹۸) الرشید راستی ونیکی پسند کرنے والا (۹۹) الصبور۔ بڑے صبر وتحمل والا
"ان للہ" سے "یحب الوتر" تک بخاری ومسلم کی روایت ہے۔(۱)

اوراس کے بعد اسماء حسنی کی روایت حدیث حسن ہے، جسے امام ترمذی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔(۲)

بعض روایتوں میں "المغیث" کی جگہ "المقیت" اور "الرقیب" کی جگہ "القریب" اور "المتین" کی جگہ "المبین" آیا ہے، مگر مشہور المتین ہی ہے "احصاھا" کا لغوی معنی شمار کرنا ہے، مگر اس جگہ اس سے مراد اسے حفظ اور یاد کرنا ہے، جیسا کہ امام بخاری وغیرہ اکثر محدثین نے اس کی تفسیر کی ہے، اوراس کی تائید صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۴۱۰ صحیح مسلم: ۲۶۷۷

(۲) دیکھئے: سنن ترمذی: ۳۵۰۷، ابن ماجہ: ۳۸۶۱

ہے جس کے الفاظ ہیں۔ "من حفظها دخل الجنته" جس نے اسے حفظ کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔(۱)

بعض علماء نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جس نے ان اسماء کے مفہوم ومعانی کو سمجھا، اوراس پر ایمان لایا وہ جنت میں داخل ہوگا ـــــــ اور بعض لوگوں نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ جس نے ان اسماء کی اچھی رعایت کے ساتھ اس پر قدرت رکھنے کی صورت میں عمل کیا اور اپنے آپ کو اس طرح ڈھالا کہ اس کے معانی پر عمل کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی تو جنت میں داخل ہوگا، واللہ اعلم۔

کتاب تلاوۃ القرآن

تلاوتِ قرآن کا بیان

یاد رکھیں کہ تلاوت قرآن سب سے افضل ذکر ہے، اور مطلوب تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا ہے، تلاوت کے کچھ مقاصد وآداب ہیں، جس کے متعلق میں نے ایک مختصر کتاب اس سے قبل تالیف کی ہے، اس کے اندر میں نے تلاوت اور تلاوت کرنے والوں کے بعض نفیس نکات، آداب وصفات، اوراس سے متعلق امور کو جمع کیا ہے، حامل قرآن کے لئے اس سے ناواقف رہنا مناسب نہیں ـــــــ زیر نظر کتاب کے اندر ان مقاصد کا میں مختصر تذکرہ کرونگا، اور جو اس کی تفصیل جاننا چاہے وہ مذکورہ کتاب سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

(فصل)

تلاوت قرآن کی پابندی کرنا:

تلاوت قرآن کی شب وروز پابندی رکھنا مناسب ہے، خواہ سفر میں ہو یا حضر میں، کتنے

(۱) صحیح مسلم: ۵۶۷۷

دنوں میں ختم قرآن ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں سلف صالحین کے مختلف طور طریق اور عادات واطوار تھے، سلف صالحین کی ایک جماعت دو ماہ میں ختم کرتی تھی کچھ لوگ ہر ماہ، کچھ لوگ دس شب میں، کچھ لوگ آٹھ شب میں اور کچھ لوگ ہر سات شب میں ختم کیا کرتے تھے، اور یہ اکثر سلف صالحین کا عمل تھا، اور کچھ لوگ ہر چھ شب میں، کچھ لوگ پانچ شب میں کچھ لوگ چار شب میں، اور اکثر حضرات تین شب میں اور بہت سے حضرات ۲۴ گھنٹہ میں بھی ختم کیا کرتے تھے، سلفِ صالحین کی ایک بڑی تعداد ہر دن دو ختم اور کچھ حضرات تین ختم کیا کرتے تھے، بلکہ بعض حضرات نے تو ۲۴ گھنٹہ میں ۸ ختم بھی کیا ہے، یعنی چار ختم دن میں اور چار ختم رات میں، اور جن حضرات نے دن میں چار اور رات میں چار یعنی ایک شب و روز میں آٹھ ختم کئے ہیں ان میں سے ایک سعید بن الکاتب الصوفی ہیں، اور یہ تلاوت کی سب سے زیادہ مقدار ہے، جس کا مجھے علم ہو سکا۔

سید احمد الدروقی اپنی مخصوص سند سے، تابعی منصور بن زاذان بن عبادؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان اور کبھی مغرب اور عشاء کے درمیان ایک ختم کیا کرتے تھے، اور رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان دو ختم اور کچھ اور پڑھا کرتے تھے، یہ حضرات رمضان میں عشاء کی نماز کو ایک چوتھائی شب گذرنے تک مؤخر کیا کرتے تھے۔

ابن ابی داؤد بسند صحیح نقل کرتے ہیں کہ مجاہد رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان ایک ختم کیا کرتے تھے اور جن حضرات نے ایک رکعت میں ختم کیا ہے ان کی تعداد بے شمار ہے، حضرت عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر (اور امام ابو حنیفہؒ) ان میں سے چند مشہور شخصیات ہیں۔

البتہ اسے کب اور کتنے وقت میں ختم کرنا بہتر ہے؟ یہ افراد و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہے، اگر لطائف و معارف اور دقت فکر و نظر کا ظہور ہو تو اتنی ہی مقدار پہ اکتفاء کرنا بہتر ہے جس میں اسے یہ حاصل ہو سکے۔ (اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ) جو پڑھ رہا ہے اسے سمجھ کر پڑھتے ہوئے ختم کرنا چاہئے۔

جولوگ علوم دینیہ کی نشرواشاعت، حکومت وقضاء، دینی امور اور مسلمانوں کے مفاد عامہ سے متعلق امور میں مشغول ہوں انہیں اتنی ہی مقدار کی تلاوت پر اکتفاء کرنا چاہئے جس سے ان اہم امور میں خلل نہ پڑتا ہو جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے، البتہ جولوگ ان شخصیات میں سے نہ ہوں تو انہیں بقدر استطاعت اس حد تک بکثرت تلاوت کرنی چاہئے کہ اس سے بیزاری یا تلاوت میں روانی کی وجہ سے تلفظ میں خبط و بگاڑ پیدا نہ ہو۔

متقدمین کی ایک جماعت نے ۲۴ گھنٹے میں ختم کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

۳۱۷ - اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَایَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرآنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلاثٍ"(۱)

جس نے تین دن سے کم میں پورا قرآن پڑھا وہ اسے نہیں سمجھ سکتا۔

تلاوت قرآن کی ابتداء واختتام کا وقت کیا ہونا چاہئے؟ یہ تلاوت کرنے والے کے اختیار میں ہے، اگر وہ ہفتہ میں ایک ختم کرنے والا ہے تو اس کے لئے مشعل راہ حضرت عثمان غنی ہیں جو شب جمعہ میں شروع کرتے اور جمعرات کی شب میں ختم کرتے تھے ـــــ امام غزالی "الاحیاء" میں فرماتے ہیں کہ ایک ختم رات میں اور دوسرا ختم دن میں کرنا افضل ہے دن کا ختم بہتر ہے کہ دوشنبہ کی شب نماز فجر کی دو رکعت سنت میں یا اس کے بعد کی نماز میں ہو اور رات کا ختم بہتر ہے کہ شب جمعہ کو مغرب کی دو رکعت سنت یا اس کے بعد کی نماز میں ہو، اور یہ اس لئے کہ کبھی دن کے اول اور کبھی آخری حصہ کا اس طرح استقبال ہو سکے۔

ابن ابی داؤد جلیل القدر تابعی حضرت عمرو بن مرۃ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام شب وروز کے ابتدائی حصہ میں ختم کرنا پسند فرماتے تھے" ـــــ جلیل القدر تابعی امام طلحہ بن مصرف سے منقول ہے، وہ فرماتے رہتے ہیں "جس کسی نے دن کے کسی حصہ میں ختم قرآن کیا تو شام تک ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں، اور جس نے رات کے کسی حصہ

(۱) سنن ابی داؤد ۱۳۹۴، سنن ترمذی ۲۹۴۹، تحفہ ۸۹۵۰ بحوالہ سنن کبریٰ للنسائی)

میں ختم کیا تو صبح تک فرشتے اس کے لئے دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں۔ نیز مجاہد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

۳۱۸ - ابومحمد الدارمی جن کے حفظ، جلالت شان، لیاقت ومہارت اور رسوخ فی العلم ہونے پر اُمت کا اجماع ہے ان کی مسند میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"اگر ختم قرآن اول شب میں میسر آجائے تو فرشتے اس کے لئے صبح تک دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں، اور اگر آخر شب میں میسر آجائے تو شام تک اس کے لئے دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں"(۱)

(فصل)

تلاوت کا پسندیدہ وقت:

تلاوت کا پسندیدہ مقام اور افضل طریقہ نماز کے اندر کرنا ہے، امام شافعی وغیرہ دیگر فقہاء کا مذہب ہے کہ نماز میں لمبی قراءت طویل سجدہ سے افضل ہے اور خارج صلاۃ رات کی تلاوت عام اوقات سے افضل ہے، پھر رات میں اخیر شب کی تلاوت اول شب سے افضل ہے اور مغرب وعشاء کے درمیان پسندیدہ ہے۔

اور دن کی قراءت میں افضل وقت نماز فجر کے بعد ہے اور دن کے کسی بھی حصہ میں حتی کہ نماز سے منع کردہ وقت میں بھی قراءت بلا کراہت جائز ودرست ہے، اور معاذ بن رفاعہ کے مشائخ کا وہ قول جسے ابن ابی داؤد نے ان سے نقل کیا ہے کہ عصر کے بعد تلاوت بایں وجہ مکروہ ہے کہ یہ یہودیوں کی تعلیم کا وقت ہے، بے بنیاد اور ناقابلِ قبول ہے۔

اور ایام میں جمعہ، دوشنبہ، پنج شنبہ، اور عرفہ کا دن اور عشرہ میں، ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور رمضان کا آخری عشرہ، اور مہینوں میں، رمضان کا مہینہ تلاوت کے لئے سب سے افضل ہے۔

(۱) مسند الدارمی: ۳۱۸/۴ وقال الدارمی: ھذا حسن عن سعد

(فصل)

ختم قرآن کے آداب اور اس سے متعلق امور کا بیان :

تنہا قرآن ختم کرنے والوں کے لئے نماز میں ختم کرنا مستحب ہے، البتہ جو خارج صلاۃ ختم کررہے ہوں، یا بہت سے لوگ اکٹھا ختم کررہے ہوں تو ان کے لئے رات کے شروع یا دن کے شروع میں ختم کرنا مستحب ہے، اسی طرح ختم کے دن روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، بشرطیکہ ایسا دن نہ آیا ہو جس میں شریعت نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ کوفہ کے حضرات تابعین جیسے طلحہ بن مصرف مسیّب بن رافع اور حبیب بن ثابت رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ جس دن انہیں ختم کرنا ہوتا یہ حضرات اس دن روزہ رکھتے تھے، اور ختم قرآن کی مجلس میں پڑھنے اور نہ پڑھنے والے سبھوں کا شریک ہونا مستحب ہے۔

۳۱۹ - کیونکہ صحیحین کی روایت ہے کہ

"اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلی اللّٰه علیه وسلم اَمَرَ الْحُيَّضَ بِالْخُرُوْجِ ، يَوْمَ الْعِيدِ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ المسلمين"(۱)

رسول اللہ ﷺ نے حائضہ عورتوں کو (بھی) عید کے دن عیدگاہ جانے کی اجازت دی تاکہ وہ مسلمانوں کی دعاؤں اور خیر میں شریک ہوسکیں۔

۳۲۰ - مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ قرآن پڑھنے والے شخص کی نگرانی و تعاقب میں ایک شخص کو متعین فرما دیتے اور جب وہ ختم کرنے کو ہوتا تو انہیں خبر دی جاتی پھر آپؓ اس کے ختم میں شریک ہوتے۔ (۲)

۳۲۱ - حضرت انسؓ کے خاص شاگرد جلیل القدر تابعی حضرت قتادہ سے ابن ابی داوٗد نے

---

(۱) بخاری ۹۷۴ مسلم: ۸۹۰ (۲) مسند دارمی ۴۶۸/۴، اس اثر کی سند ضعیف ہے

متعدد صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ جب ختم قرآن کا ارادہ کرتے تو اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے دعاء فرماتے۔(۱)

۳۲۲ - جلیل القدر تابعی حضرت حکم بن عتیبہؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجاہد اور عبادہ بن ابی لبابہ نے قاصد بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ میں نے اس لئے قاصد بھیجا تھا کہ میرا ارادہ ختم قرآن کا ہے، اور ختم قرآن کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں ——— دوسری بعض صحیح روایتوں میں ہے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

۳۲۳ - بسند صحیح مجاہد سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے اور فرماتے تھے کہ ”اس وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے“

(فصل)

ختم قرآن کے وقت دعاء کرنا مستحب ہے:

ختم قرآن کے وقت دعاء کرنا غیر معمولی تاکید کے ساتھ مستحب ہے۔

۳۲۴- مسند دارمی میں حمید اعرج رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن ختم کیا اور دعاء کی چار ہزار فرشتے اس کی دعاء پر آمین کہتے ہیں۔(۲)

اور بہتر ہے کہ دعاء میں خوب الحاح وانہماک ہو اور جامع کلمات کے ذریعہ اہم ضروریات کی دعاء کی جائے۔ دعاء کا اکثر حصہ یا پوری دعاء آخرت سے متعلق اور عام مسلمانوں کے امور، بادشاہ وقت اور تمام مسلمانوں کے حکام کی صلاح، طاعت کی توفیق، اختلافات سے حفاظت، نیکی اور تقویٰ پر اعانت، حق کے قیام اور اس پر یکجا ہونے، دشمنان دین اور تمام مخالفین پر غلبہ پانے وغیرہ کے بارے میں ہو۔

ان دعاؤں کے الفاظ کا ذکر ”اداب القراء“ میں کر چکا ہوں، جہاں میں نے مختصر دعائیں بھی نقل کی ہیں، جو اسے اخذ کرنا چاہئے وہاں سے اخذ کر سکتا ہے۔ ختم قرآن سے فارغ

(۱) مسند دارمی ۴۶۹/۲ (۲) مسند دارمی ۴۷۰/۲

ہو کر ساتھ ہی دوبارہ اسے شروع کر دینا مستحب ہے۔ سلف صالحین اسے بہت پسند فرماتے تھے ،اور اس حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

۱/۳۲۴ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُ الْاَعْمَالِ الْحَلُّ وَالرِّحْلَةُ ، قِيْلَ : وَمَاهُمَا : قَالَ : اِفْتِتَاحُ الْقُرْآنِ وَخَتْمُهُ" (۱)

سب سے بہترین عمل پڑاؤ رکھتے ہی کوچ کرنا ہے، عرض کیا گیا یہ پڑاؤ کرنا اور کوچ کرنا کیا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو شروع کرنا اور ختم کرنا۔

(فصل)

مقررہ اوراد و وظائف کے چھوٹ جانے پر اس کی قضاء:

۳۲۵ - صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ مِنَ اللَّيْلِ ، اَوْعَنْ شَيْئٍ مِنْهُ ، فَقَرأَهُ مَابَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَاَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ" (۲)

جو شخص رات کے اپنے مخصوص اوراد و وظائف یا اس کے کچھ حصہ سے غافل ہو کر سو جائے پھر نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی میں پڑھا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ۲۹۴۸، کے الفاظ اس سے مختلف ہیں، ترمذی کی روایت حضرت ابن عباس سے ہے، وقال الترمذی: غریب لانعرفہ، اسنادہ لیس بالقوی، اوپر مذکور الفاظ، ابن ابی داؤد کی روایت کے ہیں جو حضرت انس سے مروی ہے وفی سندہ کذاب) (۲) صحیح مسلم: ۷۴۷

(فصل)

تلاوت قرآن کی پابندی کا حکم اور بھلانے پر انتباہ :

۳۲۶ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"تَعَاهَدُوا هٰذَا الْقُرْآنَ ، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا" (۱)

اس قرآن کی نگرانی رکھو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد کی جان ہے، یہ اونٹ کا اپنی نکیل سے چھوٹ کر بدکنے سے زیادہ بدکنے والا ہے۔

۳۲۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمِثْلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ ، اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا ، اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ" (۲)

صاحب قرآن کی مثال نکیل میں بندھے ہوئے اونٹ جیسی ہے کہ اگر (بندھا ہوا) اس کی حفاظت و نگرانی کرتا ہے تو اس کے قابو میں ہے، اور اگر اسے آزاد چھوڑ دے تو رفو چکر ہو جاتا ہے۔

۳۲۸ - ابوداؤد و ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَىَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقُذَاةِ يُخْرِجُهَا الرَّجُلِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا

---

(۱) صحیح بخاری: ۵۰۳۳، مسلم: ۷۹۱ (۲) صحیح بخاری: ۵۰۳۱، صحیح مسلم ۷۸۹

اَعْظَمَ مِنْ سُورَۃٍ مِنَ الْقُرآنِ اَوْ آیَۃٍ اُوْتِیْھَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِیَھَا" (۱)

میرے سامنے میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں حتی کہ وہ کنکری یا پرندے کا پر بھی جسے کوئی شخص مسجد سے نکالتا ہے، اور میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت کسی انسان کو دی گئی ہو پھر وہ اسے بھول گیا ہو۔

۳۲۹۔ سنن ابی داؤد و مسند دارمی میں حضرت سعد بن عبادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَرَاَ الْقُرآنَ ثُمَّ نَسِیَہٗ لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَجْذَمَ" (۲)

جس نے قرآن پڑھا (یعنی یاد کیا) پھر اسے بھول گیا، تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے کوڑھی بن کر ملے گا۔

(فصل)

قرآن کی تلاوت کرنے والوں کے آداب و مسائل:

تلاوت کرنے والوں کے آداب و مسائل بہت ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر ہم دلائل کو حذف کرتے ہوئے کر رہے ہیں، کیونکہ اس کے دلائل مشہور و معروف ہیں، نیز اس سے طول بے جا کا اندیشہ ہے۔

پہلا حکم تلاوت میں اخلاص پیدا کرنا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاء جوئی ہے، اس کا مقصد رضاء الٰہی کے سوا کچھ اور نہ ہو، نیز وہ قرآن کے ساتھ باادب رہے اور اپنے ذہن میں مستحضر رکھے

---

(۱) ابوداؤد ۴۶۱، ترمذی ۲۹۱۶، امام ترمذی نے اس حدیث میں کلام کیا ہے

(۲) سنن ابی داؤد ۱۴۷۴، مسند دارمی ۲/۴۳۷، یہ حدیث ضعیف ہے۔

کہ وہ اللہ سے ہم کلام وسرگوشی کررہا ہے، اور اس کی کتاب کی تلاوت کررہا ہے، اور اس تلاوت کے ساتھ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ اسے ضرور دیکھ رہا ہے۔

(فصل)

تلاوت کے لئے مسواک کا حکم:

قرآن کی تلاوت کا جب ارادہ ہو تو مناسب ہے کہ مسواک وغیرہ سے منہ صاف کرلے اور بہتر ہے کہ مسواک پیلو کا ہو، البتہ کسی بھی شاخ یا خوشبودار ٹہنی مثلاً سعد، اُشنان یا کھردرے کپڑے سے جس سے صفائی حاصل ہوسکتی ہو صاف کرلینا درست ہے، البتہ انگلی سے صاف کرنے میں مسواک کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ اس میں حضرات شوافع کے تین اقوال ہیں:

مشہور قول یہ ہے کہ فضیلت حاصل نہ ہوگی، دوسرا قول یہ ہے کہ حاصل ہوجائے گی، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مسواک موجود ہو تو فضیلت حاصل نہ ہوگی اور اگر نہ ہو تو حاصل ہوجائے گی۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ کے داہنے جانب سے عرض میں شروع کرے اور ادائیگی سنت کی نیت کرے، بعض حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ مسواک کرتے وقت یہ دعاء پڑھنی چاہئے۔

"اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

اے اللہ اے ارحم الراحمین تو میرے لئے اس میں برکت عطا فرما۔

پھر دانت کے ظاہری اور اندرونی حصہ میں مسواک کرے اور دانت کے سرے اور اس کی جڑوں اور حلق کے اوپر آہستہ آہستہ پھیرے، مسواک متوسط قسم کی لکڑی کا بنا ہو، نہ تو بہت خشک ہو اور نہ بالکل نرم، اگر زیادہ خشک ہو تو اسے پانی سے بھگو کر نرم وملائم کرلے۔

اگر خون وغیرہ کی وجہ سے منہ ناپاک ہو تو اسے دھوئے بغیر قرآن کی تلاوت مکروہ ہے، البتہ یہ حرام ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہے اور صحیح قول کے مطابق حرام نہیں ہے — اس مسئلہ کی

تفصیلی وضاحت، نیز اس فصل کی دیگر جزئیات کا کچھ حصہ شروع کتاب کے فصلوں میں گذر چکا ہے۔

(فصل)

تلاوت قرآن کے آداب:

تلاوت کرنے والوں کے لئے مناسب ہے کہ اس کی حالت خشوع، اور فکر وتدبر کرنے والی جیسی ہو، کیونکہ یہی مطلوب ومقصود ہے اور اسی سے شرح صدر اور دل کو نورانیت حاصل ہوتی ہے ـــــ اس کے بے شمار دلائل ہیں جن کا تفصیلی ذکر ممکن نہیں۔

سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت ایسی بھی گذری ہے جو پوری رات یا بیشتر رات ایک ہی آیت کو پڑھتے رہے اور اس کی تلاوت کے ساتھ اس میں غور وفکر اور تدبر کرتے رہے، بہت سے غشی کھا کر گر گئے اور بہت سے گر کر وفات پا گئے۔

گریہ کرنا یا رونے جیسی صورت بنانا مستحب ہے، کیونکہ قراءت کے وقت گریہ وزاری عارفین کا وصف اور اللہ کے نیک وصالح بندوں کا شعار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُم خُشُوعاً" (الاسراء: ۱۰۹)

وہ اپنی تھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور یہ قرآن ان کی عاجزی وخشوع وخضوع بڑھا دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں وارد آثار صحابہ کا بڑا حصہ میں نے "کتاب التبيان في آداب حملة القرآن" میں جمع کر دیا ہے۔

کرامات اور مواہب ومعارف کے حامل جلیل القدر بزرگ حضرت ابراہیم الخواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "دل کا علاج یا اس کی دواء پانچ چیز ہے: تدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنا، شکم کا خالی ہونا، قیام لیل یعنی رات میں عبادت کرنا، سحر کے وقت تضرع اور گریہ وزاری کرنا اور صالحین کی صحبت اختیار کرنا۔

(فصل)

قرآن دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے:

حضرات علماء شوافع فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت دیکھ کر کرنا زبانی تلاوت کرنے سے افضل ہے، اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مشہور قول بھی یہی ہے، مگر یہ مطلقاً نہیں ہے، کیونکہ تلاوت کرنے والوں کو اگر زبانی پڑھنے میں قلب ونظر کی یکسوئی اور فکر و تدبر دیکھ کر پڑھنے سے زیادہ حاصل ہوتی ہوتو زبانی ہی پڑھنا افضل ہے اور اگر یہ باتیں زبانی اور دیکھ کر پڑھنے میں یکساں ہوتو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، اور یہی سلف صالحین کے قول کا مقصود ہے (کیونکہ مقصود فکر و تدبر اور انہماک ویکسوئی کے ساتھ پڑھنا ہے، لہٰذا جس طریقہ پر یہ حاصل ہو وہی افضل ہے۔)

(فصل)

آہستہ تلاوت کرنا افضل ہے یا بآواز بلند؟

بعض آثار صحابہ بآواز بلند تلاوت کرنے کی فضیلت میں اور بعض آہستہ تلاوت کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، اور ان متعارض آثار کے درمیان جمع وتطبیق کی شکل پیدا کرتے ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ آہستہ تلاوت ریا کاری سے بعید ہے، اس لئے جو ریا کاری کا خطرہ محسوس کرے اس کے لئے آہستہ تلاوت کرنا ہی افضل ہے اور اگر اس کا خطرہ نہ ہوتو بآواز بلند کرنا افضل ہے بشرطیکہ دوسرے نمازی یا سوئے ہوئے شخص کو تکلیف نہ پہنچے۔

بآواز بلند تلاوت کی فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عمل بڑا اور اس کا نفع دوسروں تک متعدی ہے، یہ پڑھنے والے کے قلب وجگر کو بیدار کرتا اس کے خیالات کو فکر و تدبر میں یکجا رکھتا، اور اس کے سماع کو غور وفکر کی طرف مائل ومتوجہ کرتا ہے، نیز یہ نیند کو دور کرتا، چستی ونشاط پیدا کرتا، دوسرں کو نیند وغفلت سے بیدار کرتا اور اسے نشاط بخشتا ہے۔ اس لئے اگر ان سہول

کی ہمہ جہت نیت وارادہ ہوتو بآواز بلند تلاوت کرنا افضل ہے ورنہ نہیں۔

(فصل)

خوش الحانی سے تلاوت کرنا:

خوش الحانی سے تلاوت کرنا یا قراءت قرآن کو آواز کے حسن سے مزین کرنا مستحب ہے بشرطیکہ درازئی حروف اور کھینچ کرادا کرنے میں حد قراءت سے تجاوز نہ کرے، اگراس میں اس قدر مبالغہ کرے کہ کسی حرف کا اضافہ یا حذف لازم آتا ہوتو ایسا کرنا حرام ہے۔

اور جیسا کہ ذکر کیا گیا حرام تب ہی ہے جبکہ حد سے زیادہ مبالغہ ہو، اگراس حد تک مبالغہ نہ ہوتو حرام نہیں ہے۔ تلاوت قرآن میں آواز کو حلاوت ومٹھاس سے مزین کرنے کے سلسلے میں بکثرت مشہور احادیث کتب صحاح میں وارہوئی ہیں، اس کا کچھ حصہ میں نے ''آداب القراءۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

(فصل)

تلاوت کی کیفیت:

قاری جب درمیان سورت سے قراءت شروع کرے تو مستحب ہے کہ ایسی جگہ سے شروع کرے کہ اس آیت کے کلمات ایک دوسرے سے مربوط ہوں اور جب درمیان میں ختم کرے تو ایسی ہی جگہ ختم کرے جہاں بات پوری ہورہی ہو اور اس کا ربط ماقبل سے برقرار ہو، شروع کرنے یا ختم کرنے میں پارہ، حزب، منزل، یا رکوع وغیرہ کی کوئی قید نہیں، کیونکہ یہ علامتیں اکثر جگہوں پر درمیان کلام میں لگی ہوتی ہیں، جو ماقبل یا مابعد سے مربوط ہوتا ہے۔

اس مقام پر ہم نے جن امور سے منع کیا ہے، اس کے برعکس بہت سے لوگوں کا اس کے برخلاف عمل کرنے اور آداب قراءت کی رعایت نہ کرنے سے انسان کو دھوکا نہیں ہونا چاہئے کہ وہی صحیح ہے، اور اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ہرانسان کو چاہئے کہ جلیل القدر بزرگ

ابو علی فضیل بن عیاض کے اس قول کی تعمیل کریں جس میں وہ فرماتے ہیں:

"ہدایت کے راستوں پر بہت کم لوگوں کے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اس راہ کو تعجب سے نہ دیکھو، اور ہلاکت میں پڑھنے والوں کی کثرت سے دھوکے میں مت مبتلا ہو"

کچھ اور علماء فرماتے ہیں:

"کسی ایک سورت کا پورا پڑھنا، لمبی صورت میں سے اسی کے بقدر پڑھنے سے افضل ہے"

اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ بہت سے بلکہ اکثر لوگوں پر بسا اوقات بعض مقامات یا بعض حالتوں میں آیتوں کا ایک دوسرے سے ارتباط و تعلق پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

(فصل)

تلاوت کی بعض بدعات:

منکر و ناپسندیدہ بدعات میں ایک وہ ہے جو بہت سے جاہل ائمہ حضرات تراویح میں کرتے ہیں کہ پوری سورہ انعام ساتویں شب کی تراویح کی آخری رکعت میں پڑھتے ہیں، اور انکا اعتقاد ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے اور یہ کہ یہ پوری سورت یکلخت نازل ہوئی ہے، یہ حضرات اپنے اس طرز عمل سے بہت سے بدعات و منکرات کو یکجا کر لیتے ہیں، مثلاً اس کے مستحب ہونے کا اعتقاد رکھنا، عوام کو اس کے مستحب ہونے کے وہم میں مبتلا کرنا، دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبی کرنا، مقتدیوں پر نماز کو بیجا طول دینا، قرآن کی تلاوت غیر معمولی روانی سے کرنا، اور اس سے پہلے کی رکعتوں کو حد سے زیادہ مختصر کرنا۔

(فصل)

سورتوں کو مختلف ناموں سے موسوم کرنے کا حکم:

سورتوں کا نام لیتے ہوئے "سورۃ بقرۃ" (گائے کی سورت) "سورۃ آل عمران" (آل عمران کی سورت) "سورۃ نساء" (عورتوں کی سورت) "سورۃ عنکبوت" (مکڑی کی

سورت) اور دیگر سورتوں کا اس طرح نام لینا جائز و درست ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔

بعض سلف صالحین کا خیال ہے کہ اس طرح ان سورتوں کا نام لینا مکروہ ہے، اس کے بجائے اس طرح کہنا چاہئے:

''بقرہ والی سورت'' یعنی وہ سورت جس میں گائے کا ذکر ہے یا وہ سورت جس میں عورتوں کا تذکرہ ہے، وغیرہ مگر صحیح پہلا قول ہے اور وہی تمام علماء اسلام اور سلف و خلف کا مذہب ہے، اور اس کے جواز پر دلالت کرنے والی بے شمار احادیث نبوی، آثار صحابہ اور اقوال تابعین موجود ہیں۔

اسی طرح ''ابوعمرو حفص'' کی قراءات'' ''ابن کثیر کی قراءت'' وغیرہ کہنا درست ہے اس میں کوئی کراہت و قباحت نہیں۔ یہی صحیح مذہب ہے جس پر سلف صالحین اور خلف امت کا بغیر کسی نکیر کے عمل رہا ہے ـــــــ ابراہیم نخعی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

''لوگ ''سنت فلاں'' (فلاں کا طریقہ) یا ''قراءت فلاں'' (فلاں کی قراءت) کہنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا کہنا جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں درست ہے''

(فصل)

''میں قرآن بھول گیا'' کہنے کی ممانعت:

یوں کہنا کہ میں ''فلاں آیت یا فلاں سورت بھول گیا'' مکروہ ہے، اس کے بجائے اسے یوں کہنا چاہئے کہ میں نے اسے بھلا دیا، یا ہم سے بھول ہوگئی۔

۳۳۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''لَایَقُوْلُ اَحَدٌ نَسِیْتُ آیَةَ کَذَا وَ کَذَا، بَلْ ھُوَ نُسِّیَ''(۱)

(۱) صحیح بخاری ۵۰۳۲، صحیح مسلم ۷۹۰

تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ
اسے اس سے بھلا دیا گیا ہے۔

۳۳۱ - ایک روایت میں یہ بھی ہے:

"بِئْسَمَا لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ ، بَلْ هُوَ نُسِّيَ"(۱)

ایسے شخص کے لئے برائی ہے جو کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا،
بلکہ وہ اسے بھلا دیا گیا۔

۳۳۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا:

"رَحِمَهُ اللَّهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِي آيَةً كُنْتُ اَسْقَطْتُهَا"(۲)

اللہ اس پر رحم کرے، اس نے مجھے وہ آیت یاد دلا دی جس کا مجھ سے
بھول ہو گیا تھا۔

دوسری روایت میں "اسقطها" کی جگہ "كنت اُنسِيتُهَا" ہے۔

(فصل)

تلاوت کے آداب:

قاری اور قراءت کے آداب کا شمار کئی جلدوں سے کم میں ممکن نہیں، مگر اس مختصر کتاب کے اندر میں نے بعض اہم مقامات کی نشاندہی کی ہے، مثلاً شروع کتاب کی فصلوں میں ذاکر و قاری کے کچھ آداب، اور نماز کے اذکار میں قراءت سے متعلق بعض آداب، اور کتاب التبیان فی آداب حملۃ القرآن" کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ جسے مزید کی خواہش ہو اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ وبالله التوفيق وهو حسبي ونعم الوكيل .

---

(۱) حوالہ سابقہ (۲) صحیح مسلم: ۷۸۸، صحیح بخاری ۵۰۴۲، ۵۰۳۸

(فصل)

تلاوت قرآن ہی سب سے افضل ذکر ہے:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ تلاوت قرآن سب سے اہم ذکر ہے جس کی بڑی تاکید آئی ہے، اس لئے اس کی پابندی کی جانی چاہئے اور پورا ایک شب و روز اس سے خالی نہیں گذرنا چاہئے مختصر اور تھوڑی آیتوں کی تلاوت سے بھی اصل قراءت حاصل ہوجائیگی۔

۳۴۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَرأَ فِي يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَمْسِيْنَ آيَةً لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْن، وَمَنْ قَرأَ مِائَةَ آيَةً كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ، وَمَنْ قَرأَ مِائَتَيْ آيَةٍ لَمْ يُحَاجِّهِ الْقُرآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ قَرأَ خَمْسَ مِائَةٍ كُتِبَ لَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ"۔

جس نے شب و روز میں پچاس آیت کی تلاوت کی اسے غافلوں میں نہیں لکھا جائیگا، اور جس نے سو آیتوں کی تلاوت کی اسے قانتین (اطاعت گذار) میں لکھ دیا جائے گا، اور جس نے دوسو آیتوں کی تلاوت کی قیامت کے دن قرآن اس سے مخاصمت نہیں کریگا، اور جس نے پانچ سو آیتوں کی تلاوت کی اس کے لئے اجر وثواب کا ایک خزانہ لکھدیا جائے گا۔(۱)

بعض روایتوں (۶۷۷) میں پچاس کی جگہ چالیس آیت کا، اور بعض (۷۰۳) میں بیس آیتوں کا ذکر ہے۔

۳۴۴ - حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَرأَ عَشَرَ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ"(۲)

---

(۱) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی ۶۷۶، ۶۷۷ یہ حدیث ضعیف ہے (۲) عمل الیوم لابن سنی ۷۰۷ ابوداوٗد ۱۳۹۸

جس نے دس آیتوں کی تلاوت کر لی وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائیگا۔

اس باب میں اس جیسی بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اس طرح شب و روز میں مختلف سورتوں کے پڑھنے کے بارے میں بھی بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً سورۃ یٰس، تبارک الملک، واقعہ، دخان، وغیرہ۔

۳۳۵ - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ غُفِرَ لَهُ"(۱)

جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے شب و روز میں سورہ یٰس پڑھا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۱/۳۳۵ - دوسری روایت میں ہے:

"مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الدُّخَانِ فِي لَيْلَةٍ اَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَهُ"(۲)

شب میں جس شخص نے سورۃ دخان پڑھ لیا اس کی صبح بخشائش کے ساتھ ہوتی ہے۔

۳۳۶ - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا:

"مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ"(۳)

جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لے وہ کبھی فاقہ سے دوچار نہیں ہوگا۔

۳۳۷ - حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بھی رات میں "الٓمٓ تنزیل الکتاب" اور "تبارک الملک" پڑھے بغیر نہیں سوتے۔(۴)

۳۳۸ - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۶۷۹ یہ حدیث ضعیف ہے

(۲) عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ۶۸۴ وسنن الترمذی ۲۸۸۸ یہ حدیث ضعیف ہے

(۳) عمل الیوم لابن سنی ۶۸۵، ضعیف ہے

(۴) سنن ترمذی ۲۸۹۲ عمل الیوم للنسائی ۷۰۶ مسند احمد ۳/۳۴۰ مسند دارمی ۲/۴۵۵ حاکم ۲/۴۱۲

حمد باری تعالیٰ اور اس کا شکر بجالانے کے صریح حکم اور اس کے فضائل سے متعلق بے شمار آیت قرآنی ہے جو مشہور ومعروف ہیں۔

۳۴۰ - سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور مسند ابی عوانہ میں بتخریج مسلم حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَايُبْدَأُ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ" (۱)

ہر مہتم بالشان امر جس کی ابتداء اللہ کے حمد سے نہ کی جائے وہ بریدہ و ناقص ہے۔

ایک روایت میں "بحمد الله" اضافت کے ساتھ ہے۔ (۲) ایک اور روایت میں "اللہ" کے حذف کے ساتھ اس طرح ہے "بالحمد فهو اقطع" (۳) ایک اور روایت میں یہ حدیث ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

"كُلُّ كَلَامٍ لَايُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدِلِلّٰهِ فَهُوَ اَجْذَمُ"

ہر وہ کلام جس کی ابتداء "الحمدلله" سے نہ ہو وہ ناقص ہے۔ (۴)

ایک اور روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَايُبْدَأُ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ" (۵)

ہر مہتم بالشان کام جس کے شروع میں "بسم الله الرحمن الرحيم" نہ کہا گیا ہو وہ بریدہ و ناقص ہے۔

یہ تمام الفاظ حافظ عبد القادر الرہاوی کی کتاب "الاربعین" کی مرویات میں سے ہیں اور تمام احادیث حسن درجہ کی ہیں، اس کی روایت موصولاً بھی ہیں اور مرسلاً بھی۔ موصولاً روایت

---

(۱) سنن ابی داؤد ۴۸۴۰ ابن ماجہ ۱۸۹۴ (۲) دیکھئے: الموارد لابن حبان ۵۷۸ وعمل الیوم للنسائی ۴۹۴

(۳) دیکھئے: ابن ماجہ ۱۸۹۴ (۴) سنن ابی داؤد: ۴۸۴۰

(۵) دیکھئے: الجامع لآداب القاری والسامع للخطیب البغدادی

کی سند عمدہ ہے، اور جب کوئی حدیث موصولاً اور مرسلاً دونوں طرح سے مروی ہو تو اس پر جمہور علماء کے نزدیک موصول ہونے کا حکم لگتا ہے، کیونکہ اس میں ثقاہت واعتماد کی زیادتی ہوتی ہے، اور وہ جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔

"ذی بال" کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی بات ہو جس کا اہتمام کیا جاتا اور اس پر توجہ دی جاتی ہو اور "اقطع" کا مفہوم ناقص اور کم برکت والا ہے، اور "اَجْذَمَ" کا معنیٰ بھی یہی ہے یعنی ناقص۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ ہر مؤلف ومصنف، طالب ومدرس، اور خطیب ومقرر کے لئے تمام اہم امور اور اپنی بات کو "الحمدللہ" سے شروع کرنا مستحب ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تقریر اور ہر مطلوبہ امور سے پہلے حمد باری تعالیٰ، اور ثناء کرنا، اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مجھے محبوب ہے۔

(فصل)

ہر کام کی ابتداء حمد سے کرنا چاہئے:

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ہر مہتم بالشان امور کی ابتداء "الحمد للہ" سے کرنا مستحب ہے، اسی طرح کھانے پینے سے فراغت کے وقت، چھینکتے وقت، عورت کو پیغام نکاح دیتے وقت، عقد نکاح کے وقت، بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد، الحمدللہ کہنا مستحب ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات ہیں جہاں الحمدللہ کہنا مستحب ہے، اس کا اور اس کے جزئیات کا مدلل بیان انشاء اللہ آگے اپنی جگہ آئے گا، بیت الخلا سے نکلنے کے بعد کیا کہنا چاہئے؟ پہلے گذر چکا ہے۔

اسی طرح تصنیف کی جانے والی کتاب کو الحمدللہ سے شروع کرنا، اور مدرس کا الحمدللہ سے سبق شروع کرنا، یا طالب علم کا الحمدللہ سے پڑھنے کی ابتداء کرنا، خواہ حدیث پڑھ رہا ہو یا فقہ یا کچھ اور مستحب ہے۔

حمد بیان کرنے کے لئے سب سے عمدہ عبارت "الحمدلله رب العالمین" ہے۔

(فصل)

حمد باری تعالیٰ خطبہ جمعہ کا رکن ہے:

خطبہ خواہ جمعہ ہو یا کسی اور کا حمد باری تعالیٰ اس کا ایک ایسا رکن ہے جس کے بغیر خطبہ درست نہیں ہوتا، اور اس واجب کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم از کم "الحمدلله" کہے، اور افضل یہ ہے کہ حمد کے ساتھ ثناء بھی کہے، اس کی تفصیل کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے، اور اس کے لئے شرط ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو۔

(فصل)

دعاء کو حمد پر ختم کرنا چاہیئے:

دعاء کو "الحمدلله رب العالمين" پر ختم کرنا اس طرح مستحب ہے جس طرح اس کی ابتداء اس سے کرنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَآخر دَعْواهُم اَنِ الْحَمْدُلِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (یونس: ۱۰)

اور ان کی آخری بات یہ ہوگی کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

دعاء کو حمد و تمجید سے شروع کرنے کی دلیل عنقریب "نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے باب" میں صحیح احادیث کی روشنی میں انشاء اللہ آئے گی۔

(فصل)

حصولِ نعمت یا دفع مضرت پر الحمد للہ کہنا:

کسی نعمت کے حصول یا کسی ناگوار بات کے ٹل جانے پر اللہ کا حمد بیان کرنا مستحب ہے،

خواہ وہ نعمت اسے حاصل ہوئی ہو یا اس کے کسی دوست یا ساتھی یا عام مسلمانوں میں سے کسی کو۔

۳۴۱ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات آپ کو معراج کے لئے لیجایا گیا آپ کے سامنے شراب اور دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے اسے غور سے دیکھا پھر دودھ کا پیالہ تھام لیا، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی هَدَاکَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ لَغَوَتْ اُمَّتُکَ" (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی رہنمائی کی،
اگر آپ نے شراب کا پیالہ لیا ہوتا تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔

فوائد: صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں پیالے آپ کے سامنے "شہر ایلیا" میں پیش کیے گئے تھے (یہ شہر فلسطین میں واقع ہے اور اِس وقت یروشلم کے نام سے جانا جاتا ہے) اس روایت میں اختیار کرنے کا حکم محذوف ہے۔ دوسری روایتوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ پیالہ پیش کرنے کے بعد آپ سے کہا گیا "اِخْتَرْ اَیَّهُمَا شِئْتَ" ان دونوں میں سے جسے چاہیں آپ منتخب فرمائیں۔

صحیح مسلم کی کتاب الایمان میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ رب العزت نے دودھ منتخب کرنے کے لئے آپ کو الہام فرمایا، کیونکہ اللہ جل شانہ آپ کی اُمت کے ساتھ لطف وکرم اور توفیق وعنایت کا معاملہ کرنا چاہتے تھے۔

"هَدَاکَ لِلْفِطْرَة" کے بجائے بعض روایتوں میں "اصبت الفطرة" یعنی آپ نے فطرت کو پالیا کا لفظ ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت جبریلؑ کو بتا دیا تھا کہ دودھ کا انتخاب کس بات کا پتہ دیتا اور شراب کا انتخاب کس بات کی غمازی کرتا ہے، اور فطرت سے مراد اس جگہ دین اسلام اور اس پر استقامت ہے، جیسا کہ کتاب الاشربۃ، اور باب الاسراء، کی روایتوں سے اس کا اندازہ ہوتا ہے، اور اس وقت اس کا مفہوم ہوگا کہ اپنے دین

---

(۱) صحیح مسلم ۱۶۸

اسلام اور اس پر استقامت کو منتخب فرمایا، اور دودھ کو اسلام کی علامت کے طور پر اس وجہ سے پیش کیا گیا کہ دودھ پاک وصاف، عمدہ وسہل اور معدہ کے لئے نہایت خفیف وسریع الہضم ہوتا ہے اور یہی معاملہ اسلام کا بھی ہے، جبکہ شراب ساری برائیوں کی جڑ اور ہر طرح کے شر کا فی الحال یا بدیر ذریعہ ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

(فصل)

جگر گوشے کی وفات پر صبر کے ساتھ حمد بیان کرنا:

سنن ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اِذَامَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ لِملائکتِہٖ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِی ؟ فَیَقُولُونَ :نعم :فَیَقُول : قَبَضْتُمْ ثَمْرَۃَ فُؤادِہٖ؟ فیقولون : نَعَمْ : فَیَقُول : فَمَاذَا قَالَ عَبْدِی ؟ فَیَقُولُونَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ ، فَیَقُول اللّٰہ تعالیٰ : اِبْنُوا لِعَبْدِی بَیْتًا فِیْ الْجَنَّۃِ ، وَسَمُّوہُ بَیْتَ الْحَمْدِ“(۱)

بندہ خدا کا جب کوئی بچہ وفات پاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں، تم نے میرے بندے کے بچہ کی روح قبض کر لی؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، جی ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، تو نے اس کے دل کا پھول توڑ لیا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، جی ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: اس نے آپ کی تعریف وحمد بیان کی اور آپ کی طرف رجوع ہوا (یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور

---

(۱) سنن ترمذی ۱۰۲۱ اور قال الترمذی: حدیث حسن

اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔

حمد باری تعالیٰ کے فضائل کی احادیث بے شمار و مشہور ہیں، اس میں سے چند صحیح احادیث کا تذکرہ اس کتاب کے شروع میں ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ'' کے فضائل میں بیان کر چکا ہوں۔

(فصل)

حمد کے الفاظ:

خراسان کے متاخرین شوافع فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ ہمہ گیر و جامع حمد کے ساتھ اللہ کی حمد بیان کریگا (بعضوں نے جامع کے بجائے حمد عظیم کا ذکر کیا ہے) تو قسم پوری کرنے کے لئے اس طرح حمد بیان کرنا ضروری ہے۔

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ حَمْداً یُوَافِیْ نِعَمَهٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَهٗ ''

اللہ کے لئے ایسا حمد ہے جو اس کی نعمتوں کے برابر اور اس کی مزید عطیوں کے مماثل ہو۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مزید نعمت و احسان حاصل ہو رہا ہے انسان اس کا شکر ادا کرے۔

علماء شوافع فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ سب سے عمدہ ثناء کے ذریعہ اللہ کی ثناء کرے گا تو قسم پوری کرنے کے لئے اس طرح کہنا ضروری ہے۔

''لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ''

اے اللہ میں آپ کی ثناء اس طرح شمار نہیں کر سکتا جس طرح آپ نے اپنی ثناء کی ہے۔

بعض حضرات نے اس دعاء کے اخیر میں اس کا اضافہ بھی کیا ہے ''فَلَکَ الْحَمْدُ حَتّٰی تَرْضٰی. آپ کے لئے مسلسل حمد ہے تا آنکہ آپ راضی ہو جائیں۔''

ابو سعد متولی نے اس مسئلہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے یوں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ "اَجَلُّ ثَنَاء" یا "اَعْظَمِ ثَنَاء" کے ذریعہ اللہ کی حمد وثناء کرے گا تو قسم پوری کرنے کے لئے اس طرح کہنا ضروری ہے۔

"سُبْحَانَکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ، فَلَکَ الْحَمْدُ حَتّٰی تَرْضٰی"

میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، میں آپ کی ثناء کو اس طرح شمار نہیں کرسکتا جس طرح آپ نے اپنی ثناء کی ہے، آپ ہی کے لئے مسلسل تعریفیں ہیں، آپ کے راضی ہوجانے تک۔

۳۴۳ - ابو نصر تمار محمد بن النضرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے فرمایا:

یَا رَبِّ شَغَلْتَنِیْ بِکَسْبِ یَدِیْ فَعَلِّمْنِیْ شَیْئًا فِیْہِ مَجَامِعُ الْحَمْدِ وَالتَّسْبِیْحِ، فَاَوْحَی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِلَیْہِ، یَا آدَمُ، اِذَا اَصْبَحْتَ فَقُلْ ثَلَاثًا، وَاِذَا اَمْسَیْتَ فَقُلْ ثَلَاثًا [اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا یُوَافِیْ نِعَمَہٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَہٗ] فَذٰلِکَ مَجَامِعُ الْحَمْدِ وَالتَّسْبِیْحِ"

اے میرے رب تو نے مجھے ہاتھ کی کمائی میں مشغول کردیا، تو مجھے ایسی چیز بتادے جس میں حمد و تسبیح کا مجموعہ اور نچوڑ ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں وحی کرکے فرمایا اے آدم، تم جب صبح کرو تو تین بار کہو، اور جب شام کرو تو تین بار کہو، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا یُوَافِیْ نِعَمَہٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَہٗ اللہ کے لئے ایسی حمد ہے جو اس کی نعمتوں کے برابر اور اس کے مزید عطیوں کے مماثل ہو، تو یہ حمد وثناء کا مجموعہ اور نچوڑ ہوگا۔

واللہ اعلم

کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ ﷺ

(رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کا بیان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ، یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (الاحزاب:۵۶)

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہو۔

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے حکم اور اس کے فضائل کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں، یہاں ہم اس کا ایک معمولی حصہ بطور تبرک ذکر کر رہے ہیں، تاکہ باقی ماندہ کی طرف رہنمائی ہو جائے اور یہ کتاب اس برکت سے عاری نہ رہے۔

۳۴۴ - صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً ،صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْراً" (۱)

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس بار رحمت نازل فرماتے ہیں۔

۳۴۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً ،صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْراً" (۲)

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس بار رحمت نازل

---

(۱) صحیح مسلم ۳۸۴ (۲) مسلم: ۴۰۸

فرماتے ہیں۔

۳۴۶ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً"(۱)

قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے افضل ومقرب وہ شخص ہوگا جوسب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجنے والا ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، عامر بن ربیعہ، عمار بن یاسر، ابوطلحہ، انس بن مالک، ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات بھی ہیں۔

۳۴۷ - سنن ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت اوس بن اوسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ،،

تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ رسول کس طرح ہمارے درود آپ کے سامنے پیش کئے جائیں گے، جبکہ آپ قبر میں بوسیدہ ہو چکے ہونگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہتا ہے بوسیدہ ہو چکے ہوں گے پھر فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ"(۲)

اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم کو حرام کر رکھا ہے۔ (یعنی مٹی انبیاء کے جسم کو نہیں کھا سکتی، ان کا جسم مٹی کے اندر اس کے تصرف سے محفوظ رہتا ہے)

(۱) سنن ترمذی: ۴۸۴ وقال الترمذی: حدیث حسن (۲) ابوداؤد: ۱۰۴۷، نسائی ۳/ ۱۳۷، ابن ماجہ ۱۰۸۵-۱۶۳۶

۳۴۸ - سنن ابی داؤد میں کتاب الحج کے اخیر "باب زیارۃ القبور" میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَاتَجْعِلُوا قَبْرِیْ عِیْداً وَصَلُّوا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَا تَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ" (۱)

میری قبر کو میلے کی جگہ (مقام عرس) مت بناؤ البتہ مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ کو پہونچ جاتا ہے۔

۳۴۹ - ابوداؤد ہی میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّارَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ" (۲)

جب بھی کوئی شخص مجھے سلام کرتا ہے تو اللہ میری روح کو جسم میں واپس لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(اور سارے عالم میں شاید ایک سکنڈ بھی ایسا نہ گذرتا ہو کہ آپ پر دورد نہ بھیجا جاتا ہو اس لئے آپ اپنے روضہ میں باحیات ہیں)

(باب-۱)

جس شخص کے پاس نبی کریم ﷺ کا ذکر آئے اسے درود بھیجنے کی تاکید:

۳۵۰ - ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ" (۳)

ایسا شخص ذلیل وخوار ہو جس کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

---

(۱) ابوداؤد: ۲۰۴۲ (۲) ابوداؤد: ۲۰۴۱

(۳) سنن ترمذی: ۳۵۴۵ وقال الترمذی: حدیث حسن

۳۵۱ - ابن سنی کی کتاب میں بسند جید حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلْيُصَلِّ عَلَيَّ فَانَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ عَشْراً،،(۱)

جس کے پاس میرا ذکر آئے وہ مجھ پر ضرور درود بھیجے، کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائیں گے۔

۳۵۲ - اسی کتاب میں بسند ضعیف حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَقَدْ شَقِيَ،،(۲)

جسکے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے، تو اس نے بدبختی کی۔

۳۵۳ - ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"البَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" (۳)

ایسا شخص بخیل ہے جسکے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے،

یہ روایت نسائی میں حضرت حسن بن علیؓ سے بھی مروی ہے، امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اہل علم سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص مجلس میں ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے تو یہ اس مجلس کی لغزشوں کی طرف سے کافی ہے۔

(باب-۲)

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ:

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ اور اس سے مربوط کچھ باتیں، اور اس کا اقل ترین

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۸۶ و عمل الیوم للنسائی ۶۱ (۲) ابن سنی: ۳۸۳

(۳) سنن ترمذی: ۳۵۴۶ و قال الترمذی: حدیث حسن صحیح

درجہ، اذکار نماز کے بیان میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

بعض علماء شوافع، اور مالکیہ میں ابن ابی زید مالکی نے جو درود کے کلمات میں "وَارْحَمْ مُحَمَّداً وَآلَ مُحَمَّد" کے اضافہ کو مستحب قرار دیا ہے، بالکل بے اصل اور بدعت ہے، امام ابوبکر ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب شرح ترمذی میں شدت سے اس کی تردید کی ہے، اور ابن ابی زید کو خطا کار قرار دیکر ایسا کرنے والوں کو جاہل قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر درود بھیجنے کا طریقہ ہمیں تفصیل سے بتا دیا ہے، اس پر اپنی طرف سے زیادتی نبی کریم ﷺ کے قول میں نقص اور ہماری طرف سے اس کی کمی یا بجائی کے مترادف ہے"،

وباللہ التوفیق۔

نبی کریم ﷺ پر جب درود بھیجے تو درود وسلام (صلاۃ سلام) دونوں کو جمع کرے نہ صرف "صلی اللہ علیہ" کہے اور نہ صرف "علیہ السلام" بلکہ "صلی اللہ وسلم علیہ" کہے۔

(فصل)

باآواز بلند درود وسلام پڑھنا:

حدیث وغیرہ پڑھنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے تو باآواز بلند درود وسلام پڑھے، مگر آواز بلند کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ نہ کرے۔ درود وسلام میں آواز بلند کرنے کی صراحت خطیب بغدادی اور دیگر محدثین نے کی ہے، میں نے اس کا تذکر علم حدیث کے بیان اور اس کے ضمن میں کیا ہے ــــــــ علماء شوافع ودیگر علماء نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ تلبیہ اور جواب کے وقت بھی درود وسلام کو باآواز بلند کہا جائے۔

(باب-۳)

دعاء کی ابتداء اللہ کے حمد اور درود وسلام سے کرنی چاہیئے:

۳۵۴ - سنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعاء کرتے سنا، جس نے نہ اللہ کی تمجید (بزرگی و عظمت) بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجا، تو آپ ﷺ نے فرمایا "عجل ذلک" اس نے جلدی کی۔ پھر اسی کو یا کسی اور کو بلا کر فرمایا:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ ، فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ،ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صل الله عليه وسلم ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَاشَاءَ۔(۱)

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی تمجید وتعظیم اوراس کی حمد وثناء سے شروع کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر جو چاہے دعاء کرے۔

۳۵۵- ترمذی میں حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دعاء آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، اور جب تک اپنے نبی پر درود نہ بھیجا جائے اوپر نہیں جاتی ہے۔(۲)

(امام نووی فرماتے ہیں) میری رائے میں تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ دعاء کی ابتداء واختتام باری تعالیٰ کے حمد وثناء اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کے ساتھ کرنا مستحب ہے ـــــــ اس باب میں بے شمار آثار صحابہ منقول ہیں، اور وہ مشہور ومعروف ہیں۔

(باب-۴)

تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے آل واتباع پر درود بھیجنا:

ہمارے آقا محمد ﷺ پر درود بھیجنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے، اسی طرح قابل لحاظ معتبر اہل علم کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ تمام انبیاء اور فرشتوں پر انفرادی طور پر بھی درود وسلام بھیجنا درست ہے، البتہ غیر انبیاء پر درود وسلام بھیجنا درست ہے یا نہیں؟ تو جمہور کی

---

(۱) سنن ابی داؤد ۱۴۸۱ سنن ترمذی ۳۴۸۶ سنن نسائی ۱۲۸۴/۳ وقال الترمذی: حسن صحیح

(۲) سنن ترمذی ۴۸۶ موقوف علی عمر وفی سندہ مقال

رائے میں درست نہیں ہے، اس لئے مثال کے طور پر ابو بکر علیہ الصلاۃ والسلام کہنا جائز نہیں، پھر اس ممانعت کی نوعیت کیا ہے؟ بعض علماء شوافع کی رائے میں یہ حرام ہے، اور اکثر علماء کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خلاف اولیٰ ہے مکروہ نہیں۔

مگر صحیح قول جو اکثر علماء کی رائے ہے، یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ غیر انبیاء پر درود وسلام بھیجنا اہل بدعت کا شعار ہے، اور ہمیں ان کے شعار سے منع کیا گیا ہے، اور مکروہ وہی ہوتا جس کے بارے میں کوئی بالقصد نہی یا ممانعت آئی ہو۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ سلف صالحین کی زبانوں میں صلاۃ وسلام کا لفظ انبیاء علیہ السلام کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، جس طرح کے ''عزوجل'' کا لفظ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، تو جس طرح ''محمد عزوجل'' نہیں کہہ سکتے حالانکہ آپ ﷺ عزیز بھی ہیں اور جلیل بھی (جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: عَزِيزٌ عليه ماعنتم، حريص عليكم، بالمؤمنين رؤف رحيم) اسی طرح ابو بکر یا علی علیہ الصلاۃ والسلام بھی نہیں کہہ سکتے، حالانکہ اس کا مطلب ومفہوم درست ہے۔

پھر علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ضمن وتبعیت میں ان پر درود وسلام بھیجنا جائز ودرست ہے، لہٰذا اس طرح کہنا درست ہے، ''اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد واصحابه وازواجه وذريته واتباعه'' (اے اللہ تو صلاۃ یعنی رحمت نازل فرما محمد پر ان کے آل پر، ان کے تمام صحابہ پر، اکے تمام ازواج مطہرات پر ان کی ذریت پر، اور ان کے متبعین وپیروکار پر) کیونکہ اس کے بارے میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، اور تشہد میں اسی طرح پڑھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور خارج نماز بھی تمام سلف صالحین اسی طرح کہتے چلے آرہے ہیں۔

رہی بات سلام کی تو علماء شوافع میں ابو محمد الجوینی فرماتے ہیں کہ ''سلام کا لفظ صلاۃ ہی کی طرح ہے، لہٰذا انفرادی طور پر غیر انبیاء کے لئے غائبانہ سلام پڑھنا جائز نہیں، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، مثلاً علی علیہ السلام کہنا جائز نہیں، ہاں اگر سامنے موجود ہو تو سلام کے ذریعہ اسے مخاطب کیا

جاسکتا ہے، مثلاً کہیں گے، سلامٌ علیک یا سلامٌ علیکم یا السلام علیک یا السلام علیکم اوراس کی صحت پرسب کا اجماع واتفاق ہے ــــــ اس کی مزید وضاحت انشااللہ آگے اپنے مقام پرآئیگی۔

(فصل)

صحابہ کو "رضی اللہ عنہ" اورتابعین وغیرھم کو "رحمہ اللہ" کہنا :

ترضی وترحم یعنی "رضی اللہ عنہ" اور "رحمہ اللہ" کہنا صحابہ، تابعین، علماء، صلحاء، اور تمام بزرگان دین کے لئے کہنا مناسب ہے، لہٰذا ان کے ذکر کے ساتھ رضی اللہ عنہ، یارحمۃ اللہ علیہ، یااس کے مشابہ الفاظ کہنا بہتر ہے۔

بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے، اوردوسروں کے لئے جائزنہیں، دوسروں کے لئے صرف "رحمہ اللہ" کہنا چاہئے، غلط اورناقابل قبول بات ہے، اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا، بلکہ صحیح قول جوکہ جمہور کا مسلک ہے یہ ہے کہ سب کے لئے یہ کہنا مستحب وجائز ہے، اوراس کے دلائل بےشمار ہیں۔

اگرکسی ایسے صحابی کا ذکرہوجن کے والد بھی صحابی ہوں تورضی اللہ عنہما کہنا چاہئے جیسے قال ابن عمرؓ، قال ابن عباسؓ، قال ابن الزبیر، قال ابن جعفر، قال اسامہ بن زید، قالت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

(فصل)

حضرت مریم ولقمان کے لئے صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم :

اگرکوئی سوال کرے کے حضرت لقمان یاحضرت مریم کا اگرذکرآئے تواس وقت ان پر انبیاء کی طرح صلاۃ وسلام بھیجا جائے یاصحابہ واولیا کی طرح رضی اللہ عنہ، یارضی اللہ عنہا، کہا جائے؟ یاصرف سلام بھیجتے ہوئے علیہ السلام یاعلیہا السلام کہا جائے؟

تواس کا جواب یہ ہے کہ جمہورعلماء کے نزدیک یہ دونوں نبی نہیں ہیں، اگرچہ بعض غیر

معروف علماء نے انہیں نبی شمار کیا ہے، جونا قابل التفاتِ وتوجہ ہے، اوراس کی تفصیل میں نے کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں ذکر کردی ہے۔

توجب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ نبی نہیں ہیں تو بعض علماء کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ذکر کے ساتھ یوں کہنا چاہئے "صلى الله على الانبياء وعليه وسلم" (اگر حضرت لقمان کا ذکر ہو) اور "صلى الله على الانبياء وعليها وسلم" (اگر حضرت مریم کا ذکر ہو)

کیونکہ اس طرح ان کا مقام اس سے اونچا ہو جائیگا جنہیں رضی اللہ عنہ یا رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے، کیونکہ قرآن میں ان کے ذکر نے ان کے مقام کو بلندی عطا کردیا ہے۔

اور میری رائے میں اس کے اندر کوئی مضائقہ یا حرج نہیں مگر بہتر وراجح یہ ہے کہ ''رضی اللہ عنہ اور رضی اللہ عنہا کہا جائے کیونکہ غیر انبیاء کا یہی رتبہ ومقام ہے، اوران کا نبی ہونا ثابت نہیں، امام الحرمین نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ حضرت مریم نبی نہیں تھیں، جیسا کہ ''الارشاد'' میں مذکور ہے۔

اوراگر حضرت لقمان کو علیہ السلام یا حضرت مریم کو علیہا السلام کہا جائے تو بظاہر اس میں کوئی حرج بھی نہیں، واللہ اعلم۔

كتاب الاذكار والدعوات للامور العارضات:

(پیش آمدہ حالات کی دعاؤں کا بیان)

پچھلے ابواب میں جن اذکار ودعاؤں کا ذکر ہوا اس کا اعادہ بیان کردہ طریقہ پر ہر روز صبح وشام ہوتا رہتا ہے، مگر یہاں جن دعاؤں کا ذکر کیا جارہا ہے اس کا اہتمام مخصوص وقت اور حالات میں کسی ناگہانی صورتحال کے پیدا ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس میں ترتیب کی رعایت ضروری نہیں۔

(باب-۱)

دعاء استخارہ:

۳۵۶ - صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر معاملہ میں قرآن کی سورتوں کی طرح ہمیں استخارہ سکھاتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے :إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ "جب تمہیں کوئی معاملہ پیش آئے تو فرض کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھو پھر کہو":

[اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهِ، فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ:

عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَحَیْثُ کَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ،،]

اے اللہ میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے بہتری طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت طلب کرتا ہوں، اور تیرے عظیم فضل وانعام کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے، اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور تو سب کچھ جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا، اور تو ہی تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے، اے اللہ، اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے حق میں میرے دین کے اعتبار سے، دنیا کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے (یا یہ کہا) یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے میرے حق میں بہتر ہے تو تو اس کو میرے لئے مقدر فرما دے اور آسان کردے پھر اس میں میرے لئے برکت عطاء فرما، اور اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے دین کے اعتبار سے، دنیا کے اعتبار سے اور انجام کار کے اعتبار سے یا (یہ کہا کہ) میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے میرے حق میں بہتر نہیں تو تو اس کام کو مجھ سے دور کردے اور مجھے اس سے دور کردے اور جہاں بھی میرے لئے بہتری ہو اسے مجھے نصیب فرمادے، پھر اس سے میرے اندر رضاء مندی پیدا فرمادے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ضرورت کا تذکرہ کرے "قال: ویسمی حاجته" (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ "استخارہ" مذکورہ دعاء اور نماز کے ساتھ مستحب ہے، اور نماز دو رکعت نفل ہونی چاہیئے، دو رکعت نماز اگر سنت موکدہ یا تحیۃ المسجد یا اور نوافل ہے تو بھی بظاہر

(۱) صحیح بخاری: ۶۳۸۲

یہ استحباب حاصل ہو جائے گا۔

پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "قل یاایھا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھنا چاہئے۔

اگر نماز پڑھنا دشوار ہو تو صرف دعاء کے ذریعہ استخارہ کرے، مذکورہ دعاء کو حمد باری تعالٰی اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے ذریعہ شروع کرے اور اسی پر ختم کرے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بصراحت مذکور ہے کہ استخارہ تمام امور ومعاملات میں مستحب ہے، اور استخارہ کے بعد جس جانب شرح صدر ہو اسی پر عمل کرے، واللہ اعلم۔

۳۵۷۔ ترمذی میں ایک ایسی سند سے جس کی خود امام ترمذی نے اور دوسرے محدثین نے بھی تضعیف کی ہے، حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی چیز کا ارادہ کرتے تو فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ"(۱)

اے اللہ تو میرے معاملہ کو خیر بنا اور بہتر کا انتخاب فرما۔

۳۵۸ ۔ ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یَااَنَسُ :اِذَا ھَمَمْتَ بِاَمْرٍ فَاسْتَخِرْ رَبَّکَ فِیْہِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْظُرْ اِلَی الَّذِیْ سَبَقَ اِلٰی قَلْبِکَ ، فَاِنَّ الْخَیْرَ فِیْہِ"(۲)

اے انس جب تمہیں کسی چیز کے کرنے کی فکر ہو تو اس میں اپنے رب سے سات بار استخارہ کرو (طلب خیر کرو) پھر دیکھو کہ دل میں کون سا پہلو پہلے آیا ہے، جو پہلے آئے اسی میں خیر ہے۔

(۱) سنن ترمذی ۳۵۱۶

(۲) عمل الیوم واللیلہ لابن سنی ۶۰۳ سندہ غریب

(باب-۲)

مصائب و آلام اور کرب و پریشانی کے وقت کی دعائیں:

۳۵۹ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کرب و پریشانی کے وقت کہا کرتے تھے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ "(۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا اور نہایت بردوبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے۔

۱/۳۵۹ - مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے:

"اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ قَالَ ذٰلِكَ"(۱)

کہ نبی کریم ﷺ پر جب کوئی ناگہانی بات پیش آتی یا غم لاحق ہوتا تو یہ کہتے۔

۳۶۰ - ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی پریشانی یا غم لاحق ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے:

"يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ"(۳)

---

(۱) بخاری ۶۳۴۵ صحیح مسلم ۲۷۳۰) (۲) بخاری ۶۳۴۵ صحیح مسلم ۲۷۳۰

(۳) سنن ترمذی ۳۵۲۴ وقال الحاکم ۱/۵۰۹ ھذا حدیث صحیح الاسناد

اے حی قیوم (ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو قائم رکھنے والے)
میں تیری رحمت کی فریاد کرتا ہوں۔

۳۶۱ - سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی معاملہ غمگین کرتا تو آپ ﷺ اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتے اور فرماتے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ"
ہم پاکی بیان کرتے ہیں اللہ کی جو بڑا اعظمت والا ہے۔

اور جب دعاؤں میں غرق ہوتے تو فرماتے:

"یاحی یا قیوم"(۱)
اے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والے، اور اے ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔

۳۶۲ - صحیح مسلم و بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیشتر دعاء اس طرح ہوتی تھی:

"اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"
اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطاء فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما، اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے۔

امام مسلم نے اپنی روایت میں اس اضافے کا بھی ذکر کیا ہے "وکان انس اذا اراد ان یدعو بدعوۃ دعابھا" حضرت انس جب کوئی دعاء کرنا چاہتے تو اس کے ذریعہ دعاء فرماتے، لہٰذا جب کوئی انسان کسی طرح کی کوئی دعاء کرنا چاہے تو بہتر ہے کہ پہلے یہ دعا کرے۔(۲)

۳۶۳ - نسائی و ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن جعفر حضرت علیؓ سے روایت کرتے

---

(۱) سنن ترمذی ۳۴۳۶ وقال الترمذی: حدیث حسن غریب

(۲) بخاری ۶۳۸۹ مسلم ۲۶۹۰

ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان کلمات کی تلقین کی اور مجھے حکم دیا کے جب کوئی مصیبت یا غم و پریشانی لاحق ہو تو میں یہ دعاء کیا کروں۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْكَرِيْمُ الْعَظِيْمُ ، سُبْحَانَهٗ ، تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''(۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا اکرم کرنے والا اور بڑا عظمت والا ہے، اس کی ذات پاک ہے، اللہ کی ذات بڑی بابرکت ہے جو عرش عظیم کا رب ہے، ساری تعریفین اللہ ہی کے لئے ہیں جو جہانوں کا رب ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر اپنی اولاد کو اس کی تلقین کرتے اور بخار میں مبتلا شخص کو یہ پڑھ کر دم کیا کرتے، اور صاحبزادیوں میں جن کی شادی خاندان سے باہر اجنبیوں میں ہوتی انہیں یہ سکھایا کرتے تھے۔

۳۶۴ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دعوات المکروب'' یعنی مصائب و آلام اور غم و اندوہ میں مبتلا شخص کی دعاء یہ ہے:

''اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُو فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ''(۲)

اے اللہ میں تیری رحمت کی امید کرتا ہوں، تو مجھے میرے نفس کے حوالے پلک جھپکنے کے بقدر ایک لمحہ کے لئے بھی مت فرما، اور میرے تمام امور و معاملات کو درست فرمادے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۶۵ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم للنسائی ۶۳۵ عمل الیوم لابن سنی ۳۴۳ اموارد لابن حبان ۲۳۷۱ الحاکم ۱/۵۰۸ صحیح علی شرط مسلم

(۲) ابوداؤد ۵۰۹۱ حدیث حسن

"اَلا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ تَقُولِینَهُنَّ عِندَ الْکَربِ - اَوْفِی الْکَربِ"

کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جسے تو مصیبت و بے چینی کے وقت، یا مصائب وآلام میں کہا کرو؟

یعنی میں تمہیں ان حالات میں کہنے کے لئے وہ کلمات بتا رہا ہوں، کہو:

"اَللّٰه ،اَللّٰه رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا"(۱)

اے اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے، میں اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

۳۶۶ - اسی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:

"اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَةً لَایَقُوْلُهَا مَکْرُوبٌ اِلَّا فُرِّجَ عَنْهُ ، کَلِمَةُ اَخِیْ یُوْنُسَ ، فَنَادیٰ ، فِی الظُّلُمَاتِ :اَنْ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ"](۲)

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جب بھی اسے کوئی مصیبت زدہ کہتا ہے، تو اس کی مصیبت و بے چینی دور کر دی جاتی ہے، اور وہ میرے بھائی یونسؑ کا کلمہ ہے، جبکہ انہوں نے تاریکیوں (مچھلی کے پیٹ میں) کہا کہ لا الٰہ الا انت الخ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذْدَعَـارَبَّهٗ وَهُوَ فِیْ بَطْنِ الْحوتِ [لَا

---

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۲۵ ، ابن ماجہ ۳۸۸۲ قال الحافظ: حدیث حسن)

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۴۵ حدیث غریب

اِلٰـہَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْن" لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِیْ شَیْئٍ قَطُّ اِلَّا اِسْتَجَابَ لَہٗ"۔
ذوالنون علیہ السلام کی دعاء جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے رب سے اس وقت دعاء مانگا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ (یہ تھی) لَااِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ الخ جب کبھی بھی کوئی مسلمان کسی حاجت کے لئے اس کی دعاء کرتا ہے تو اس کی دعاء ضرور قبول کی جاتی ہے۔(۱)

(باب-۳)

خوف یا گھبراہٹ کے وقت کی دعاء:

۳۶۸ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی چیز سے پریشانی ہوتی تو فرماتے:

"ھُوَ اللّٰہُ، اَللّٰہُ رَبِّیْ، لَاشَرِیْکَ لَہٗ"(۲)

وہی اللہ ہے، اللہ ہی میرا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

۳۶۹ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوف و گھبراہٹ سے تحفظ کے لئے انہیں کلمات سکھاتے:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ، وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ، وَاَنْ یَحْضُرُوْنَ"

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب، اس کے بندوں کے شر اور شیاطین کے وساوس و خطرات اور اس کی آمد سے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے صاحبزادگان میں سے جو بڑے و ذی شعور ہوتے انہیں یہ کلمات یاد کرا دیتے تھے۔(۳)

---

(۱) سنن ترمذی ۳۵۰۵ حدیث حسن (۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۳۷ عمل الیوم للنسائی ۶۵۷ حدیث حسن
(۳) سنن ابی داؤد ۳۸۹۳ سنن ترمذی ۳۵۲۸ وقال الترمذی: حدیث حسن

(باب-۴۲)

حزن وملال اور غم واندوہ کے وقت کی دعاء:

۳۷۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَصَابَهُ هَمٌّ اَوْ حُزْنٌ فَلْيَدْعُ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ، يقول:

[اَنَا عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنُ اَمَتِكَ فِيْ قَبْضَتِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ، اَسْئَلُكَ كُلَّ اِسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَداً مِنْ خَلْقِكَ، اَوْ اِسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ نُوْرَ صَدْرِيْ، وَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَجِلَاءَ حُزْنِيْ وَذِهَابَ هَمِّيْ"]

جسے کوئی غم یا ملال لاحق ہو تو وہ ان کلمات کے ذریعہ دعاء کرے وہ کہے: میں تیرا ہی بندہ ہوں، تیرے ہی بندے اور تیری ہی بندی کا بیٹا ہوں (میرے ماں باپ بھی تیرے بندے ہیں) تیری ہی مٹھی میں ہوں، میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ (قبضہ) میں ہے (میرا وجود تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے) تیرا حکم میرے حق میں نافذ ہے، تیرا فیصلہ میرے حق میں مبنی بر انصاف ہے، میں تیرے ہر اس نام کے توسل سے جو تیرا معروف ہے، جس کے ذریعہ تو نے اپنا نام رکھا ہے، یا اس کو اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے، یا تو نے اس کو علم غیب کے خزانہ میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھا ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے سینے کا نور میرے دل کا بہار اور میرے غم

کے ازالہ اور پریشانی کے دور کرنے کا ذریعہ بنادے۔

قوم کے ایک شخص نے عرض کیا "اِن المغبون مَنْ غبن هٰؤلاء الکلمات" وہ گھاٹے میں ہے جو ان کلمات کا نقصان کرے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَجَلْ فَقُولُوهُنَّ وَعَلِّمُوهُنَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ قَالَهُنَّ اِلْتِمَاسَ مَافِيهِنَّ اَذْهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى حُزْنَهُ وَاَطَالَ فَرْحَهُ"(۱)

بے شک، لہٰذا یہ کلمات خود بھی کہو، اور دوسروں کو بھی سکھادو، کیونکہ یہ کلمات جن باتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کی طلب وخواہش اور تڑپ لئے ہوئے جو بھی اسے کہے گا، اللہ اس کے حزن وملال کو دور فرمادیں گے اور اس کی خوشی دراز کردیں گے۔

(باب-۵)

تباہ کن مصیبت میں گرفتار ہونے کے وقت کی دعاء:

۳۷۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یَاعَلِيُّ ، اَلَا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ اِذَا وَقَعْتَ فِيْ وَرْطَةٍ قُلْتَهَا" اے علی کیا میں تمہیں ایک ایسا کلمہ نہ بتادوں کہ جب تم کسی الجھن یا تباہ کن مشکلات میں گرفتار ہو تو اسے کہا کرو، حضرت علی فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا بے شک ضرور بتادیں، اللہ مجھے آپ کا جانثار بنائے، تو آپ نے فرمایا: "اذا وَقَعْتَ فِي وَرْطَةٍ فَقُلْ : جب تم کسی الجھن و پریشانی میں گرفتار ہو جاؤ تو کہو:

["بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"]

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، کوئی

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۴۱ یہ ضعیف ہے مگر اسکے بعد نمبر ۳۴۲ والی اسی جیسی حدیث حسن ہے

بھی طاقت اور کوئی بھی قوت اللہ کے بغیر میسر نہیں جو بلند و برتر اور بڑا ہی عظمت والا ہے۔

"فإن اللّٰه يصرف بها ماشاء من أنواع البلاء" کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مختلف آفتوں میں سے جسے چاہیں دور کر دیتے ہیں۔

(باب-٦)

کسی قوم سے خوف کے وقت کی دُعاء:

۳۷۲ - سنن ابی داؤد و نسائی میں بسند صحیح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ"(۱)

اے اللہ میں تجھے ان کے مد مقابل بناتا ہوں اور ان کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(باب-۷)

حاکموں سے خوف کے وقت کی دُعاء:

۳۷۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اذاخِفْتَ سُلْطَانًا اَوْغَيْرَهٗ فَقُلْ: اگر تمہیں کسی بادشاہ یا حاکم وقت وغیرہ سے خوف ہو تو کہو:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ"

(۱) سنن ابی داؤد ۱۵۳۷ عمل الیوم للنسائی ۶۰۱

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا ہی بردبار اور بڑا ہی حکمت والا
ہے، اللہ کی ہم پاکی بیان کرتے ہیں جو ساتوں آسمان کا پروردگار اور
عرش عظیم کا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری پناہ مضبوط
،اور تیری حمد وثناء عظیم ہے۔(۱)

(باب-۸)

دشمن کا سامنا ہونے کے وقت کی دُعاء:

۳۲۷- ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب آپ کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"یَامَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ،اِیَّاکَ اَعْبُدُوَاِیَّاکَ اَسْتَعِیْنُ"

اے یوم قیامت کے مالک میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ ہی
سے مدد مانگتا ہوں۔

تو ہم نے لوگوں کو پچھڑتے (شکست کھاتے) ہوئے دیکھا ملائکہ ان پر آگے اور پیچھے سے ضربیں لگا رہے تھے۔(۲)

اس وقت وہ دعاء بھی مستحب ہے جو پچھلے باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں گذری یعنی اَللّٰھُمَّ اِنَّانَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِم

(باب-۹)

شیطان کے پیش آنے یا اس سے خوف کے وقت کی دُعاء:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ
عَلِیْمٌ" (اعراف:۲۰۰)

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۴۷ ضعیف (۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۳۶ ضعیف

اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

نیز فرمانِ الٰہی ہے:

”وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا“ (الاسراء-بنی اسرائیل:۴۵)

تو جب قرآن پڑھتا ہے، ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔

اس لئے مناسب ہے کہ پہلے تعوذ پڑھے پھر جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہو قرآن پڑھے۔

۳۷۵ - صحیح مسلم میں حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا: ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ“ میں تجھ سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں، پھر آپ نے یہ تین بار فرمایا: اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ“ میں تجھ پر اللہ کی لعنت بھیجتا ہوں۔

اور آپ نے ایک ہاتھ اس طرح بڑھایا جیسے کوئی چیز لینا ہو، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ کو نماز میں کچھ کہتے ہوئے سنا جو پہلے کبھی نہیں سنا، اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ بھی بڑھایا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِيْ وَجْهِيْ، فَقُلْتُ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ، اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَاسْتَأْخَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ اَرَدْتُ اَنْ اٰخُذَهُ، وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ اَخِيْ سُلَيْمَانَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا تَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ،،(۱)

---

(۱) صحیح مسلم:۵۴۲

دشمن خدا ابلیس آگ کا ایک دہکتا ہوا ٹکڑا میرے چہرے پر ڈالنے کے لئے لیکر آیا، تو میں نے تین بار "اعوذ باللہ منک" کہا (میں تجھ سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں) پھر میں نے "اَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ"، میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں، کہا تو وہ تین بار پیچھے ہٹا، پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا، بخدا اگر میرے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعاء نہ ہوتی تو وہ صبح میں بندھا ہوا ملتا، اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے ہوتے۔

میرا خیال ہے کہ ان حالات میں اذان دینا بھی مناسب ہے۔

نوٹ: "بخدا اگر سلیمانؑ کی دعاء نہ ہوتی" اس عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کی خبر دیتے ہوئے اس کی صداقت، اور اوصاف یا اس کی عظمت اور مہتم بالشان ہونے کے اظہار کے لئے قسم کھانا جائز و درست ہے، بے شمار احادیث میں اس طرح قسم کھانا ثابت ہے، خود اللہ تعالیٰ نے ضحیٰ، عصر، لیل، شمس، قمر، فجر وغیرہ کی قسم کھائی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی دعاء کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے: "رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ" (اے میرے رب مجھے ایسی حکومت عطاء فرما جو میرے بعد کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنوں پر حکومت یا اسے گرفتار کرنا حضرت سلیمان کی خصوصیت تھی، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے گرفتار کرکے باندھنے سے احتراز کیا، کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی دعاء کے یاد آنے کے بعد آپ کو خیال ہوا کہ یا تو آپ ایسا کر نہیں سکتے، یا آپ نے بطور تواضع و ادب ایسا نہیں کرنا چاہا۔

۳۷۶ - صحیح مسلم میں حضرت سہل بن ابی صالح سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک لڑکا یا ہمسفر بھی تھا، کسی آواز لگانے والے نے دیوار کے پیچھے سے اس کا نام لیکر پکارا، میرے ساتھی نے دیوار پر چڑھ کر اسے جھانکا تو کوئی بھی نہیں تھا، میں نے اس واقعہ کا ذکر اپنے والد سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے احساس

ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہیں بھیجتا، لیکن اگر کوئی آواز سنو تو نماز کے لئے اذان دو (یعنی جس طرح نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے اسی طرح اذان دینے لگو) کیونکہ میں نے ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ بیان کرتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ الشَّیْطَانَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلَاۃِ اَدْبَرَ"

جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔(۱) "ولی ولہ حصاص" وہ ریاح خارج کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔

(باب-۱۰)

کسی چیز سے مغلوب ہونے کے وقت کی دُعاء:

۳۷۷ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُومِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ "وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰی مَایَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزَنَّ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْئٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اِنِّیْ فَعَلْتُ کَذَا کَانَ کَذَا وَکَذَا، وَلٰکِنْ قُلْ [قَدَّرَ اللّٰہُ وَمَاشَاءَ فَعَلَ] فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ"(۲)

طاقتور مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اور ہر ایک کے اندر خیر ہے، نفع بخش چیز کی جستجو رکھو اور اللہ سے مدد حاصل کرو اور کسی چیز سے بے بس مت ہو، اور اگر تمہیں کچھ لاحق ہو جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کرتا یا ویسا کرتا تو یوں ہوتا، لیکن اس طرح کہو کہ اللہ نے مقدر کر رکھا تھا، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے،

(۱) صحیح مسلم ۳۸۹) مگر مسلم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں (۲) صحیح مسلم: ۲۶۶۴

کیونکہ ''اگر مگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

۳۷۸ - سنن ابی داؤد میں حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو شخص کے درمیان فیصلہ فرمایا، جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا وہ جب واپس ہوا تو اس نے کہا ''حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل'' اللہ ہی میرے لئے کافی اور وہی بہتر کارساز ہے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَلُوْمُ عَلٰی الْعَجْزِ وَلٰکِنْ عَلَیْکَ بِالْکَیْسِ، فَاِذَا غَلَبَکَ اَمْرٌ فَقُلْ: [حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل] (۱)

اللہ تعالیٰ بے بسی و پسپائی پر ملامت کرتا ہے، البتہ تمہارے لئے اعتدال ضروری ہے، اور جب تم پر کسی معاملے کا دباؤ یا غلبہ ہو تو ''حسبی اللہ ونعم الوکیل'' کہو یعنی اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

''کیس'' کا مطلب مختلف ہے، مثلاً عقل، سمجھ، دانائی، زیرکی، بخشش، جماعت، اور کاموں میں سنجیدگی وغیرہ مگر شاید اس جگہ اس کا مفہوم اعتدال اور کاموں میں سنجیدگی ہے، کہ انسان جس کی پابندی کر سکے۔

(باب-۱۱)

مشکل پیش آنے کے وقت کی دُعاء:

۳۷۹ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ: اَلْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا'' (۲)

اے اللہ! آسان صرف وہی ہے جسے تو آسان بنا دے اور تو سخت مٹی

(۱) سنن ابی داؤد ۳۶۲۷ حدیث حسن (۲) عمل الیوم لابن سنی ۳۵۳ وابن حبان فی الاحسان ۲/۹۷ حدیث صحیح

کو اگر چاہے تو نرم و آسان بنادے۔

"حــــزن" زاء کے زبر کے ساتھ حزن و ملال اور غم کے معنی میں اور زاء کے سکون کے ساتھ سخت و کھردری زمین کے معنی میں ہے، مذکورہ دعاء میں دونوں احتمال ہے۔

(باب-۱۴۲)

معاشی تنگی کے وقت کی دُعاء:

۳۸۰ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَایَمْنَعُ اَحَدَکُمْ اِذَاعُسِرَ عَلَیْهِ اَمْرُ مَعِیْشَتِهٖ اَنْ یَّقُوْلُ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ" [بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَدِیْنِیْ ، اَللّٰهُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَائِکَ ،وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا قُدِّرَ لِیْ ، حَتّٰی لَا اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ ، وَلَاتَاخِیْرَ مَاعَجَّلْتَ"] (۱)

جب کسی پر معاشی تنگی پیدا ہو جائے تو کوئی مانع نہیں کہ وہ گھر سے نکلتے وقت کہے: اپنے نفس، مال، اور دین پر اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! تو اپنے فیصلہ و تقدیر پر میرے اندر رضاء مندی پیدا فرما، اور جو تو نے میرے لئے مقدر فرما دیا ہے اس میں برکت عطاء فرما تا کہ جو تو نے مؤخر کر رکھا ہے اسے جلد حاصل کرنے، اور جسے تو نے پیشگی دینا چاہا ہے اسے مؤخر کرنے کی خواہش نہ رکھوں۔

(باب-۱۴۳)

رفع بلیات و آفات کی دعائیں:

۳۸۱-ابن سنی کی کتاب میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۵۲ یہ حدیث ضعیف ہے عیسیٰ بن میمون کی محدثین نے تضعیف کی ہے

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً فِيْ اَهْلٍ وَمَالٍ وَوَلَدٍ فَقَالَ: [مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ] فَيَرىٰ فِيْهَا اٰفَةً دُوْنَ الْمَوْتِ"](۱)

اللہ عزوجل نے جو انعام کسی بندہ پر اس کے اہل وعیال، مال و اسباب، اور آل واولاد میں کر رکھا ہے، بندہ اگر اس پر "ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ" کہے تو موت کے علاوہ اور کوئی آفت ان نعمتوں میں وہ نہیں دیکھے گا۔

(باب-۱۴)

چھوٹے بڑے حادثات کے وقت کی دعاء:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ، الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْ: "اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" اُولٰئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ" (البقرہ:۱۵۷-۱۵۵)

اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے، جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۳۸۲ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۵۹ یہ حدیث ضعیف ہے، عبدالملک بن زرارہ انصاری ضعیف ہیں

"لِيَسْتَرْجِعْ اَحَدُكُمْ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ حَتّٰى فِيْ شِسْعِ نَعْلِهٖ ، فَاِنَّهَا مِنَ الْمَصَائِبِ"(۱)

تم میں سے ہر کسی کو ہر چیز میں حتیٰ کہ جوتا کے تسمہ ٹوٹنے میں بھی "اناللہ" کہنا چاہئے کیونکہ اس کا لوٹنا بھی ایک مصیبت ہے۔

(باب-۱۵)

اداء قرض کی دعاء جبکہ اس کی ادائیگی دشوار ہو :

۳۸۳ - سنن ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک مکاتب غلام ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آزادی کے لئے مطلوبہ رقم کی ادائیگی سے قاصر و بے بس ہوں، آپ میری مدد فرمائیں، تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا، کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتادوں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا ہے، کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے مانند بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے وہ ادا فرمادیں گے؟ پھر فرمایا کہو:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" (۲)

"اے اللہ تو اپنا حلال رزق دیکر مجھے حرام سے بچالے، اور اپنے فضل کے سہارے تو اپنے ماسوا سے مجھے بے نیاز کردے"

نوٹ : مکاتب ایسے غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے اس سے بذریعہ معاہدہ طے کرلیا ہو کہ اتنی مقدار رقم ادا کرنے کی صورت میں وہ آزاد ہے" اس کے علاوہ صبح وشام کی دعاء کے ضمن میں ابوداؤد کی روایت گذر چکی ہے جس میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے حضرت ابوامامہ نامی صحابہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے "ھموم لزمتنی و دیون" (غم واندوہ اور قرضوں نے گھیر رکھا ہے) کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس دعاء کی تلقین کی۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۳۵۴ بزار ۳۱۲۰ یہ حدیث بھی ضعیف ہے بوجہ بکر بن خنیس

(۲) سنن ترمذی ۳۵۶۳ وقال: حدیث حسن

(باب-۱۶)

نیند میں ڈرنے یا وحشت زدہ ہونے کی دعاء:

۳۸۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت ولید بن ولیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وحشت زدہ ہونے کی شکایت ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَقُلْ : جب سونے لگو تو کہو:

["أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ] فإنها لاتضرك اولاتقربك"(۱)

میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کے غضب اس کی سزا اس کے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسہ اور اس کی آمد سے،، (اسے کہہ لینے سے) شیاطین تمہیں ضرر نہیں پہونچا سکتا، یا یہ کہا کہ وہ تمہارے قریب نہیں آسکتا۔

۳۸۵ - اسی میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر (خواب میں) وحشت زدہ ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

["سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ، رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ ، جَلَّلْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ"] (۲)

پاک ہے ملک القدوس کی ذات جو فرشتوں اور روح القدس کا رب ہے، اے اللہ تو ہی نے آسمانوں اور زمیں کا اپنی قدرت وگرفت کے ساتھ احاطہ کر رکھا ہے، اس شخص نے اسے کہا تو وحشت کی وہ

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۶۴۳، ورواہ احمد فی مسندہ ۴/۱۰۸، اور ۶/۶، ورجال رجال الصحیح الا ان محمد بن یحيٰ بن حبان لم یسمع من الولید۔

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۶۴۴ یہ حدیث ضعیف ہے، محمد بن ابان محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں

کیفیت اس سے دور ہوگئی۔

نوٹ: حدیث میں ''روح'' کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، اکثر اس کا استعمال ان معنوں میں ہوا ہے (۱) انسانی زندگی جس سے اس کی بقاء ہے۔(۲) قرآن۔(۳) وحی۔(۴) رحمت۔(۵) جبریل علیہ السلام۔(۶) روح القدس مگر اس جگہ ''روح'' سے مراد وہ فرشتہ ہے جو فرشتوں میں سب سے عظیم اور خلقت میں سب سے بڑا ہے، اسے عام فرشتے اسی طرح نہیں دیکھ سکتے جس طرح انسان فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے، یا اس سے مراد اس جگہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

(باب-۱۷)

وسوسے میں مبتلا شخص کی دُعاء:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ، اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم،، (فصلت: ۳۶)

اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ وساوس آنے کی صورت میں وہ کہا جائے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اس کا ادب سکھایا ہے۔

۳۸۶ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یَاْتِیْ الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا، حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ؟ فَاِذَا بَلَغَ ذٰلِکَ

(۱) سنن ترمذی ۲۱۰۱ وقال الترمذی: حدیث حسن

فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ" (۱)

شیطان تم میں سے کسی کے پاس آکر کہتا ہے، کس نے فلاں چیز کو پیدا کیا اور کس نے فلاں چیز کو پیدا کیا، یہاں تک کہ وہ کہتا ہے، تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب وہ یہاں تک پہونچے تو انسان اللہ کی پناہ مانگے، اور رک جائے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئاً فَلْيَقُلْ: [آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ"]

لوگ ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہا جاتا ہے، اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اگر کسی کو اس کا احساس ہو تو اسے "آمنت بالله ورسله" کہنا چاہئے۔ (کہ میں نے ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر)

۳۸۷ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ وَجَدَ هٰذَا الْوَسْوَاسَ، فَلْيَقُلْ: [آمَنَّا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ] ثلاثا، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُذْهِبُ عَنْهُ" (۲)

جو یہ وسوسہ محسوس کرے، اسے "آمَنَّا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ" (ہم نے اللہ پر اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا) تین بار کہنا چاہئے، کیونکہ وہ اس سے دور ہو جاتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۶/ ۳۲۷ و صحیح مسلم ۱/ ۱۳۴-۲۱۴۰

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۶۳۱ ضعیف ہے، محدثین نے لیث بن سلیم کی تضعیف کی ہے

۳۸۸ - صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، شیطان میرے اور نماز وقراءت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور خلط ملط کردیتا ہے (اشتباہ کردیتا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ذٰلِکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ، فَاِذَا اَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ، وَاتْفُلْ عَلٰی یَسَارِکَ ثَلَاثًا"

وہ شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے، جب تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ طلب کرو (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ) کہو، اور تین بار اپنے بائیں جانب تھوک دو۔(۱)

۳۸۹ - سنن ابی داؤد میں بسند جید ابوزمیل سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ میں اپنے سینہ میں کچھ محسوس کرتا ہوں، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، بخدا میں اس کا اظہار نہیں کرسکتا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کیا کچھ شکوک وشبہات ہیں؟ پھر ہنسے اور فرمایا کوئی شخص اس سے اس وقت تک مبرا نہیں رہا جب تک کہ اللہ نے یہ نازل نہ فرمادیا: "فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَا" (یونس:۹۴)

(جو ہم نے نازل فرمایا اگر تمہیں اس میں شک ہے) پھر مجھ سے کہا اگر تم اپنے دل میں اس طرح کچھ محسوس کروتو کہو:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ"(۲)

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی، اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

(۱) صحیح مسلم:۲۲۰۳ (۲) سنن ابی داؤد:۵۱۱۰

استاد ابوالقاسم القشیری کے رسالہ میں جلیل القدر عالم احمد بن عطاء الروذباری سے صحیح طور پر منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ طہارت کے مسئلہ میں میرے اندر شک پیدا ہوگیا، ایک رات بے انتہاء پانی بہانے کی وجہ سے میرا دل کبیدہ خاطر اور تنگ ہوگیا، حد درجہ پانی بہانے کے باوجود میرا دل مطمئن نہیں ہوسکا تو میں نے کہا" یارب عفوک عفوک" (اے میرے رب میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، معافی چاہتا ہوں) تو میں نے ایک آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا، معافی علم کے اندر ہے، پھر اس کے بعد میرا وہ وسوسہ دور ہوگیا۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ وضوء، نماز یا اس طرح کی چیزوں میں مبتلاءِ وساوس شخص کو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا چاہئے کیونکہ شیطان جب اللہ کا ذکر سنتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا اور دور بھاگتا ہے اور "لا الہ الا اللہ" تمام اذکار میں سب سے افضل ذکر ہے۔

اسی وجہ سے اہل سلوک وطریقت اور امت کے چنیدہ حضرات سالک کی تربیت اور مریدین کی تہذیب وتزکیۂ باطن کے لئے اہل خلوت کو "لا الہ الا اللہ" کی پابندی اور اس کا ورد کرنے کی ہدایت کرتے ہیں ــــــ ان حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ دفع وساوس کا کارگر علاج ذکر الٰہی کی طرف رجوع اور بکثرت اس میں انہماک ہے۔

جلیل القدر بزرگ حضرت احمد بن ابوالحواری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی سے وسوسہ پیدا ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ یہ تم سے دور ہوجائے تو جب اس کا احساس ہو خوشی کا اظہار کرو، کیونکہ تمہارے خوش ہونے سے وہ دور ہوجائیگا، اور یہ اس وجہ سے کہ شیطان کو مومن کی خوشی سب سے زیادہ ناپسند ہے (تمہارے خوش ہونے سے وہ مایوس ہوکر تمہارا پیچھا چھوڑ دیگا) اور اگر تم غمگین ہوگئے تو اس میں مزید اضافہ ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ اس کی تائید بعض حضرات ائمہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وساوس میں وہی شخص مبتلا ہوتا ہے جس کا ایمان کامل ومکمل ہو، کیونکہ چور ویران مکان کا رخ نہیں کرتا۔

(باب-۱۸)

پاگل پن، جنون، اور زہریلے ڈنک کا جھاڑ :

۳۹۰- صحیح مسلم و بخاری میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب ایک سفر میں نکلے، ان کا پڑاؤ عرب قبیلہ کے کسی محلّہ میں ہوا، ان حضرات نے محلّہ والوں سے اپنی ضیافت کی خواہش کی مگر علاقہ والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، پھر قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا، ان لوگوں نے علاج کی ہر تدبیر کر لی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، تو کچھ لوگوں نے کہا اگر اس قافلہ کے پاس جایا جائے جو یہاں خیمہ زن ہے تو شاید ان کے پاس کچھ مل جائے، چنانچہ وہ لوگ آئے اور بولے، قافلے والو میرے سردار کو زہریلے جانور نے ڈس لیا ہے، ہم لوگ ہر طرح کی کوشش کر چکے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں، آپ لوگوں کے پاس کچھ ہے؟ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہاں ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں، مگر بخدا ہم نے آپ لوگوں سے مہمان داری کی خواہش کی تھی جسے آپ لوگوں نے ٹھکرا دیا تھا اس لئے میں اجرت متعین کئے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، چنانچہ ان لوگوں نے بکری کے ایک ریوڑ کی ادائیگی پر اتفاق کر لیا، وہ اس کے پاس گئے اور الحمد للہ رب العالمین (سورہ فاتحہ) پڑھ کر اس پر دم کرتے اور تھوکتے رہے، اس سے وہ شخص اس طرح چنگا ہو گیا جیسے اس کی گرہ کھل گئی ہو، پھر چلنے لگا اور اسے کوئی تکلیف نہ تھی، پھر ان لوگوں نے طے شدہ اجرت انہیں ادا کر دیا، بعض ساتھیوں نے ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کرنے کی خواہش کی تو جنہوں نے جھاڑا تھا وہ بولے کہ ایسا مت کرو یہاں تک کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کریں پھر دیکھیں کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں، بالآخر وہ لوگ (واپسی کے بعد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ ثُمَّ قَالَ : قَدْ أَصَبْتُمْ ، اقْسِمُوا
وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا ، وَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَى اللهُ

عَلیه وسلم"
تمہیں کس طرح پتہ چلا کہ یہ جھاڑ ہے؟ پھر فرمایا: تم نے درست کیا، اسے تقسیم کرلو اور میرے لئے بھی ایک حصہ رکھو، اور آپ ﷺ ہنس پڑے۔

یہ بخاری کے الفاظ ہیں، دوسری روایت میں ہے کہ وہ "ام الکتاب" یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر تھوک دیتے، تو وہ شخص صحت یاب ہوگیا، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے تیس بکری دینے کا حکم دیا تھا۔(۱)

۳۹۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا، ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میرا بھائی درد میں مبتلا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "وَمَا وَجعُ اَخِیْکَ" تیرے بھائی کا درد کیا ہے؟ اس شخص نے کہا "بِہٖ لَمَمٌ" تھوا ڑ جنون جیسا ہے، تو آپ نے فرمایا "فَابْعَثْ بِہٖ اِلَیَّ" اسے میرے پاس بھیجو، وہ آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر اسے دم فرمایا:

(۱) سورۃ فاتحہ۔ (۲) سورۃ البقرہ کے شروع کی چار آیتیں۔ الٓم سے مفلحون تک،،

(۳) درمیان سورت کی دو آیتیں یعنی "وَاِلٰھُکُم اِلٰہٌ وَاحِدٌ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم"، "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ" (سورۃ بقرہ آیۃ ۱۶۳-۱۶۴)

(۴) آیت الکرسی۔ (۵) سورۃ بقرہ کی آخری تین آیات۔

(۶) سورۃ آل عمران کے شروع کی آیت "شَھِدَ اللّٰہُ انہ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَ" (آل عمران: ۱۸)

(۷) سورۃ اعراف کی آیت "اِن ربکم اللّٰہ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اعراف: ۵۴)

(۸) سورۃ مومنون کی آیت "فتعالی اللّٰہ الملک الحق لَا اِلٰہ الا ھو رب العرش الکریم" (المومنون: ۱۱۶)

---

(۱) صحیح بخاری: ۵۷۴۹ و صحیح مسلم: ۲۲۰۱

(۹) سورۃ جن کی آیت "وانه تعالی جَدُّ ربنا مما اتخذ صاحبة ولا ولدا" (الجن:۳)

(۱۰) سورۃ "الصّٰفّٰت" کے شروع کی دس آیات۔ (۱۱) سورۃ حشر کے اخیر کی تین آیات۔

(۱۲) قل هو اللّٰه احد.

(۱۳) معوذتين يعنى قل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس.(۱)

۳۹۲ - سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت خارجہ بن صلت اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور واپس ہو گیا، واپسی میں میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جس کا ایک شخص جنون میں مبتلا اور زنجیر میں بندھا ہوا تھا، اس کے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارا ساتھی (نبی) خیر لیکر آیا ہے، کیا تمہارے پاس کچھ ہے جس سے تم اس کا علاج کر سکو میں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر اسے جھاڑا تو وہ صحت یاب ہو گیا، ان لوگوں نے مجھے سو بکریاں دیں، میں جب نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو اس کی اطلاع دی، آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: هل الا هٰذا ؟ بس صرف یہی تھا؟ ایک اور روایت میں ہے "هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا" ؟ کیا تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ کہا یا پڑھا تھا، میں نے عرض کیا نہیں، تو آپ نے فرمایا:

"خُذْهَا : فَلَعَمْرِىْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ" لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ "(۲)

اسے لے لو، میری قسم ہے ان لوگوں کو جو باطل کے جھاڑ پھونک کا کھائے، تم نے برحق جھاڑ پھونک کا کھایا ہے۔

۳۹۳ - ابن سنی کی کتاب الفاظ جو کہ ابو داؤد کی ایک دوسری روایت ہے، قدرے مختلف ہے، اس میں یوں مروی ہے کہ حضرت خارجہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے لوٹے تو عربوں کے ایک محلے میں آئے، محلے والوں نے کہا، کیا تم

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۶۳۷ حدیث غریب

(۲) سنن ابی داؤد : ۳۸۹۶

لوگوں کے پاس کوئی دوا علاج ہے؟ ہمارے پاس ایک معمولی جنون میں مبتلا شخص بندھا ہوا ہے، پھر ان لوگوں نے اسے بندھا ہوا میرے پاس لایا تو میں نے اسے تین دن صبح وشام سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا رہا، میں اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر تھوک دیا کرتا تھا، تو وہ اس سے صحت یاب ہو گیا جیسے گرہ کھل گئی ہو، ان لوگوں نے مزدوری دی تو میں نے انکار کیا، ان لوگوں نے کہا اپنے نبی کریم ﷺ سے پوچھ لینا ہم نے آپ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كُلْ: فَلَعَمْرِيْ مَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ، لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ''(۱)

کھالو، میری قسم ان لوگوں کو جو باطل چیز کے جھاڑ پھونک کا کھاتے ہیں، بیشک تو نے برحق جھاڑ کا کھایا ہے۔

خارجہ کے چچا کا نام علاقہ بن صُحار ہے، بعض لوگوں نے ان کا نام عبداللہ ذکر کیا ہے۔

۳۹۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جب مبتلا شخص کے کان میں پڑھ کر دم کیا اور وہ صحت یاب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَا قَرَأْتَ فِيْ اُذُنِهٖ'' تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: میں نے یہ آیت اخیر سورت تک پڑھا، اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ''(سورۃ: المومنون) تو آپ ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا:

''لَوْ اَنَّ رَجُلًا مُوْقِنًا قَرَأَبِهَا عَلٰى جَبَلٍ لَزَالَ''(۲)

اگر کوئی شخص اسے پورے یقین کے ساتھ پڑھ کر پہاڑ کے اوپر دم کردے تو وہ بھی اپنی جگہ سے کھسک جائے گا۔

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۶۳۵ سنن ابی داؤد ۳۸۹۷

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۶۳۶ حدیث غریب، اخرجہ الطبرانی فی الدعا، ۱۰۸۱ وابویعلی ۵۰۴۵ غریب وحسن

(باب-۱۹)

بچوں کودم کرنے کا طریقہ :

۳۹۵ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اس طرح تعوذ کے ذریعہ دم کیا کرتے تھے:

[اُعِیذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ،،] وَیَقُوْلُ : ان ابا کما یعوذ بھما اسماعیل و اسحاق"

میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان، زہریلے جانور اور نظر بد سے۔ اور فرماتے تھے تمہارے جدامجد (یعنی ابراہیمؑ) اسی کلمات سے اسماعیل واسحاق کو دم کیا کرتے تھے۔

ھَامہ کی جمع ھوام ہے، اس کا اطلاق ہر اس جانور پر ہوتا ہے جو زہریلا ہو، خواہ اسے مارا جاتا ہو جیسے: سانپ بچھو یا نہ مارا جاتا ہو، کبھی اس کا اطلاق ایسے کیڑے مکوڑوں پر بھی ہوتا ہے جو زہریلا تو نہ ہو مگر باعث تکلیف واذیت ہو جیسے: سر کی جوئیں اور کپڑے کے چلر، مثلاً حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَیُؤْذِیْکَ ھوَامُ رَأسِکَ'' کیا تیرے سر کا کیڑا یعنی جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں، یہاں ھوام سے مراد قُمّل یعنی جوئیں ہیں۔

(باب-۲۰)

پھوڑا پھنسی کی دُعاء :

اس باب میں حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث بھی ہے جو عنقریب ''مریض کی دُعاء'' یا مریض کو کیا پڑھ کر دم کرنا چاہئے کے بیان میں آئیگی۔

۳۹۶- ابن سنی کی کتاب میں بعض ازواج مطہرات سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میری انگلی میں پھنسی نکلی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عِنْدَکِ ذُرَیْرَةٌ؟ فَوَضَعَهَا عَلَیْهَا وَقَالَ : قُولِیْ :[اَللّٰهُمَّ مُصَغِّرَ الْکَبِیْرِ، وَمُکَبِّرَ الصَّغِیْرِ، صَغِّرْ مَابِیْ] فَطَفِئَتْ" (۱)

کیا تیرے پاس صندل یا چندن کی لکڑی ہے؟ پھر اسے انگلی پر رکھ دیا اور فرمایا کہو: اللهم مصغر الکبیر الخ، اے اللہ، اے چھوٹے کو بڑا اور بڑے کو چھوٹا کرنے والے، جو مجھے ہے اسے چھوٹا کر دے تو وہ بجھ کر ختم ہو گیا۔

(۱) عمل الیوم للنسائی ۱۰۳۱ عمل الیوم لابن سنی ۶۴۰ مسند احمد ۵/۳۷۰ حدیث صحیح

کتاب اذکار المرض والموت و مایتعلق بهما :

(امراض و موت اور اس سے متعلق اذکار کا بیان)

(باب-۱)

بکثرت موت کو یاد کرنا :

۳۹۷ - سنن ترمذی، نسائی و ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو بکثرت یاد کیا کرو۔(۱)

(باب-۲)

بیمار پرسی کی فضیلت :

۳۹۸ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے تو لوگوں نے دریافت کیا اے ابو حسن رسول اللہ ﷺ نے کس حالت میں صبح کی تو حضرت علی نے جواب دیا بحمد اللہ آپ نے صحت یابی کے ساتھ صبح فرمائی ہے۔(۲)

(باب-۳)

مریض کے پاس کیا کہنا اور کیا پڑھنا چاہیئے :

۳۹۹ - صحیح مسلم و بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ

(۱) سنن ترمذی ۲۳۰۸ نسائی ۱۸۲۴ ابن ماجہ ۴۲۵۸ و قال الترمذی: حدیث حسن (۲) صحیح بخاری ۶۲۶۶

ﷺ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو یکجا کرتے تھے اور اس میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پڑھ کر پھونکتے اور جہاں تک ہاتھ پہونچ سکتا اپنے پورے جسم پر پھیرتے، اس کی ابتدا سر چہرہ اور جسم کے اگلے حصہ سے کرتے، اور اسی طرح تین بار کرتے، پھر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو آپ ﷺ اس طرح کرنے کے لئے مجھے حکم دیتے۔(۱)

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں متوذات کے ذریعہ خود سے اپنے اوپر دم کرتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب خود سے کرنا دشوار ہو گیا تو مجھے حکم دیتے کہ میں آپ کو معواذت کے ذریعہ دم کروں، اور میں آپ کے دست مبارک کو اس کی برکت کی خاطر پھراتی تھی۔(۲)

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جب مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو آپ ﷺ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتے تھے۔(۳)

اس حدیث کے ایک راوی نے امام زھری سے دریافت فرمایا کہ آپ ﷺ کا پھونکنا یا دم کرنا کس طرح تھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ معوذات پڑھ کر پہلے اپنے ہاتھ پر پھونک مارتے پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیرتے۔

میرے خیال میں اس باب میں وہ احادیث بھی ہیں جو مجنون پر پڑھ کر دم کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں یعنی سورۃ فاتحہ وغیرہ۔

۴۰۰ - صحیح مسلم و بخاری اور سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے کسی تکلیف یا زخم یا پھوڑا پھنسی وغیرہ کی شکایت کرتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی اس طرح رکھ کر فرماتے، پھر راوی حدیث حضرت سفیان بن عتبہ نے اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھ کر اوپر کیا کہ اس طرح:

---

(۱) صحیح بخاری ۵۰۱۷ صحیح مسلم ۲۱۹۲ (۲) صحیح بخاری ۵۷۵۱

(۳) صحیح بخاری: ۵۰۱۶ صحیح مسلم ۲۱۹۲

"بِسمِ اللّٰہِ تُربَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی بِہٖ سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا"(۱)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہماری سرزمین کی مٹی، ہمارے بعض مؤمین کے لعاب دہن سے ہمارے بیماروں کوشفاء دیا جاتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں "تُربَۃُ اَرْضِنَا وَرِیْقَۃُ بَعْضِنَا" ہماری سرزمین کی مٹی اور ہمارے بعض مؤمن کے لعاب دہن سے۔(۲)

۴۰۱ - صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض اہل خانہ کے لئے تعوذ کہتے اور اپنا داہنا ہاتھ اس پر پھیرتے ہوئے فرماتے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ ، شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَمًا"(۳)

اے اللہ، اے لوگوں کے پروردگار تو بیماری کو دور کردے، تو شفاء دے کیونکہ تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سواء کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ بیمار کو اس طرح کہتے ہوئے جھاڑتے:

"اِمْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِیَدِکَ الشفاءُ لَاکَاشِفَ لَہٗ اِلَّا اَنْتَ"(۴)

اے لوگوں کے پروردگار تو بیماری کو مٹادے، تیرے ہی ہاتھ میں شفاء ہے، اسے تیرے سواء کوئی دور نہیں کرسکتا۔

۴۰۲ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ثابت سے کہا: کیا

---

(۱) صحیح بخاری ۵۷۴۵ صحیح مسلم ۲۱۹۴ سنن ابی داؤد ۳۸۹۵ (۲) بخاری: ۵۷۴۶
(۳) صحیح بخاری ۵۷۴۳ صحیح مسلم ۲۱۹۱ (۴) بخاری: ۵۷۴۴

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منتر کے ذریعہ نہ جھاڑ دوں؟ انہوں نے جواب دیا، کیوں نہیں؟ تو حضرت انسؓ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا"(۱)

اے لوگوں کے پالنہار بیماریوں کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سواء اور کوئی شفاء دینے والا نہیں، ایسی شفاء عطاء فرما جو کسی بیماری کو باقی نہ رکھے۔

۴۰۳ - صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم میں پائے جانے والی تکلیف ودرد کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ، وَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ ثلاثا، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ [اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ"]

اپنے جسم کے اس حصہ پر اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہو اور تین بار "بسم اللہ" کہو اور سات بار "اعوذ بعزۃ اللہ الخ کہو (میں اللہ کی قدرت وغلبہ کی پناہ لیتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جسے میں محسوس کرتا اور جس سے میں خائف ہوں۔

۴۰۴ - صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی اور فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا"(۳)

اے اللہ تو سعد کو شفاء عطا فرما، اے اللہ تو سعد کو شفاء عطا فرما، اے

---

(۱) صحیح بخاری ۵۷۴۲ (۲) صحیح مسلم: ۲۲۰۲ (۳) صحیح مسلم: ۱۶۲۸

اللہ تو سعد کو شفا عطا فرما۔ (سعد کی جگہ مریض کا نام لیا جائے)

۴۰۵ - سنن ابی داؤد و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَحْضُرْ اَجَلُهٗ ، فَقَالَ عِنْدَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ ،، [اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ] اِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعالٰى مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ "(۱)

جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے، پھر اس کے پاس سات بار کہے "اسأل العظیم الخ،، میں اللہ سے جو بڑا عظمت والا اور عرش عظیم کا رب ہے، سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء عطاء فرمائے، تو یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے اس مرض سے شفاء عطاء فرمادیتے ہیں۔

وقال الترمذی : حدیث حسن، امام ابوعبداللہ الحاکم نے اپنی کتاب "المستدرک علی الصحیحین،، میں [۳۴۲/۲] کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔

۴۰۶ - سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: اِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا فَلْيَقُلْ : جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کو آئے تو اسے یوں کہنا چاہیے،،

[اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْيَمْشِيْ لَكَ اِلٰى صَلَاةٍ"](۲)

اے اللہ تو اپنے بندے کو شفاء دے، وہ تیرے لئے کسی دشمن پہ ضرب لگائے گا یا تیرے واسطے نماز کو جائے گا۔

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۱۰۶ و سنن ترمذی: ۲۰۸۳ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۱۰۷ حدیث حسن

۴۰۷ - ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے درد کی شکایت تھی، رسول اللہ ﷺ کا میرے پاس سے گذر ہوا جبکہ میں کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِن کَانَ اَجَلِیْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِیْ ، وَاِنْ کَانَ مُتَأَخِّراً فَارْفَعْنِیْ ، وَاِنْ کَانَ بلاءً فَصَبِّرْنِیْ ، فَقَال رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم کیف قُلْتَ ؟ فَاَعَادَ عَلَیْهِ مَاقَالَهٗ ، فَضَرَبَ بِهٖ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ :[اَللّٰھُمَّ عَافِهٖ] او اِشْفِهٖ ، شَکَّ شُعْبَةُ ، قَالَ :فَمَا اشْتَکَیْتُ وَجْعِی اَبَداً"

اے اللہ اگر میری موت کا وقت آگیا ہے تو مجھے سکون بخش، اور اگر اس میں دیر ہے تو اسے دور فرما، اور اگر آزمائش ہے تو مجھے صبر دے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم نے کس طرح کہا؟ تو حضرت علیؓ نے اسے آپ کے سامنے دہرایا، تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاؤں سے ٹھوکر دیکر فرمایا، اے اللہ تو اسے عافیت دیدے یا یہ کہا اسے شفاء دے، شعبہ کو شک ہے کہ "عافہ" کہا یا "اشفہ" کہا حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر مجھے کبھی درد کی شکایت نہ ہوئی۔

۴۰۸ - ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری وابوہریرہؓ سے مروی ہے، یہ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ لا اِلٰهَ الا اللّٰه وَاللّٰه اَکْبَرُ ، صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ فَقَال : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ، وَاِذَا قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ، قَالَ یَقُولُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْکَ لِیْ ، وَاذا قال : لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ لَهُ الْملکُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَالِیَ الْمُلْکُ وَلِیَ الْحَمْدُ ، وَاِذَا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ، قَالَ: لَا اِلٰهَ

اِلَّا اَنَا وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِیْ"

جس نے لا الـه الا الـلـه و اللـه اکبر کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا اور فرماتا ہے، میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ہی بہت بڑا ہوں، اور جب "لا الـه الا الـلـه لاشریک لہ" کہتا ہے کہ اللہ کہ سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تنہا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ "لا الہ الا الـلّٰـه له الملک وله الحمد" کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے حکومت و بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد وثناء ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میرے ہی لئے حکومت و بادشاہی ہے اور میرے ہی لئے حمد وثناء ہے، اور جب وہ "لا الـه الا الـله ولاحول ولاقوة الابالله" کہتا ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ساری طاقت اللہ ہی سے ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں ساری طاقت وقوت مجھ ہی سے ہے۔

اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ:

"مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ"۔(۱)

جس نے اسے اپنی بیماری کی حالت میں کہا پھر اسی بیماری میں وفات ہوگئی تو جہنم کی آگ اسے نہیں کھائے گی۔

۴۰۹ - صحیح مسلم، سنن ترمذی، ونسائی وابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور گویا ہوئے، اے محمد! کیا آپ کو تکلیف کی شکایت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) سنن ترمذی: ۳۴۳۰ سنن ابن ماجہ ۳۷۹۴ وقال الترمذی: حدیث حسن

"بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ ، مِنْ کُلِّ شَیئٍ یُؤْذِیْکَ ، مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ ، اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ"(۱)

اللہ کے نام سے میں آپ کو جھاڑتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے، اور ہر انسان کے یا حسد کرنے والی نگاہ کے شر سے، اللہ آپ کو شفاء دے میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

۴۱۰ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی اعرابی (دیہاتی بدو) کی عیادت کو گئے، اور آپ ﷺ جب کسی کی عیادت کو جاتے تو فرماتے:

"لَابَاسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ"(۲)

گھبرانے کی کوئی بات نہیں، انشاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دینے والی ہے۔

۴۱۱ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی اعرابی کی عیادت کو گئے جبکہ وہ بخار میں مبتلا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کفارة و طهور" گناہوں کا کفارہ اور بیماریوں سے پاک کرنے والا ہے۔(۳)

۴۱۲ - ترمذی اور ابن سنی کی کتاب میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تَمَامُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ اَنْ یَضَعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَبْهَتِهٖ اَوْعَلٰی یَدِهٖ فَیَسْأَلُهٗ ، کَیْفَ هُوَ"

عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ مریض کے پیشانی یا اس کے بازو پر رکھ کر دریافت کرے کہ "آپ کیسے ہیں۔"

---

(۱) صحیح مسلم ۲۱۸۶ سنن ترمذی ۹۷۲ عمل الیوم للنسائی ۱۰۰۵ ابن ماجہ ۳۵۲۳ وقال الترمذی حسن صحیح

(۲) صحیح بخاری ۵۶۵۶ (۳) عمل الیوم لابن سنی ۵۴۰ حدیث حسن غریب

یہ الفاظ ترمذی کی روایت کے ہیں، ابن سنی کی روایت میں اس طرح ہے:

"مِنْ تَمَامِ الْعِيَادَةِ اَنْ تَضَعَ يَدَکَ عَلَى الْمَرِيْضِ فَتَقُوْلُ: كَيْفَ اَصْبَحْتَ اَوْ كَيْفَ اَمْسَيْتَ؟(۱)

عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض پر رکھو پھر کہو کس حال میں تم نے صبح کی یا کس حال میں تم نے شام کی۔

۴۱۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت سلمانؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی جبکہ میں بیمار تھا اور فرمایا:

"يَاسَلْمَانُ شَفَى اللّٰهُ سَقَمَکَ، وَغَفَرَ ذَنْبَکَ، وَعَافَاکَ فِيْ دِيْنِکَ وَجِسْمِکَ اِلٰى مُدَّةِ اَجَلِکَ"(۲)

اے سلمان! اللہ تمہیں بیماری سے شفاء دے، تیرے گناہ معاف فرمائے، اور تیرے دین و جسم میں زندگی کے آخری لمحات تک عافیت بخشے۔

۴۱۴ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار پڑا تو رسول اللہ ﷺ مجھے معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، ایک بار آپ نے مجھے اس طرح تعوذ پڑھ کر دم کیا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اُعِيْذُکَ بِاللّٰهِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَاتَجِدُ"(۳)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو ایک اور بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ ہی اس کا

---

(۱) سنن ترمذی ۲۷۳۱، عمل الیوم لابن سنی ۵۴۱ وقال الترمذی: اسنادہ لیس بقوی

(۲) عمل الیوم لابن سنی: ۵۵۳ حدیث ضعیف (۳) عمل الیوم لابن سنی ۵۵۸ حدیث ضعیف

کوئی ہمسر ہے، جس تکلیف میں تو ہے اس کے شر سے۔

پھر آپ جب جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: "یاعثمان تعوذبها فما تعوذتم بمثلها، اے عثمان اس کے ذریعہ تعوذو پناہ طلب کیا کرو کیونکہ اس جیسے تعوذ سے تم نے ابتک تعوذ نہیں کیا ہے۔

(باب-۴)

اہل خانہ کو حسن سلوک کی تلقین کرنا :

ظاہری اسباب مثلاً حدود و قصاص یا امراض وغیرہ کی وجہ سے جس شخص کی موت کا وقت قریب آچکا ہو، تو اس کے اہل خانہ وخدام وغیرہ کو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اور اس کے تصرفات کو برداشت کرنے اور اس کی جفاؤں پر خندہ پیشانی سے صبر کرنے کی تلقین کرنا بہتر ہے۔

۴۱۵ - صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک دوشیزہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے حد جاری ہونے والے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، لہٰذا آپ مجھ پر حد جاری کریں، نبی کریم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلوایا اور ان سے ارشاد فرمایا:

اَحْسِنْ اِلَيْهَا ، فَاِذَا وَضَعَتْ حَمْلَهَا فَأْتِنِي بِهَا"(۱)

اس کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو، اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لاؤ۔

تو ایسا ہی ہوا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تو اس کا کپڑا اس پر اچھی طرح مضبوطی سے لپیٹ دیا گیا (کہ کھلنے نہ پائے) پھر حکم دیا اور اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱) دیکھیں: مسلم ۱۶۹۶

(حدیث کا بقیہ حصہ یوں ہے) تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں، حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَقَدْ تَابَتْ تَوبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَل وَجَدتَ تَوْبَةً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تعالىٰ"(۱)

اس نے ایسی عظیم الشان توبہ کی ہے کہ اسے اگر اہل مدینہ کے ستر مسلمانوں پر تقسیم کیا جائے تو ان سب پر بھاری ہو جائے گا، کیا تم نے اس سے افضل توبہ پایا ہے کہ اس نے اپنی جان خود ہی اللہ کے لئے سخاوت کے ساتھ قربان کردی۔

(باب-۵)

دردسر، بخار یا اور کسی طرح کی تکلیف کے وقت کی دُعاء:

۴۱۶ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر طرح کی تکلیف اور بخار سے نجات کے لئے انہیں یہ کہنے کی تعلیم دیتے تھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ"(۲)

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بڑا ہے، ہم پناہ طلب کرتے ہیں اللہ کی جو بڑا عظمت والا ہے، ہر جوش مارتے رگ اور آگ کی تپش کے شر سے۔

---

(۱) حوالہ سابقہ

(۲) عمل الیوم لابن سنی ۵۷۱ سنن ترمذی ۲۰۷۵ سنن ابن ماجہ ۳۵۲۶ وقال الترمذی: حدیث غریب

اس کے علاوہ سورۃ فاتحہ، اخلاص، اور معوذتین بھی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا چاہئے، اس کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے کہ پڑھ کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر پھونکے پھر اسے جسم اور تکلیف کے مقام پر پھیرے، اس موقع پر پریشانی کے وقت کی دُعاء بھی پڑھنا بہتر ہے۔

(باب-٦)

مریض کا آہ و بکا کرنا:

مریض کا، مجھے شدید تکلیف ہے، میں بخار میں مبتلا ہوں، مجھے بیماری ہے وغیرہ کہنا بلا کراہت درست ہے بشرطیکہ واویلا یا اظہار خفگی نہ ہوں۔

۴۱۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسَسْتُهُ فَقُلْتُ ، اِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكاً شَدِيْدًا قَالَ: اَجَلْ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ"(۱)

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ بخار کی شدید تکلیف میں مبتلا تھے، میں نے آپ کو چھوا اور کہا، آپ کو سخت بخار ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، تمہارے دو شخص کے بخار کی تکلیف کی طرح۔

۴۱۸ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کسی تکلیف کی شدت کے وقت رسول اللہ ﷺ مجھے تعوذ کے ذریعہ دم کرنے کے لئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا، میں جس حال کو پہونچ گیا ہوں اسے آپ دیکھ رہے ہیں، میں مالدار ہوں، اور ایک بچی کے علاوہ میرا اور کوئی وارث نہیں، پھر پوری حدیث نقل فرمائی۔(۲)

۴۱۹ - صحیح بخاری میں حضرت قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے "وَارَأسَاهُ" ہائے آپ کے سر کی تکلیف کہا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں فرمایا "بَلْ اَنَا

---

(۱) صحیح بخاری ۵۶۴۷ صحیح مسلم ۲۵۷۱ (۲) بخاری ۵۶۶۸ مسلم ۱۲۶۸

وَ ارَسَاهُ،، بلکہ میں تیرے سر پر ہائے افسوس کرتا ہوں (یعنی سختی کے وقت بھی اللہ ہی پر بھروسہ ہونا چاہئے، صبر کرنا چاہئے آہ اور چیخ و پکار کے بجائے اللہ سے دعاء کرنی چاہئے) پھر پوری حدیث نقل کی ہے۔(۱)

(باب-۷)

موت کی تمنا کرنا:

کسی ضرر یا نقصان یا تکلیف کی وجہ سے ان حالات میں موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر دین میں فتنہ کا خطرہ و اندیشہ ہو تو یہ جائز ہے۔

۴۲۰ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهُ ، فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ : [اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ"](۲)

تم میں سے کسی کو جب کوئی تکلیف پہونچے تو اس کی وجہ سے وہ موت کی تمناء نہ کرے، اور اگر کہنا ہی ہو تو یوں کہنا چاہئے، اے اللہ جب تک زندگی میں میرے لئے خیر ہے زندہ رکھ، اور اگر موت میں میرے لئے بہتری ہے تو مجھے وفات دیدے۔

شوافع و دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ کسی تکلیف یا نقصان وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا کرے، البتہ اگر زمانے کے بگاڑ کے پیش نظر دین کو خطرہ لاحق ہونے یا فتنہ میں پڑنے کے اندیشے کی وجہ سے موت کی تمنا کرے تو مکروہ نہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری ۲۱۶/۷ یہ حدیث ان الفاظ میں مرسل ہے

(۲) صحیح بخاری ۵۶۷/۱ ، صحیح مسلم ۲۶۸۰

(باب-۸)

دیار رسول میں موت آنے کی دعاء کرنا افضل ہے

۴۲۱ - صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمر الفاروق سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ دعاء فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوتي فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ.

اے اللہ تو مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے دیار رسول ﷺ میں موت دے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے۔(۱)

(باب-۹)

مریض کی دلجوئی مستحب ہے:

۴۲۲ - سنن ترمذی و ابن ماجہ میں بسند ضعیف ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلْتُمْ عَلٰى مَرِيْضٍ فَنَفِّسُوا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهٗ .(۲)

جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کے موت کے غم کو دور کرو کیونکہ تمہارا یہ عمل کسی چیز (موت کو) روک نہیں سکتا البتہ اس کی دلجوئی کرسکتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۸۹۰

(۲) ترمذی ۲۰۸۷، ابن ماجہ ۱۴۳۸، یہ حدیث ضعیف ہے

مریض کے پاس کیا کہنا اور کیا پڑھنا چاہئے، اس کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آچکا ہے کہ ”لا بَاس طَهورٌ اِنْشَاءَ اللّٰه“ کہنا چاہئے، اس جگہ بس اتنا ہی کافی ہے۔

(باب-۱۰)

مریض سے وحشت دور کرنا:

مریض اگر مایوس اور خوف زدہ ہو تو اس کے اچھے اعمال کا تذکرہ کر کے اس کی تعریف وتوصیف کرنی چاہئے تا کہ اس کا خوف دور ہو اور اپنے رب سے حسن ظن پیدا ہو۔

۴۲۳ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا، اور وہ شدت سے کراہ رہے تھے تو ابن عباس نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین یہ سب ٹھیک نہیں آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ کی صحبت خوشگوار رہی وہ آپ سے راضی خوشی جدا ہوئے پھر آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہے اور ان کی صحبت بھی خوشگوار رہی اور وہ آپ سے راضی خوشی جدا ہوئے، پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے اور ان کی صحبت بھی خوشگوار رہی اگر آپ ان سے جدا ہوتے ہیں تو اس طرح جدا ہونگے کہ وہ آپ سے راضی وخوش ہونگے ـــــــ پھر آگے بقیہ حدیث نقل کی ہے، حضرت عمرؓ نے ان کے جواب میں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک ہے۔(۱)

۴۲۴ - صحیح مسلم میں حضرت شماسہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں عمرو بن العاصؓ کے پاس گیا جب وہ کہ موت کی دوڑ میں تھے اور خوب رو رہے تھے، وہ اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے تھے ان کا لڑکا کہنے لگا، والد بزرگوار، کیا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو خوشخبری نہیں دی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ یہ بشارت نہیں دی؟ تو انہوں نے اپنا چہرہ سامنے کیا اور بولے، سب سے افضل توشہ جو ہم نے تیار کیا ہے وہ کلمۂ شہادت یعنی ”لا اله الا اللّٰه وان محمد رسول الله“ ہے پھر بقیہ حدیث نقل کی۔(۲)

۴۲۵ - بخاری ہی میں ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کی موت سے پہلے جبکہ وہ

(۱) بخاری ۳۶۹۲ (۲) صحیح بخاری ۱۲۱

مدھوش تھیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنے کی اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کرنے لگیں، تو ان سے کہا گیا: وہ لوگوں میں خاص، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا، انہیں اجازت دیدو، حضرت ابن عباسؓ نے (آنے کے بعد) عرض کیا، آپ اپنے آپ کو کیسا محسوس کررہی ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، بخیر ہیں اگر آپ بچیں (یعنی مدح سرائی سے) ابن عباسؓ نے فرمایا، تو آپ انشاء اللہ بخیر ہی رہیں گی، آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں، اللہ کے رسول نے آپ کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور آپ کی براءت آسمان سے اتری ہے۔(۱)

(باب-۱۱)

مریض سے اس کی خواہش دریافت کرنا:

۴۲۶ -ابن سنی کی کتاب اور ابن ماجہ میں بسند ضعیف حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کی عیادت کو گئے اور فرمایا: هل تشتهی شیاً تشتهی کعکاً" کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ کیا تمہیں کیک چاہئے؟ اس شخص نے کہا، ہاں تو آپ نے اس کے لئے کیک منگوایا۔(۲)

۴۲۷ - سنن ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ۔(۳)

تم اپنے مریضوں کو کھانے کے لئے مجبور مت کرو، کیونکہ اللہ اسے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

---

(۱) بخاری ۴۷۳۵ (۲) سنن ابن ماجہ:۳۴۴۱،عمل الیوم لابن سنی ۵۴۵

(۳) سنن ترمذی ۲۰۴۰، سنن ابن ماجہ ۳۴۴۴، وقال الترمذی: حدیث حسن

(باب-۱۲)

عیادت کرنے والوں کا مریض سے دعاء کی درخواست کرنا:

۴۲۸ - ابن ماجہ وابن سنی کی کتاب میں بسند صحیح یابسند حسن بواسطہ میمون بن مہران حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَذَا دَخَلتَ عَلٰی مَرِیْضٍ وَمُرْہُ فَلْیَدْعُ لَکَ فَاِنَّ دُعَائَہُ کَدُعاءِ الْمَلَائِکَۃِ .(۱)

جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اسے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعاء کرے، کیونکہ اس کی دعاء فرشتوں کی دعاء جیسی ہے۔

(باب-۱۳)

مریض کو توبہ وغیرہ کے ذریعہ وفاء عہد کی تلقین:

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (الاسراء:۳۴)
اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی بازپرس ہونے والی ہے۔
اَلْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا (اور جب وہ وعدہ کریں تو اپنے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں، نیز اس باب میں اس طرح کی بے شمار آیتیں ہیں۔

۴۲۹- ابن سنی کی کتاب میں حضرت خوات بن جبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی اور فرمایا: صَحَّ الْجِسْمُ یَاخَوَّاتُ، تمہارا بدن صحتیاب ہوا اے خوات، میں نے عرض کیا اور آپ کا جسم بھی اے اللہ کے رسول، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، فَفِ اللّٰہَ بِمَا وَعَدتَّہٗ، تو تم نے اللہ سے جو وعدہ کر رکھا ہے اسے پورا کرو میں نے عرض کیا میں نے اللہ عزوجل سے تو کچھ بھی وعدہ نہیں کیا ہے، آپ نے فرمایا:

---

(۱) سنن ابن ماجہ، ۱۴۴۱، عمل الیوم لابن سنی ۵۶۲، واضح رہے کہ میمون بن مہران نے حضرت عمر کو نہیں پایا ہے۔

بَلٰی اِنَّہٗ مَا مِنْ عَبْدٍ بِمَرَضٍ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ خَیْراً فَفِ اللّٰہَ عَھْدَہٗ (۱)

ہاں کرر کھاہے، کیونکہ جب بھی کوئی بندہ بیمار پڑتا ہےتو اللہ اس کیلئے خیر پیدا فرماتے ہیں، لہذا جوتم نے وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو۔

(باب-۱۴)

زندگی سے مایوس شخص کو کیا کہنا چاہیئے:

۴۳۰- سنن ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بوقت وفات دیکھا کہ آپ کے پاس ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا، آپ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالتے اور پانی اپنے چہرہ پر پھیرتے اور فرماتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ" (۲)

اے اللہ تو موت کی سختیوں اور جان کنی (کی تکلیف) پر میری مدد فرما۔

۴۳۱ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے سنا جبکہ آپ (بوقت وفات) مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَالْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"(۳)

اے اللہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ (انبیاء وملائکہ) کے ساتھ ملادے۔

اس وقت بکثرت قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار مستحب ہے واویلا مچانا، آہ فغاں کرنا، بد خلقی، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور غیر دینی باتوں میں الجھنا ناپسندیدہ ومکروہ ہے، بہتر ہے کہ اپنے زبان ودل سے اللہ کا شکر گذار رہے اور اپنے ذہن میں مستحضر کرے کہ یہ دنیا کا آخری لمحہ ہے اس

---

(۱) عمل الیوم لابن سنی ۵۶۳ یہ حدیث ضعیف ہے (۲) ترمذی ۹۷۸، وقال الترمذی: حدیث غریب

(۳) صحیح بخاری ۴۴۴۰، صحیح مسلم ۲۴۴۴

لئے اسے بخیر وخوبی انجام کو پہونچانے کی کوشش کرے، اور حقداروں کے حقوق کی ادائیگی میں پہل کرے، مثلاً ظلم وزیادتی کی معافی، امانت یا مطلوب شئی کی واپسی اور اہل خانہ مثلاً بیوی بچے، والدین، خادم وغلام یا پڑوسیوں دوستوں یا جن جن سے ان کے معاملات یا میل جول رہے ہوں ان سے معافی اور نا معلوم حقوق کو حلال ومعاف کرنے کی درخواست کرے۔

اور اگر بچوں کو دادا یا کوئی دوسرا سرپرست نہ ہو تو ان کی دیکھ بھال کی وصیت، یا جو وہ اس وقت خود نہ کرسکتا ہو، مثلاً قرض وغیرہ کی ادائیگی تو اس کے ادا کرنے کی وصیت کرے، اور اللہ جل شانہ سے حسن ظن رکھے کے اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائیں گے ——— اپنے ذہن میں اس کا استحضار کرے کہ وہ مخلوق میں سب سے حقیر ہے، اور اللہ اس کو عذاب دینے یا اس کی اطاعت کی طرف نظر کرنے سے بے نیاز ہیں، اور یہ کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کے سوا کسی اور سے عفو ودرگذر، احسان وکرم اور معافی کی درخواست نہیں کی جاسکتی۔

قرآن کی وہ آیات جس میں امید وبیم اور رجاء وآرزو کا تذکرہ ہے، اس کی پابندی سے رقت آمیز اسلوب میں تلاوت کرتا رہے، اگر خود نہ پڑھ سکتا ہو تو دوسروں سے پڑھوا کر سنے۔ اسی طرح بوقت وفات امید افزا احادیث اور صالحین کے قصص وواقعات وآثار پڑھوا کر سنے، اور کوشش کرے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل ہوجائیں نمازوں کی پابندی اور نجاستوں سے پرہیز کرے اور دین کے دیگر فرائض وواجبات وغیرہ کا اہتمام رکھے۔

ان عبادات کی مشقتوں پر صبر کرے، اور اس میں تساہل برتنے سے پرہیز کرے، کیونکہ سب سے بری اور خطرناک بات یہ ہے کہ دنیا جو کہ آخرت کی کھیتی ہے اس کے آخری لمحات میں کسی واجب یا مستحب چیز میں کوتاہی پیدا ہو۔

ایسے شخص کی بات جو اُن مذکورہ باتوں سے اسے روک دے قبول نہ کرے کیونکہ اس کی

بات گویا آزمائش وامتحان ہے، ایسا کہنے والا درحقیقت جاہل دوست اور چھپا ہوا دشمن ہے، لہٰذا وہ اس کے قریب نہ آئے، اپنی زندگی کا خاتمہ مکمل ایمانی حالت پر کرنے کی کوشش کرے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ اپنے اہل خانہ واحباب کو اپنے فرائض پر اور مرض کے بعد جو بھی اللہ کی طرف سے حالات پیش آئیں اس پر صبر کرنے کی وصیت کرے، اور اگر موت کا حادثہ پیش آئے تو اس پر بھی صبر کرے۔

مرنے کے بعد رونے، ماتم کرنے یا بین کرنے سے سختی سے منع کرے اور انہیں بتائے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ'' میت پر اہل میت کے رونے اور بین کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔(۱) اس لئے دوستو میرے عذاب کا سبب بننے کی کوشش مت کرو۔ اور جو اپنے پیچھے چھوٹے بچے بچیاں خدام وغلام چھوڑ رہا ہے ان کے ساتھ نیز دوست واحباب کے ساتھ رحم دلی اور حسن سلوک کرنے کی وصیت کرے، اور انہیں بتائے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے آپ نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ، (۲)

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کے دوست ومحبوب سے اچھا برتاؤ کرے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی ساتھی سہیلیوں کی ان کی وفات کے بعد تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے (۳) ـــــ اور جنازے میں جو بدعات مروج ہیں اس سے سختی سے منع کرے، اور مکمل اجتناب کرنے کی وصیت کرے اور بہتر ہے کہ اس کا سنت طریقہ بتائے اسی طرح ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھنے اور زمانہ گذر جانے کے بعد بھول نہ جانے کی وصیت کرے، وقتاً فوقتاً یہ بھی کہنا مستحب ہے کہ، اگر تم لوگ میرے اندر کسی چیز میں کوتاہی کرتا دیکھو تو

---

(۱) دیکھئے: بخاری ۱۲۸۶، مسلم: ۹۲۷، عن ابن عمر (۲) مسلم ۲۵۵۲، ترمذی ۱۹۰۳ عن ابن عمر

(۳) بخاری ۳۸۱۶، مسلم ۲۴۳۵، عن عائشہ

مجھے نرمی کے ساتھ اس پر متنبہ کرو، اور اس کی نصیحت کرو کیونکہ میں کاہلی، لاپرواہی، اور غفلت میں گرفتار ہوں، لہٰذا جب کوتاہی دیکھو تو مجھے متحرک وسرگرم کرو اور اس دور دراز کے سفر کی تیاری میں میری مدد کرو۔

اس باب کے اندر میں نے جن امور کا تذکرہ کیا ہے اس کے دلائل مشہور ومعروف ہیں، اختصار کے پیش نظر اسے حذف کر رہا ہوں، ورنہ تو اس کے لئے ضخیم کا بیاں درکار ہیں۔ جب نزع کا وقت آئے تو بکثرت "لا اله الا الله" الخ پڑھے تاکہ یہی کلمہ اس کی آخری بات ہو۔

۴۳۲ - سنن ابی داؤد میں مشہور حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"(۱)

جس کا آخری کلام "لا اله الا الله" ہو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

امام حاکم اپنی کتاب، المستدرک علی الصحیحین (۳۵۱/۱) میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۴۳۳ - صحیح مسلم وسنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی وغیرہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ"(۲)

اپنے وفات پانے والوں کو "لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ" کی تلقین کرو،

۴۳۴ - صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔(۳)

حضرات علماء فرماتے ہیں کہ جانکنی کی حالت میں اگر وہ خود لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ نہ پڑھ سکتا ہو تو وہاں پر موجود لوگ پڑھ کر اس کی تلقین کریں اور تلقین کرتے ہوئے اس خطرہ کے پیش نظر نرمی کا

(۱) سنن ابی داؤد ۳۱۱۶

(۲) صحیح مسلم ۹۱۶، سنن ابی داؤد، ۳۱۱۷، سنن ترمذی ۹۷۶، سنن نسائی ۱۸۲۶، وقال الترمذی حسن صحیح

(۳) دیکھئے: صحیح مسلم ۹۱۷

برتاؤ کریں کہ مبادا وہ جھڑک کر اسے ٹھکرانہ دے ـــــــــ اور جب ایک بار وہ کلمہ پڑھ لے تو دوبارہ اس سے اعادہ نہ کروایا جائے، یہاں تک کہ وہ کوئی دوسری بات نہ کرلے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تلقین کرنے والا متہم نہ ہونا چاہئے، تاکہ مرنے والا نہ اسے متہم ومشکوک گردانے اور نہ ہی اس سے الجھن محسوس کرے، علماء شوافع کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ تلقین کرتے ہوئے اس طرح کہے: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" مگر جمہور نے صرف لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پر اکتفا کیا ہے، قائلین کے دلائل اور اس کی تفصیلی بحث میں نے شرح المہذب کے کتاب الجنائز میں ذکر کردی ہے۔(۱)

(باب-۱۵)

میت کی آنکھ بند کرنے کے بعد کی دعا:

۴۳۵ - صحیح مسلم میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جن کا نام ہند ہے، مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے جبکہ ابوسلمہ کی نگاہیں پھٹی ہوئی تھیں، آپ نے ان کی آنکھ بند کیا اور فرمایا:

"اِنَّ الرُّوحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهِ ، فقال: لَا تَدْعُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ ، فَاِنَّ الملائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَاتَقُوْلُوْنَ ، ثُمَّ قَالَ : (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِي سَلَمَةَ وَ ارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ الْغَابِرِيْنَ ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ)(۲)

روح جب قبض کی جاتی ہے تو نگاہیں اس کا پیچھا کرتی ہیں ان کے اہل خانہ میں سے کوئی اس پر چیخ پڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم اپنے اوپر بددعاء نہیں صرف خیر ہی کی دعاء کرو، کیونکہ تم جو کہتے ہو فرشتے اس پر

(۱) دیکھئے: شرح المہذب ۱۰۱/۵ (۲) صحیح مسلم ۹۲۰

آمین کہتے ہیں، پھر فرمایا: اے اللہ تو ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں (جنتوں میں) ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے پسماندگان میں تو اس کا قائم مقام بن جا، اور اے رب العالمین تو ہماری اور اس کی سب کی مغفرت فرما اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے اور قبر میں اس کو نور عطاء فرما۔

نوٹ: دعاء کے وقت ابوسلمہ کی جگہ میت کا نام لے یا اسے ذہن میں رکھے۔

۴۳۶ - سنن بیہقی میں بسند صحیح جلیل القدر تابعی حضرت بکر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میت کی آنکھ جب بند کر دی جائے، تو "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کہا جائے (یعنی اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر) اور جب اسے اٹھایا جائے تو "بسم اللہ" کہے اور جب تک اٹھائے رہے تسبیح پڑھتا رہے۔(۱)

(باب-۱۶)

میت کے پاس کیا کہنا چاہیئے:

۴۳۷ - صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ وَالْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْراً فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَاتَقُوْلُوْنَ"

جب تم مریض اور میت کے پاس آؤ تو صرف خیر ہی کی بات کرو، کیونکہ فرشتے تمہاری دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

پھر فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کی وفات ہوئی تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ابوسلمہ وفات پا چکے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا "قولی" کہو۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَلَهُ، وَاعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً"(۲)

---

(۱) سنن بیہقی ۳/۳۸۵ (۲) صحیح مسلم ۹۱۹

اے اللہ تو میری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کے بعد مجھے اچھا صلہ دے۔
میں نے کہا تو اللہ نے مجھے ان سے بہتر صلہ رسول اللہ ﷺ کی صورت میں عطاء کیا۔
یہ روایت صحیح مسلم میں اسی طرح وارد ہوئی ہے اور ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ"

جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ۔

ترمذی کی روایت میں اسی طرح شک کے ساتھ ہے کہ جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ تو یہ دعاء کہو۔(۱)

اور ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں بغیر شک کے صرف میت کا ذکر ہے، مریض کا ذکر نہیں ہے کہ جب تم میت کے پاس آؤ تو اسی طرح دعاء کرو۔(۲)

۴۳۸ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں صحابی رسول حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِقْرَأُوْا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ"

اپنے وفات پانے والے پر سورۂ یاسین پڑھو۔(۳)

اس کی سند ضعیف ہے اس میں دو راوی مجہول ہیں، مگر امام ابوداؤد نے اس کی تضعیف نہیں کی ہے (اس لئے ممکن ہے یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہو)

ابن ابی داؤد نے "عن مجالد عن الشعبی" روایت کی ہے امام شعبی فرماتے ہیں کہ انصار جب جمع ہوتے تو میت کے پاس سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتے مگر مجالد ضعیف ہیں۔

---

(۱) سنن ترمذی: ۹۷۷ (۲) سنن ابی داؤد ۳۱۱۵

(۳) سنن ابی داؤد ۳۱۲۱ ابن ماجہ ۱۴۴۸

(باب-۱۷)

جس کے گھر میں میت ہوگئی ہوا سے کیا کہنا چاہیئے:

۴۳۹ - صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

مَامِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهٗ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ: [اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ اخْلُفْ لِيْ خَيْراً مِنْهَا] اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْراً مِنْهَا.

جب کسی بندہ پر کوئی مصیبت آئے وہ پھر یہ کہے "بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ تو مجھے میری اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے بہتر بدل عطا فرما" تو اللہ اس کی مصیبت میں اسے اجر دیتا اور اس کے بدلے اسے بہتر بدل عطاء فرماتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کی وفات ہوئی تو میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہنے کا حکم فرمایا تھا تو اللہ رب العزت نے مجھے ان سے بہتر یعنی رسول اللہ ﷺ کو عطاء کیا۔(۱)

۴۴۰ - سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ مُصِيْبَةٌ فَلْيَقُلْ: [اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ فَأْجُرْنِيْ فِيْهَا وَاَبْدِلْنِيْ بِهَا خَيْراً مِنْهَا] (۲)

---

(۱) صحیح مسلم ۹۱۸ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۱۱۹

بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ میں اپنی مصیبت کا ثواب تیرے ہی پاس پاتا ہوں، اس لئے تو مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے اس سے بہتر صلہ دے۔

۴۴۱ - سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا مات وَلَدُ العَبدِ قال الله تعالىٰ لِمَلائكتِهِ قبضتُمْ وَلَدَ عَبدِى ؟ فَيقُولُونَ ، نعم فَيقُولُ: قبضتُمْ ثَمرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيقولُونَ : نَعَم فَيقُولُ : فَمَا ذا قَال عَبدِىْ ؟ فيقولُون حَمدَكَ وَاستَرجَعَ فَيقُول الله تعالىٰ : ابنُوا لِعَبدِىْ بيتاً فِى الجنةِ وَسمُّوهُ بَيتَ الحَمدِ .(۱)

جب کسی بندے کا نونہال بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچہ کی روح قبض کرلی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ، تم نے اس کے دل کا پھول توڑلیا؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں، جی ہاں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے اس پر کیا کہا، فرشتے عرض کرتے ہیں، اس نے الحمد لله کہا اور انا لله وانا اليه راجعون پڑھا، تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میرے اس بندہ کیلئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اس کا نام قصر حمد (بیت الحمد) رکھو۔

۴۴۲ - اسی مفہوم میں صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جس میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول

(۱) سنن ترمذی ۱۰۲۱، وقال الترمذی: حدیث حسن

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَالِعَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةُ " (۱)

میرے مومن بندے کی جزاء جنت کے سوا کچھ اور نہیں، جبکہ اہل دنیا میں اس کے سب سے چہیتے کی روح میں قبض کرتا اور وہ اس پر صبر کرتا اور ثواب کی امید رکھتا ہے۔

(باب-۱۸)

کسی عزیز کی وفات کی اطلاع ملنے پر کہی جانے والی دعاء:

۴۴۳ - ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْمَوْتُ فَزَعٌ فَاِذَا بَلَغَ اَحَدَكُمْ وَفَاةُ اَخِيْهِ فَلْيَقُلْ

موت ایک دہشت کی چیز ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی وفات کی خبر ملے تو اسے یوں کہنا چاہیے۔

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْهُ عِنْدَكَ فِي الْمُحْسِنِيْنَ وَاجْعَلْ كِتَابَهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِيْ اَهْلِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ) (۲)

بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور بیشک اپنے رب ہی کی طرف ہم سب کو واپس ہونا ہے، اے اللہ تو اسے اپنے پاس محسنین میں لکھ دے، اور اس کا نامۂ اعمال علیین میں رکھ کر

(۱) صحیح بخاری: ۶۴۲۴ (۲) عمل الیوم لابن سنی ۵۶۶، حدیث غریب

اس کے پسماندگان میں اس کا جانشین بنا، اوراس کے ثواب سے (صبر شکر پر) مجھے نہ محروم فرما اور نہ ہی اس کے بعد مجھے کسی فتنہ میں مبتلا کر۔

(باب-۱۹)

کسی دشمن اسلام کی موت کی خبر سن کر کیا کہنا چاہئے:

۴۴۴- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اللہ عزوجل نے ابوجہل کو قتل کر دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَصَرَ عَبْدَهٗ و اَعَزَّ دِیْنَهٗ. (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے کی نصرت ومدد کی اور اپنے دین کو غلبہ بخشا۔

(باب-۱۰)

میت پر بین کرنے یا زمانۂ جاہلیت کے کلمات کہنے کی حرمت:

ساری اُمت کا اجماع ہے کہ میت پر بین کرنا یا زمانۂ جاہلیت کے کلمات کہنا یا تباہی، بربادی وہلاکت کی دعائیں کرنا حرام ہے۔

۴۴۵ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہین کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ ، وَدَعَابِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ" (۲)

(۱) عمل الیوم لابن سنی: ۵۶۷ مسند احمد ۱/۴۰۶، حدیث غریب واسنادہ صحیح

(۲) صحیح بخاری ۱۲۹۴، صحیح مسلم: ۱۰۳

وہ ہم میں سے نہیں جو چہروں پر تھپڑ مارے (مصیبت کے وقت)
گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے کلمات کہے۔

وشق الجیوب، ودعابدعوی میں واو کی جگہ مسلم کی روایت میں او ہے بمعنی "یا" ہے

۴۴۶ - صحیح بخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "صالقه' حالقه' اور 'شاقه" سے براءت ظاہر کی ہے۔(۱)

"صالقہ" اس عورت کو کہتے ہیں جو نوحہ خوانی کرتی اور بآواز بلند رو کر بین کرتی ہے۔ "حالقہ" اس عورت کو کہتے ہیں، جو مصیبت کے وقت اپنے سر کا بال مونڈ لیتی ہے "شاقہ" اس عورت کو کہتے ہیں مصیبت کے وقت اپنا کپڑا یا گریبان چاک کر لیتی ہے، یہ سب کا سب بالاتفاق حرام ہے، اس کے علاوہ بالوں کو بکھیرنا، چہرے پر مارنا، رخساروں کو نوچ کر زخمی کرنا، واویلا مچانا، اور ہلاکت وغیرہ کی دعائیں کرنا بھی حرام ہیں۔

۴۴۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت کے وقت عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گے۔(۲)

۴۴۸ - صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هما بِهِم كُفرٌ الطعنُ فِي النسبِ وَالنياحةُ علىٰ الميت .(۳)

انسانوں میں دو چیزیں انکا کفر ہے، نسب میں الزام لگانا اور میت پر نوحہ کرنا۔

۴۴۹ - ابو داؤد میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت بھیجی ہے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری ۱۲۹۶، مسلم: ۱۰۴ (۲) صحیح بخاری، ۱۳۰۶، صحیح مسلم ۹۳۶
(۳) صحیح مسلم ۶۷ (۴) سنن ابی داؤد ۳۱۲۸ ضعیف ہے

نوحہ کیا ہے؟ نوحہ کہتے ہیں، میت کے محاسن کو عورتوں کا باآواز بلند چیخ چیخ کر بیان کرنا یا اس کا مفہوم ہے، محاسن کو چیخ چیخ کر رونے کے ساتھ بیان کرنا، علماء کا کہنا ہے کہ حادثہ کے وقت رونے میں ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا حرام ہے، البتہ بغیر محاسن گنائے اور بغیر آواز و نوحہ میت پر رونا حرام نہیں۔

۴۵۰ - صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کی تو آپ ﷺ انہیں دیکھ کر رو پڑے، اور جب قوم نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ سب کے سب رو پڑے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَایُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَابِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْیَرْحَمُ وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ "(۱)

کیا تم سن رہے ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو، یا قلب کی غمگینی کی وجہ سے عذاب نہیں دیتے، البتہ اس کی وجہ سے یا تو عذاب دیں گے، رحم فرمائیں گے، اور آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔

۴۵۱ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے نواسے کو جانکنی کی حالت میں لایا گیا، تو آپ کی آنکھیں ابل کر بہہ پڑیں، حضرت سعد نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ(۲)

یہ وہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں ہی پر رحم فرماتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۳۰۴، صحیح مسلم ۹۲۴ (۲) صحیح بخاری ۱۲۸۴، صحیح مسلم ۹۲۳

۴۵۲ - صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ جانکنی کے عالم میں تھے، تو آپ ﷺ کی آنکھیں بے تحاشہ بہہ پڑیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے عرض کیا، اور آپ بھی اللہ کے رسول؟ (یعنی آپ بھی اس طرح رو رہے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ، ثُمَّ أتبعها بأخرى فقال: إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ: إِلَّا مَا يُرْضِيْ رَبَّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنٌ. (۱)

اے ابن عوف یہ رحم ہے پھر اسی جملہ کو دوبارہ کہا، پھر فرمایا بیشک آنکھ اشک بار ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جو اپنے رب کو پسند ہو، اور اے ابراہیم میں تیری جدائی سے غمگین ہوں۔

اسی جیسی بے شمار مشہور و معروف احادیث وارد ہوئی ہیں اور وہ صحیح احادیث جس میں مذکور ہے "ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ کہ میت کو اہل میت کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے" یہ اپنے ظاہری مفہوم میں نہیں ہے، پھر اس کی تاویل میں علماء کے کئی اقوال ہیں، سب سے مشہور و معروف قول یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس شخص نے مرنے سے پہلے اس کی وصیت کی ہو ـــــــ اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں ان سبھوں کو میں نے شرح المہذب کے کتاب الجنائز میں جمع کر دیا ہے۔ علماء شوافع کی رائے ہے کہ مرنے سے پہلے بھی رونا جائز ہے اور اس کی وفات کے بعد بھی، لیکن وفات سے پہلے اس حدیث کے پیش نظر بہتر ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"فاذا وَجَبَتْ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ"

جب ثابت و متحقق ہو جائے، (یعنی موت واقع ہو جائے) تو کوئی

(۱) صحیح بخاری ۱۳۰۳

رونے والی ہرگز نہ روئے۔

امام شافعی اور دیگر علماء نے صراحت کی ہے کہ موت کے بعد رونا مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں، اور اس حدیث کی تاویل کراہت سے کی ہے۔

(باب-۲۱)

تعزیت کا بیان:

۴۵۳ - سنن ترمذی و بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ "(۱)

جس کسی نے مصیب زدہ (جس کے یہاں میت ہوئی ہے) کی تعزیت کی تو اس کے لئے اتنا ہی ثواب ہے جتنا مصیبت زدہ کے لئے۔

۴۵۴ - ترمذی ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ"(۲)

جس نے کسی ایسی عورت کی تعزیت کی جس کا بچہ مر گیا ہو تو اسے جنت میں ایک خاص کمبل اوڑھایا جائے گا۔

۴۵۵ - سنن ابی داؤد و نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، اس کے اندر مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرہؓ سے فرمایا:

مَا اَخْرَجَكِ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ : اَتَيْتُ اَهْلَ هٰذَا الْمَيِّتِ فَتَرَحَّمْتُ اِلَيْهِمْ مَيِّتَهُمْ اَوْعَزَّيْتُهُمْ بِهٖ. (۳)

اے فاطمہ تمہیں کس ضرورت نے اپنے گھر سے باہر نکالا؟ حضرت

---

(۱) سنن ترمذی ۱۰۷۳، السنن الکبری للبیہقی ۵۹/۴، وقال الترمذی: اسنادہ ضعیف

(۲) سنن ترمذی ۱۰۷۶، وقال لیس اسنادہ بالقوی (۳) ابوداؤد ۳۱۲۳، نسائی ۱۸۸۰

فاطمہ نے جواب دیا، میں اس میت کے اہل خانہ کے پاس آئی تھی،
میں نے ان سے میت کے بارے میں ہمدردی کا اظہار کیا، یا یہ کہا کہ
میں نے ان سے ان کی میت کے بارے میں تعزیت کی و پرسہ دیا۔

۴۵۶ - سنن ابن ماجہ وبیہقی میں بسند حسن حضرت عمرو بن حزامؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ عَبْدٍ يُعَزِّي اَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ اِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۱)

جب کوئی بندہ اپنے (مسلم) بھائی کی اس کی مصیبت میں تعزیت کرے تو
اللہ عزوجل قیامت کے روز اسے یقیناً زیور کرامت پہنائیں گے۔

یاد رکھیں کہ تعزیت درحقیقت میت کے اہل خانہ کو تسلی اور صبر دلانا ہے جس سے اس کے حزن وملال میں کمی ہو اور مصیبت کا بوجھ ہلکا پڑے، تعزیت اور پرسہ کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے جیسے امور کو شامل ہے اور "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" (تقوی اور نیکی کے کام میں تعاون کرو) میں داخل ہے ـــــــ تعزیت کے جواز وثبوت پر یہ سب سے بہتر دلیل ہے۔

۱/۴۵۶ - صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ"(۲)

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے دوسرے
بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

تعزیت میت کو دفن کرنے سے پہلے بھی مستحب ہے اور دفن کرنے کے بعد بھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ تعزیت کا وقت موت کے وقت سے دفن کے تین دن بعد تک ہے اور یہ تین دن

---

(۱) سنن ابن ماجہ ۱۶۰۱، سنن بیہقی ۴/ ۵۹ ـ (۲) صحیح مسلم: ۲۶۹۹

بطور تحدید نہیں بلکہ بطور تقریب ہے۔ یہی قول علماء شوافع میں شیخ ابو محمد الجوینی کی ہے، علماء شوافع کی رائے ہے کہ تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے کیونکہ تعزیت میت کے اہل خانہ کے قلبی تسکین کے لئے ہے، اور یہ سکون تین دن بعد عموماً خود ہی حاصل ہو جاتا ہے، للہذا اس کے بعد از سر نو حادثے کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں اور یہی جمہور علماء شوافع کا قول ہے۔

علماء شوائع میں سے ابو العباس بن القاص کی رائے ہے کہ تین دن کے بعد تعزیت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ کبھی بھی تعزیت کی جا سکتی ہے، خواہ ایک طویل زمانہ کیوں نہ گزر گیا ہو، اسی طرح کا قول امام حرمین نے بھی بعض علماء شوافع سے نقل کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ تین دن کے بعد دو ہی صورتوں میں تعزیت کرنا درست ہے، جس کا استثناء جمہور علماء شوافع نے کیا ہے۔

اول یہ کہ تعزیت کرنیوالا تدفین کے وقت موجود نہ ہو بلکہ کہیں گیا ہوا ہو اور اس کی واپسی تین دن گذر جانے کے بعد ہو رہی ہو، یا خود مبتلاء حوادث یعنی جس کی تعزیت کی جا رہی ہے وہی موجود نہ ہو اور اس کی واپسی اس مدت کے بعد ہو رہی ہو۔ علماء کی رائے ہے کہ تدفین سے قبل کے بنسبت تدفین کے بعد تعزیت کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ تدفین سے پہلے اہل خانہ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں، نیز یہ کہ جدائی کا احساس تدفین کے بعد زیادہ ہوتا ہے، مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کے اندر شدید بے صبری نہ ہو، اگر اس کے اندر بے صبری یا جزع و فزع شدید ہو تو تدفین سے پہلے ہی تعزیت کے ذریعہ اسے تسلی دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(فصل)

تعزیت ہر فرد کے لئے ہونی چاہئے:

مستحب ہے کہ تعزیت عام ہو جس میں تمام اہل خانہ، رشتہ دار چھوٹے بڑے، عورت مرد، سبھوں کو شامل کیا گیا ہو، البتہ اگر لڑکی نوخیز جوان ہو تو اسے صرف محرم لوگ ہی پرسہ دیں۔ علماء

فرماتے ہیں کہ نیک وصالحین کا ضعیفوں اور بچوں کو حادثہ برداشت کرنے کے لئے پرسہ دینا زیادہ ضروری ہے۔

(فصل)

تعزیت کیلئے مجلس بنا کر بیٹھنا:

خود امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر علماء شوافع فرماتے ہیں کہ تعزیت کیلئے مجلس بنا کر بیٹھنا مکروہ ہے، یعنی میت کے اہل خانہ کا کسی گھر میں اس طرح اجتماع کر کے بیٹھنا کہ تعزیت کرنے والے وہاں آئیں اور پرسہ دیں مناسب نہیں اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ لوگ اپنی اپنی ضروریات میں لگ جائیں، علامہ محاملی نے تصریح کی ہے کہ بیٹھنا خواہ مرد کا ہو یا عورتوں کا سب مکروہ ہے، اور خود امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی اس کی صراحت منقول ہے، مگر یہ کراہت تنزیہی ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی اور بدعات ومنکرات نہ ہو اگر اس کے ساتھ کچھ بدعات بھی ہوں جیسا کہ عموماً رواج ہے تو پھر یہ مجلس حرام اور سخت ترین برائی ہوگی کیونکہ:

۲/۴۵۶ صحیح حدیث میں ہے کہ :

"كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (۱)

دین میں ہر گھڑی ہوئی چیز بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نوٹ : حضرت عائشہؓ سے بسند صحیح ثابت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب حضرت زید بن حارثہ اور جعفر بن رواحہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے، آپ کے چہرے سے حزن وملال کے آثار عیاں تھے، اور لوگ آپ کے پاس آ کر تعزیت کر رہے تھے۔

(فصل)

تعزیت کے الفاظ:

تعزیت کے الفاظ مخصوص ومعین نہیں ہیں، جن الفاظ کے ذریعہ بھی تعزیت کرے مقصد

(۱) ابن حبان ۵، عن العرباض بن ساریۃ

حاصل ہو جائے گا، مگر کچھ علماء کا خیال ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی مسلمان کی وفات پر پرسہ دے رہا ہے تو کہے :

"اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَ کَ وَغَفَرَلِمَیِّتِکَ"

اللہ تیرے اجر وثواب کو بڑھائے، تیری عمدہ تسلی کرے اور تیرے میت کی مغفرت فرمائے۔

اور اگر کسی مسلمان کو کسی کافر کی وفات پر پرسہ دے رہا ہے تو کہے:

"اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَ کَ"

اللہ تیرے اجر کو بڑھائے اور تیری عمدہ تسلی کرے۔

اور اگر کسی کافر کو کسی مسلمان کے مرنے پر پرسہ دے رہا ہے تو کہے:

"اَحْسَنَ اللّٰہُ عَزَاءَ کَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ"

"اللہ تجھے اچھا صبر دے اور تیرے میت کی مغفرت فرمائے۔

اور اگر کسی کافر کو کافر کی موت پر پرسہ دے رہا ہے تو کہے:

"اَخْلَفَ اللّٰہُ عَلَیْکَ" اللہ تیرا جانشین بنے۔

سب سے بہتر تعزیت وہ ہے جو کتب صحاح میں مروی ہے۔

۴۵۷ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر آپ کو بلوایا اور اطلاع دی کہ ان کا کوئی بچہ یا لڑکا قریب المرگ ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِرْجِعْ اِلَیْھَا فَاَخْبِرْھَا اَنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی فَمُرْھَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ "(۱)

اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ جو اللہ لے وہ اسی کا ہے، اور جو

---

(۱) صحیح بخاری:۱۲۸۴، صحیح مسلم:۹۲۳

وہ دے وہ بھی اسی کا ہے، اور اس کے نزدیک ہر چیز کا وقت مقرر ہے،
اس لئے اسے کہو کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔

یہ حدیث اسلام کا ایک اہم ستون ہے جو اصول دین اور اس کے جزئیات، آداب اسلامی، حوادث پر صبر وشکر اور ہر طرح کے رنج والم اور دکھ درد کے بہت سے اہم نکات پر مشتمل ہے۔ ''جو اللہ لے وہ اسی کا ہے'' کا مفہوم یہ ہے کہ ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے لہٰذا اس نے کوئی ایسی چیز نہیں لی جو اس کی نہ ہو بلکہ تمہاری ہو، اس نے تو صرف وہی چیز لی ہے جو بطور عاریت اس نے تمہارے پاس رکھی تھی، ''اور جو وہ دے وہ بھی اسی کا ہے'' کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ تمہیں عطاء کیا وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں بلکہ اسی اللہ رب العزت کی ملکیت ہے، وہ اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے اور اس کے نزدیک ہر چیز کا وقت مقرر ہے اسی لئے اس پر جزع فزع کرتے یا شور مچانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس نے جس کی روح قبض کی گویا اس کا مقررہ وقت آگیا تھا اور دنیاوی میعاد ختم ہوچکی تھی، اس لئے اس میں تقدیم یا تاخیر ناممکن ہے، اور جب یہ ساری باتیں ذہن میں آگئیں تو پھر پیش آمدہ مصیبت پر انسان صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے، وباللہ التوفیق۔

۴۵۸ - سنن نسائی میں بسند حسن حضرت معاویہ بن قرہ بن ایاس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کو موجود نہ پاکر ان کے بارے میں دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول ان کا لڑکا جسے آپ نے دیکھا تھا داعی اجل کو لبیک کہہ گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ملاقات کی اور لڑکے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کی ہلاکت کی خبر دی اس پر آپ ﷺ نے اس کی تعزیت کی اور فرمایا:

يَا فُلَانُ أَيُّمَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْكَ؟ أَنْ تَمَتَّعَ بِهِ عُمُرَكَ،
أَوْ لَا تَأْتِي غَدًا بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ قَدْ سَبَقَكَ
إِلَيْهِ يَفْتَحُهُ لَكَ، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَلْ يَسْبِقُنِي إِلَى الْجَنَّةِ

فَيَفْتَحُهَا لِيْ لَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ ، قَالَ : فَذٰلِکَ لَکَ. (۱)

اے فلاں: تمہیں ان باتوں میں سے کونسی بات زیادہ محبوب ہے آیا یہ کہ تم اس سے اپنی زندگی میں لطف اندوز ہو یا یہ کہ کل جب تم جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازہ پر پہونچو تو وہ تم سے آگے بڑھ کر تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھلوا لئے اس شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی بلکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ وہ جنت میں مجھ سے آگے بڑھ کر میرے لئے اس کے دروازے کھولے تو آپ ﷺ نے فرمایا تو وہ تمہارے لئے ایسا ہی ہے۔

امام بیہقی نے اپنی مخصوص سند سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو خبر ملی کہ عبد الرحمٰن بن مہدی کے لڑکے کی وفات ہوگئی ہے جس پر عبد الرحمٰن حد سے زیادہ رنجیدہ اور دکھی ہیں تو امام شافعی رحمہ اللہ نے انہیں لکھا کہ تم اپنے آپ کو اسی طرح پرسہ دو جس طرح دوسروں کو دیتے ہو اور خود اس عمل کر برا سمجھو جسے دوسروں کے لئے برا سمجھتے ہو، اور یاد رکھو کہ سب سے خطرناک مصیبت مسرت واجر سے محرومی ہے اور جبکہ یہ دونوں معصیت و گناہ کے حصول کے ساتھ ہو تو پھر اور کتنا خطرناک ہوگا؟ اس لئے میرے بھائی محاسبہ سے پہلے اور تمہاری موت کی خبر عام ہونے سے پہلے، قریب آنے والی تقدیر کو قبول کرو، اللہ تمہیں مصائب کے وقت صبر دے اور ہمیں اور تمہیں صبر پر اجر وثواب عطا فرمائے، پھر یہ شعر تحریر فرمایا:

اِنِّـــيْ مُــعَــزِّيْکَ لَا اَنِّـــيْ عَــلٰـــى ثِـقَـةٍ
مِـــنَ الْـخُـلُـــوْدِ وَلٰـكِــنْ سُـنَّـةَ الـدِّيْــنِ

میں تیری تعزیت کر رہا ہوں، اس یقین کے ساتھ نہیں کہ کوئی ہمیشہ باقی رہتا، بلکہ اس لئے کہ یہ شرعی طریقہ ہے۔

فَـمَـــا الْـمُـعَــزِّىْ بِـبَــاقٍ بَـعْـدَ مَـيِّـتِـهٖ

---

(۱) سنن نسائی، ۱۸۷۰-۲۰۸۸

وَلَا الْمُعَزِّیْ وَلَوْ عَاشَا اِلٰی حِیْنٍ

لہذا اس کی موت کے بعد جسے تعزیت کیا جا رہا ہے نہ وہ باقی

رہنے والا ہے اور نہ ہی تعزیت کرنے والا خواہ یہ دونوں ایک

مدت تک زندہ باقی رہیں۔

ایک شخص نے اپنے بعض بھائیوں کو اس کے لڑکے کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے لکھا "بچہ اگر زندہ رہے تو اپنے والد کے لئے حزن وملا اور فتنہ ہے اور جب اس سے آگے نکل جائے تو رحمت وانعام ہے۔" (۱)

موسی بن مہدی ابراہیم بن سالم کو ان کے لڑکے کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے کہتے ہیں "اس نے تمہیں خوش کیا جبکہ وہ آزمائش وفتنہ تھا اور تمہیں غمگین کیا جبکہ وہ رحمت وانعام ہے۔"

ایک شخص نے کسی کو تعزیت کرتے ہوئے یوں کہا ہے: "تمہیں صبر وتقویٰ کا دامن تھامے رہنا چاہئے، کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان اجر پاتا، اور اسی کی طرف ہر مصیبت کا مارا (مصیبت زدہ) رجوع کرتا ہے"

ایک شخص نے کسی کی تعزیت کرتے ہوئے کہا: "کسی کا تمہارے لئے اجر وثواب اور توشۂ آخرت بننا دنیا میں خوشی ومسرت ہونے سے بہتر ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو دفن کیا اور اس کی قبر کے پاس ہنس پڑے، لوگوں نے ان سے کہا، آپ اس کی قبر کے پاس ہنس رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شیطان کو ذلیل وخوار اور رسوا کرنے کے لئے ایسا کیا۔

ابن جریج رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مصیبت کے وقت حصول اجر وثواب کی امید سے اپنے کو تسلی نہ دے وہ گویا اس طرح چلا جس طرح چوپائے چلتے ہیں۔

حمید اعرج سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن حبیب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ

---

(۱) دیکھئے: سنن بیہقی ۲/۹۰-۹۱ مناقب الشافعی

انہوں نے اپنے بچے پرنظر ڈالا اور فرمایا: مجھے اس کے اندر ایک بہترین خصلت کا اندازہ ہو رہا ہے، لوگوں نے کہا وہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اگر وفات پائیگا تو میں ثواب کی امید پر صبر کرونگا۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک شخص اپنے لڑکے کی وفات پر بہت غمگین ہوا، اور حسن بصری سے اپنے غم کی شکایت کی تو حسن بصری نے فرمایا: کیا تیرا لڑکا تم سے کبھی اوجھل ہوتا تھا، اس نے کہا ہاں: اس کی غیر حاضری، حاضری سے زیادہ ہوتی تھی، تو حضرت حسن بصری نے فرمایا: تو پھر اسے غیر حاضر ہی رہنے دو کیونکہ ایسی غیر حاضری جس میں تیرے لئے اجر ہے، اس حاضری سے بہتر ہے، اس شخص نے عرض کیا اے ابو سعید (حسن بصری) آپ نے میرے اس غم کو ہلکا کر دیا جس کے اندر میں بچے کے فراق کی کیوجہ سے مبتلا تھا۔

میمون بن مہران سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی ان کے صاحبزادے عبدالملک رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا، جو حادثہ عبدالملک کے ساتھ ہوا اس سے میں واقف تھا، اور جب اس کا ظہور ہوا تو میں نے اسے ناگوار نہیں سمجھا۔

بشر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے صاحبزادے عبدالملک کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور بولے، میرے بچے اللہ تم پر رحم فرمائے، تو پیدائش کے وقت باعث مسرت تھا، جب پلا بڑھا تو فرمانبردار تھا، اور کیا ہی بہتر تھا کہ جب میں نے تمہیں اپنے پاس بلایا تو تو نے اس پر لبیک کہا۔

اور مسلمہ سے مروی ہے کہ جب عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا انتقال ہوا تو والد بزرگوار نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا، اور بولے میرے بچے: اللہ تم پر رحم فرمائے، جب مجھے تیری خوشخبری دی گئی تو میں مسرور تھا، تو بڑا ہوا تو میں تم سے خوش تھا، اور میرے ساتھ تیری رفاقت کے مسرتوں کی گھڑی اس وقت کی مسرت سے زیادہ نہیں، کیونکہ بخدا تو اپنے والد کو جنت میں بلائے گا۔

---

(۱) سنن ترمذی ۱۰۲۱، وقال الترمذی: حدیث حسن

ابوالحسن مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے لڑکے کے پاس تشریف لے گئے جبکہ لڑکا سخت تکلیف میں مبتلا تھا، اور بولے میرے بچے، تم اپنے کو کیسا پاتے ہو، لڑکے نے جواب دیا، میں اپنے کو حق پر پاتا ہوں، حضرت عمر نے جواب دیا تمہارا میرے میزان حسنات میں ہونا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں تمہارے میزان میں ہوں؟ لڑکے نے جواب دیا ابا جان: آپ کی محبوب و پسندیدہ چیز مجھے اپنی محبوب شئی سے زیادہ محبوب ہے۔

جویریہ بن اسماء رحمہ اللہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ تین بھائی معرکہ تستر میں شریک ہوئے اور شہید کردیئے گئے، ان کی والدہ کسی ضرورت سے بازار گئی تو ان کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو اس معرکہ میں شریک تھا، انہوں نے اس سے اپنے لڑکوں کے حالات دریافت کیے اس نے جواب میں کہا کہ وہ سب کے سب شہید ہو چکے ہیں، عورت نے کہا، آگے بڑھتے ہوئے یا پیٹھ پھیرتے ہوئے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ پیش قدمی کرتے ہوئے، تو عورت نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَالُو الْفَوْزَ وَحَاطُوا الذِّمَارُ" تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اس نے کامیابی حاصل کرلی، اور خاندان کی حفاظت کی۔

نوٹ: "تستر" خوزستان کا بڑا شہر ہے، امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے زیر قیادت شہر فتح ہوا "ذِمَارُ" اہل خانہ یا ایسے اشخاص کو کہتے ہیں جس کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہو اور حق بنتا ہو "حاط" حفاظت و رعایت اور نگہداشت کے معنی میں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے صاحبزادے کی وفات ہوئی تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

وَمَا الدَّھْرُ اِلَّا ھٰکَذَا فَاصْطَبِرْ لَہٗ

رَزِیَّۃُ مَالٍ اَوْفِرَاقُ حَبِیْبٍ"

زمانہ تو اسی طرح ہے، مال کی مصیبت یا محبوب کی جدائی، لہذا

اس پر صبر کریں۔

ابوالحسن مدائنی فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن حسن کے والد یعنی حسن کا جب انتقال ہوا تو

عبید اللہ اس وقت بصرہ کے قاضی اور گورنر تھے، اس لئے تعزیت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، ان لوگوں نے ایک تدبیر ڈھونڈھی جس سے اندزاہ ہو کہ ان کے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو نہیں؟ اور وہ جزع وفزع کرنے والے تو نہیں، پھر ان سبھوں کا اتفاق ہوا کہ عام حالات میں وہ جو کچھ کیا کرتے تھے اور اس میں فرق آگیا ہے اور وہ اس میں سے کسی ایک کو ترک کر رہے ہیں تو گویا وہ بے صبرے اور جزع وفزع کرنے والے ہیں، ورنہ نہیں۔

اس باب میں سلف صالحین کے اقوال بکثرت موجود ہیں، میں نے یہ چند کلمات محض اس گوشہ کی تشنگی دور کرنے کے لئے بطور اشارہ لکھ دیا ہے۔

(فصل)

عہد اسلام میں طاعون پھیلنے کا ذکر :

اسے یہاں ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مصائب وآزمائش کے وقت اسے برداشت کرنے اور اس پر صبر کرنے کی کوشش ہونی چاہئے، انسانی مصائب جو پہلے آئے ہیں، اس کی بلنسبت موجودہ دور کے مصائب معمولی وکمتر ہیں۔ ابوالحسن مدائنی فرماتے ہیں کہ عہد اسلام میں مشہور طاعون کی وباء پانچ ہیں: (۱) طاعون شہرویہ، جو شہر مدائن میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ۶ھ میں پھیلا۔ (۲) طاعون عمواس جو حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں ملک شام میں آیا، جس میں پچیس ہزار افرد ہلاک ہوئے۔ (۳) تیسرا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شوال ۶۹ھ کو آیا، جس میں تین دنوں تک ہر روز ستر ستر ہزار اموت ہوتی تھیں، اسی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے تراسی (۸۳) صاحبزادے (بعض حضرات نے تہتر (۷۳) ذکر کیا ہے) اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے چالیس صاحبزادے لقمہ اجل بنے۔ (۴) چوتھا طاعون فتیات ہے جو شوال سنہ ستاسی (۸۷) ہجری کو آیا (۵) اس کے بعد ایک اور طاعون کی وباء رجب ۱۳۱ھ کو پھیلی، جس کی شدت رمضان میں اور بڑھ گئی "مربد" کی گلیوں میں ہر روز ایک ہزار جنازے کا شمار کیا جاتا تھا، اس کا زور شوال مین ہلکا ہوا، اس کے علاوہ ۵۰ھ میں بھی ایک

طاعون کوفہ میں آیا تھا، جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ (یہاں تک مدینی کا قول ہے)

ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب "المعارف عن الاصمعی" میں طاعون کی اتنی ہی تعداد بیان کی ہے، مگر اس میں کچھ کمی زیادتی ہے، طاعون فتیات (نوخیز لڑکیوں والا طاعون) کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتداء کنواری لڑکیوں سے بصرہ، کوفہ اور وسط شام میں ہوئی اسے طاعون اشراف بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں بہت سے اشراف جاں بحق ہوئے —— اس کی بھی تصریح موجود ہے کہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کبھی کوئی طاعون نہیں آیا۔

یہ وسیع باب ہے اس کے اندر میں جس قدر ذکر کر دیا اہل غفلت کو متنبہ کرنے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے، اس کی تفصیل میں نے شرح مسلم کے شروع میں وضاحت کے ساتھ کی ہے، فلیراجع، وباللہ التوفیق.

(باب-۲۲)

موت کی اطلاع دینے یا اعلان عام کرنے کا حکم:

میت کے اہل خانہ ورشتہ داروں کو موت کی اطلاع دینا جائز ودرست اور ڈھنڈھورا پیٹنا مکروہ ہے۔

۴۵۹ - ترمذی وابن ماجہ میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، جب میں مرجاؤں تو میری اطلاع کسی کو مت دی جائے، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ تشہیر یا ڈھنڈورا پیٹنا نہ ہوجائے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے تشہیر کرنے یا ڈھنڈورا پیٹنے سے منع فرمایا ہے۔(۱)

۴۶۰ - ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَالنَّعْيَ فَاِنَّ النَّعْيَ مِنْ عَمَلِ الجاهلية .(۲)

---

(۱) سنن ترمذی ۹۸۶، وسنن ابن ماجہ ۱۴۷۶ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح (۲) سنن ترمذی ۹۸۴

خبردار کہ موت کا ڈھنڈھورا پیٹو، کیونکہ اس طرح اس کی تشہیر کرنا جاہلیت کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دوسری روایت بھی اسی طرح ہے مگر وہ مرسل ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ غیر مرفوع روایت مرفوع کے بلسبت زیادہ راجح ہے، مگر انہوں نے دونوں کی تضعیف کی ہے۔(۱)

۴۶۱ - صحیح بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے موت کی اطلاع تمام صحابہ کو دی۔(۲)

۴۶۲ - صحیحین ہی میں مروی ہے کہ ایک میت کی جب رات میں تدفین کردی گئی، اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا: اَفَلَا کُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ "تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟۔(۳)

محققین علماء کی رائے میں میت کے اہل خانہ اور رشتہ داروں واحباب کو اس حدیث کی روشنی میں خبر کرنا مستحب ہے، ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس اعلان واشتہار سے منع کیا گیا ہے، وہ دراصل زمانۂ جاہلیت کے طریقہ پر اعلان کرنا ہے، کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ جب کسی اشراف کی موت ہوتی تو وہ ایک سوار کو مختلف قبیلوں میں روانہ کرتے اور وہ ہر قبیلہ میں جا کر ہائے فلاں ہائے عرب جیسے کلمات کے ذریعہ اس کی موت کا اعلان کرتا کہ فلاں کی موت گویا پورے عرب قوم کی موت ہے اور اس اعلان کے ساتھ رونا پیٹنا اور شوروہنگامہ بھی ہوا کرتا تھا۔

موت کی خبر مشتہر کرنے اور آواز لگا کر اسے عام کرنے کے استحباب میں علماء شوافع میں سے "الحاوی" کے مؤلف نے دو قول نقل کئے ہیں، ایک یہ کہ میت خواہ اجنبی ہو یا قریبی ہر ایک کیلئے اعلان کرنا مستحب ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں نمازی اور دعاء گو شریک ہوسکیں۔

---

(۱) سنن ترمذی ۹۸۵ (۲) دیکھئے: صحیح بخاری: ۱۳۳۳، وصحیح مسلم: ۹۵۱
(۳) صحیح بخاری ۱۳۳۷ و صحیح مسلم ۹۵۶

اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ استحباب اسی وقت ہے جبکہ میت اجنبی ہو، غیر اجنبی کسی بھی شخص کیلئے یہ مستحب نہیں۔

مگر میرے نزدیک صائب و پسندیدہ قول یہ ہے کہ اعلان اگر محض آگاہ کرنے کی حد تک ہو تو یہ مطلق مستحب ہے، خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی قریبی ہو یا غیر۔

(باب-۲۳)

میت کو غسل دیتے اور کفن پہناتے وقت کی دعاء:

میت کو غسل دیتے اور کفن پہناتے وقت بکثرت اللہ کا ذکر اور میت کے لئے دعاء کرنا مستحب ہے علماء فرماتے ہیں کہ غسل دینے والے کو اگر میت کے اندر کوئی اچھی اور خوشگوار بات نظر آئے مثلاً چہرہ کا روشن ہونا، یا جسم سے خوشبو آنا وغیرہ تو مستحب ہے کہ وہ اس کا ذکر دوسروں سے کرے، اور اگر اس کے اندر کوئی ناگوار بات نظر آئے مثلاً چہرہ کا سیاہ ہونا، جسم سے بدبو آنا، اعضاءِ جسمانی میں شدید تبدیلی یا شکل کا بدل جانا وغیرہ تو دوسروں سے اس کا بیان کرنا حرام ہے۔

۴۶۳- اس کی دلیل سنن ابی داؤد و ترمذی کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ" (۱)

اپنے میت کی خوبیاں بیان کرو، اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے پرہیز کرو۔

۴۶۴- امام بیہقی کی سنن کبری میں غلام رسول ﷺ حضرت ابو رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً" (۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد ۴۹۰۰، وسنن ترمذی ۱۰۱۹ وقال الترمذی حدیث ضعیف

(۲) السنن الکبری للبیہقی ۳/۳۹۵

جس نے کسی میت کو غسل دیا پھر اس کی پردہ پوشی کی تو اللہ اس کی چالیس بار مغفرت فرمائیں گے۔

امام حاکم نے اس روایت کو اپنی کتاب "المستدرک علی الصحیحین" (۳۵۴/۱) میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے، جمہور علماء اس پردہ پوشی کے حکم کو مطلق رکھتے ہیں، جبکہ ابوالخیر عینی صاحب "البیان" کا قول ہے کہ میت اگر بدعتی اور کھلے عام بدعت کرنے والا ہو، اور اس کے اندر کوئی ناگوار بات غسل دینے والے کو نظر آئے تو قیاس کا تقاضہ ہے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں بتا دے تاکہ لوگ بدعات سے بچیں اور ڈریں۔

(باب-۴۴)

نمازِ جنازہ کی دعائیں:

نماز جنازہ، غسل دینا، کفن پہنانا، اور تدفین فرض کفایہ ہے اس پر تمام علماء کا اجماع واتفاق ہے، نماز کی فرضیت کے ساقط ہونے کے بارے میں چار اقوال ہیں، زیادہ راجح قول جو کہ عام علماء کا اختیار کردہ مسلک ہے، یہ ہے کہ ایک شخص کے نماز پڑھ لینے سے فرض ساقط ہو جائے گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کم از کم دو افراد کی شرط ہوگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ کم از کم تین کی شرط ہوگی۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ کم از کم چار آدمیوں کی شرط ہوگی، خواہ یہ لوگ باجماعت نماز ادا کریں یا انفرادی طور پر۔

اس نماز کی کیفیت (مسلک شافعی میں) یہ ہے کہ چار تکبیرات کہے اور یہ چاروں تکبیر ضروری ہیں، اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی، اور اگر ایک تکبیر کا اضافہ کر دے تو نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اس میں شوافع کے دو قول ہیں، صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوگی۔

اگر کوئی مقتدی ہو اور امام پانچویں تکبیر کہہ لے اور اس کی یہ پانچویں تکبیر مفسدِ صلاۃ ہو تو مقتدی اس سے اسی طرح علاحدگی اختیار کرے جس طرح کہ پانچویں رکعت کے لئے امام کے کھڑے ہونے پر کی جاتی ہے، اور صحیح قول کے مطابق اگر یہ کہا جائے کہ پانچویں تکبیر نماز کو باطل

نہیں کرے گی تو مشہور صحیح قول کے مطابق مقتدی نہ اس سے علاحدہ ہو اور نہ ہی اس کی پیروی کرے۔

بعض علماء شوافع کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ مقتدی پانچویں تکبیر میں بھی امام کی پیروی کرے۔ مذہب صحیح کے مطابق اگر مقتدی امام کی پیروی کرے تو کیا وہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کا انتظار کرے، یا انتظار کئے بغیر امام سے پہلے ہی سلام پھیر دے؟ اس میں شوافع کے دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کرے۔ میں نے اس کی پوری تفصیل شرح وبسط کے ساتھ "شرح المہذب" میں تحریر کردی ہے۔ شوافع کے نزدیک ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھانا افضل ہے (احناف کے نزدیک ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے) تکبیر کا طریقہ، اس کے مستحبات اور اسے باطل کرنے والے امور و دیگر جزئیات وہی ہیں جو "طریقۂ نماز" اور اس کی دعاء و اذکار کے بیان میں گذر چکا ہے۔

نماز جنازہ میں تکبیرات کے درمیان کہی جانے والی دعائیں اور اذکار یوں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے (اور اس سے پہلے ثناء پڑھنا بھی مستحب ہے) اور دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھے۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرے کم از کم اتنا پڑھنا واجب ہے جس پر دعاء کا اطلاق ہو۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ذکر ضروری نہیں، البتہ کچھ مستحبات ہیں جسے ہم انشاء اللہ آگے ذکر کریں گے۔

پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ سے پہلے ثناء و تعوذ پڑھنا (یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" کہنا) اور فاتحہ کے بعد سورت ملانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں شوافع کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ ثناء و تعوذ، اور کوئی سورت ملانا سب مستحب ہے، دوسرا یہ کہ اس میں سے کچھ بھی مستحب نہیں۔ اور تیسرا قول جو شوافع کے نزدیک سب سے راجح و درست ہے یہ ہے کہ تعوذ تو مستحب ہے مگر ثناء یا سورت کا ملانا مستحب نہیں، پھر تمام علماءِ شوافع کا اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے۔

۴۶۵ - صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی پھر فرمایا: "لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سَنَّةٌ" تاکہ تم جان لو کہ یہ نبی کا طریقہ ہے۔ یہاں سنت سے اصطلاحی سنت مراد نہیں بلکہ اس مفہوم میں ہے جس طرح صحابہ کہتے ہیں کہ "من السنة كذا" یعنی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح ثابت ہے۔ ابوداؤد میں اسی طرح "انها من السنة" ہے یعنی یہ سنت نبوی سے ثابت ہے، اس طرح یہ روایت کتب حدیث واصول حدیث کی مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہے۔(۱)

نماز جنازہ میں آہستہ قراءت کرنا سنت ہے نہ کہ باآواز بلند خواہ نماز دن میں ہو رہی ہو یا رات میں ـــــــ یہی صحیح ومشہور مذہب ہے جس کے قائل جمہور ہیں، البتہ بعض شوافع کی رائے ہے کہ نماز اگر دن میں ہو تو آہستہ اور رات میں ہو تو باآواز بلند قراءت کی جائے۔ دوسری تکبیر کے بعد صلاۃ وسلام کے کلمات میں کم از کم اتنا کہنا ضروری ہے کہ 'اللھم صلی علی محمد' او راس کے آگے "وعلی آل محمد" وغیرہ کہنا مستحب ہے، جمہور علماء شوافع کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

بعض علماء شوافع نے اسے بھی واجب کہا ہے مگر یہ قول شاذ وضعیف ہے، اگر وقت میں گنجائش ہو تو میت کے ساتھ تمام مسلمان مرد وعورت کو بھی دعاء میں شامل کرے، امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور تمام علماء شوافع اس پر متفق ہیں۔

مزنی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ نماز جنازہ میں حمد وثناء پڑھنا بھی مستحب ہے، اسی وجہ سے علماء شوافع کی ایک بڑی جماعت اس کے مستحب ہونے کی قائل ہے، جبکہ جمہور علماء شوافع نے اس کی نفی کی ہے ـــــــ اگر ہم اسے مستحب قرار دیں تو بھی سورۂ فاتحہ سے شروع کرے پھر درود وسلام پڑھے پھر میت اور تمام مؤمنین ومؤمنات کیلئے دعاء کرے۔

اگر کوئی اس ترتیب سے ہٹ کر پڑھے تو بھی نماز درست ہو جائے گی مگر مکروہ، اور افضل کو

(۱) بخاری ۱۳۳۵، ابوداود ۳۱۹۸، الام ۱/ ۲۷۰، موقوفا علی ابن عباس

ترک کرنے والا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی متعدد احادیث سنن بیہقی میں موجود ہے، اختصار کے پیش نظر میں اسے یہاں نقل نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ اس کی تفصیل کا مقام کتب فقہ ہے، اور شرح مہذب میں میں نے اسے تفصیل سے ذکر کردیا ہے۔

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرنا واجب ہے اور کم سے کم اتنا ضروری ہے جس پر دعاء کا اطلاق ہو سکے، مثلاً "رَحِمَهُ اللّٰه" اللہ اس پر رحم کرے "غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ" اللہ اس کی مغفرت فرمائے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ" اے اللہ تو اس کی مغفرت فرما "اَرْحَمْهُ" اللہ تو اس پر رحم فرما۔

البتہ مستحب دعائیں وہ ہیں جو احادیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ دعائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۴۶۶ - صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں آپ کی دعاؤں میں اتنا یاد رکھ سکا، آپ فرما رہے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا تُنَقَّى الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَ اَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ وَاَهْلاً خَيْراً مِنْ اَهْلِهِ وَ زوجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذابِ القَبرِ ومِنْ عَذابِ النَّارِ.

اے اللہ تو اس کی مغفرت کردے، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت دے، اور اس کی کریمانہ مہمانی کر اور اس کی قبر (مقام داخلہ) کو کشادہ کردے، اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے اور اسے گناہوں سے اسی طرح دھو کر پاک وصاف کردے جیسے تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک وصاف کردیتا ہے، اور اسے اس کے دنیا کے گھر سے بہتر گھر، اور اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی یا شوہر سے بہتر

بیوی یا شوہر بدلہ میں عطاء فرما، اور اسے جنت میں داخل فرمادے اور قبر کے عذاب اور جہنم کی آگ کے عذاب سے پناہ دے۔

حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں تمنا کرنے لگا کہ اے کاش یہ میت میں ہی ہوتا۔(۱)

مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے دقه فتنة القبر وعذاب القبر "اور اسے قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھ۔(۲)

۴۶۷۔ سنن ابی داؤد، ترمذی و بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کی نمازِ جنازہ پڑھایا، اور آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ ، مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَان ، اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُ .(۳)

اے اللہ تو ہمارے زندہ اور مردہ کو، چھوٹے اور بڑے کو مردوں اور عورتوں کو، حاضر و غائب کو بخش دے، الٰہی تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو وفات دے اس کو ایمان پر وفات دے، الٰہی تو ہمیں اس پر صبر کرنے کے اجر سے محروم مت فرما، اور اس کے مرنے کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا مت فرما (گمراہ مت کر)۔

سنن بیہقی وغیرہ میں حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے اور ترمذی میں ابوابراہیم اشہل کی اپنے والد سے روایت ہے، ان کے والد صحابی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری کے نزدیک "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا

(۱) صحیح مسلم ۱۹۶۳ (۲) صحیح مسلم :۸۶

(۳) سنن ابی داؤد: ۳۲۰۱، سنن ترمذی: ۱۰۲۴ و سنن بیہقی ۴ ر امام بیہقی فرماتے ہیں: صحیح علی شرط الشیخین ۴۱

وَمَيِّتِنَا" والی متعدد احادیث میں سب سے صحیح حدیث ابوابراہیم اشہلی کی ہے جو وہ روایت اپنے والد سے کرتے ہیں۔ مگر امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ اس باب میں سب سے صحیح حضرت عوف بن مالک کی روایت کردہ حدیث ہے۔ (۱)

ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے "فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيْمَانِ وَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ" ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر وفات دے، جبکہ اکثر کتب حدیث میں مشہور اس طرح ہے، فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ، اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر وفات دے۔ (۲)

۴۶۸ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا "إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ" جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے دعاء میں اخلاص پیدا کرو۔ (۳)

۴۶۹ - سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ (۴)

اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا کیا، تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی تو نے ہی اس کی روح قبض کی تو ہی اس کے ظاہر و باطن (مخفی راز) کو زیادہ جانتا ہے، ہم سفارشی بن کر آئے ہیں، تو تو اس کی مغفرت فرما دے۔

---

(۱) تحقیق ۴/۴۱ (۲) ابوداؤد: ۳۲۰۱

(۳) سنن ابی داؤد ۳۱۹۹ و سنن ابن ماجہ ۱۴۹۷، اسنادہ قوی

(۴) ابوداؤد: ۳۲۰۰، عمل الیوم للنسائی ۱۰۷۶، طبرانی فی الدعاء: ۱۱۸۰، حدیث حسن

۴۷۰ - سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان شخص کی نماز جنازہ میں ہماری امامت کی تو میں نے آپ کو یہ کہتے سنا :

اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلانَ بنَ فَلانةٍ فی ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبرِ وَعَذَابَ النَّارِ ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیْم"(۱)

اے اللہ فلانہ کا بیٹا فلاں تیرے ذمہ (حفاظت) میں ہے اور تیری ہی پناہ کے سہارے پڑا ہے تو اسے قبر کی آزمائش اور نار جہنم کے عذاب سے بچا، تو اپنا وعدہ پورا کرنے والا اور تو ہی لائق حمد و ثناء ہے اے اللہ تو اس کی مغفرت کردے اور اس پر رحم فرما، بے شک تو ہی بڑا مغفرت کرنے والا اور مہربان ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ان احادیث کے مجموعہ سے چن کر ایک دعاء کا انتخاب کیا ہے، جو اس طرح ہے :

اَللّٰهُمَّ هٰذا عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ خَرَجَ مِنْ رَوْحِ الدُّنیا وَسَعَتِهَا وَمَحْبُوبُه وَاَحِبَّاءُ ہٗ فِیْهَا اِلٰی ظُلْمَةِ الْقَبرِ وَمِمَّا هُوَ لَاقِیْهِ ، وَکَانَ یَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ ، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَاَصْبَحَ فَقِیْرًا اِلٰی رَحْمَتِکَ ، وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِهٖ وَقَدْ جِئْنَاکَ رَاغِبِیْنَ اِلَیْکَ شُفَعَاءَ لَهٗ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَلَقِّهٖ بِرَحْمَتِکَ رِضَاکَ وَقِهٖ فِتْنَةِ الْقَبرِ

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۹

وَعَذَابَهُ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَجَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ، وَلَقِّهِ بِرَحْمَتِكَ الْأَمْنَ مِنْ عَذَابِكَ حَتَّى تَبْعَثَهُ إِلَى جَنَّتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ"

اے اللہ یہ تیرا بندہ، تیرے بندے کا لڑکا ہے، دنیا کی آسائش و وسعت سے نکلا ہے، اس کی محبوب چیزیں اور اس کے احباب ابھی دنیا ہی میں ہیں، وہ دنیا سے نکل کر قبر کی تاریکی جو اسے ملنے والا ہے، میں گیا ہے، وہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں، اور تو ہی اس سے زیادہ واقف ہے، اے اللہ اس نے تیرے پاس قیام کیا اور مہمان بنا ہے، اور تو سب سے بہتر مہمان نواز ہے، وہ تیری رحمت کا محتاج بنا ہوا ہے، جبکہ تو اسے عذاب دینے سے بے نیاز ہے ہم آپ کے پاس لالچی اور اس کے لئے شفارشی بن کر آئے ہیں، اے اللہ اگر وہ نیکوکار ہے تو اس کے ثواب میں اضافہ فرما اور اگر وہ خطا کار ہے تو اس سے عفو و درگزر فرما، اور اپنی رحمت کے سہارے اسے اپنی رضامندی سے نواز اور قبر کی آزمائش اور اس کے عذاب سے اس کی حفاظت فرما، اس کے لئے قبر کو کشادہ کر دے اور اس کے پہلوؤں سے زمین کو دور ہٹا دے اور اپنی رحمت سے تو اسے اپنے عذاب سے امن و سلامتی نصیب فرما، اپنی جنت میں داخلے کے لئے دوبارہ اٹھانے تک، اے رحم کرنیوالوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

مختصر مزنی میں امام شافعی رحمہ اللہ کی دعاء کی یہ اصل عبارت ہے (دیکھئے: ۳۸) علماء فرماتے ہیں کہ میت اگر نابالغ بچہ ہو تو اس کے والدین کے لئے دعاء کرتے ہوئے کہے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَهُمَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَهُمَا ذُخراً وَثَقِّلْ بِهٖ مَوَازِيْنَهُ وَافْرِغِ الصَّبْرَ عَلٰى قُلُوْبِهِمَا وَلَا تَفْتِنْهُمَا بَعْدَهٗ، وَلَا تَحْرِمْهُمَا اَجْرَهٗ.

اے اللہ تو اس کو ان دونوں والدین کے لئے اس سے پہلے پہنچنے والا اجر بنا اور اسے ان دونوں کے لئے توشہ آخرت اور ذخیرہ بنا اور اس کے ذریعہ ان دونوں کے میزان حسنات کو وزنی بنا اور ان دونوں کے دلوں میں صبر عطا فرما اور ان دونوں کو اس کے بعد آزمائش میں مت مبتلا کر اور ان دونوں کو اس کے صبر پر اجر سے مت محروم فرما۔

یہ وہ الفاظ ہیں جس کا تذکرہ علماء شوافع میں ابوعبداللہ زبیری نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں کیا ہے دیگر علماء نے بھی اسی کے ہم معنی الفاظ ذکر کئے ہیں اور کہا ہے کہ اس کے ساتھ ''اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا'' والی پوری دعاء بھی کہے۔ علامہ زبیری فرماتے ہیں کہ میت اگر عورت ہو تو یوں کہے: ''اللهم هذه امتک'' اے اللہ یہ تیری کنیز ہے، پھر باقی دعاء کہے واللہ اعلم۔ چوتھی تکبیر کے بعد بالاتفاق کوئی ذکر یا دعاء واجب نہیں، البتہ بطور استحباب وہ دعاء کہ سکتا ہے جس کی تصریح امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب البویطی میں کی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد یوں کہے:

اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ '' اے اللہ تو مجھے اس کے صبر پر اجر سے مت محروم فرما اور اس کے بعد مجھے آزمائش میں مت مبتلا فرما، یعنی گمراہ مت کرنا۔ علماء شوافع میں ابوعلی بن ابی ہریرۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متقدمین چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعاء کیا کرتے تھے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے میرے پروردگار تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطاء کر اور مجھے نار جہنم کے عذاب سے بچالے۔

مگر یہ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول نہیں ہے، اگر کوئی اسے پڑھے تو بہتر ہے، میں سمجھتا ہوں کہ افضل ہونے میں وہی کافی ہے جو مصائب کے وقت پڑھنے کے بارے میں حضرت انسؓ کی حدیث میں آیا ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد دعاء پڑھنے پر اس روایت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے، جو امام بیہقی کی سنن کبریٰ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ میں چار تکبیر کہا اور چوتھی تکبیر کے بعد پہلی دو تکبیر کے بقدر رکے رہے اور میت کے لئے دعاء استغفار کرتے رہے، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے چار تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر رکے رہے کہ ہمیں خیال ہوا کہ پانچویں تکبیر بھی نہ کہیں، پھر اپنے داہنے اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا اس پر ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں کیا، یا یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔(۱)

(فصل)

نماز جنازہ میں سلام کا حکم:

جب تکبیرات اور دعاؤں سے فارغ ہو تو دیگر تمام نمازوں کی طرح دونوں جانب سلام پھیرے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت کی تصریح ہے اور اس کے اندر بھی سلام کا حکم دیگر نمازوں ہی کی طرح ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے مجھے اس کے حکم میں قدرے اختلاف ہے مگر چونکہ وہ غیر ضروری ہے اس لئے اس سے صرف نظر کرتا ہوں کیونکہ اسے یہاں بیان کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔

اگر کوئی مسبوق دوران نماز آکر امام کے ساتھ شامل ہوتا ہے تو فوراً امام کے ساتھ تحریمہ

---

(۱) قال الحاکم ابو عبداللہ ۱/۳۶۰ ہذا حدیث صحیح

باندھ لے اور پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر اسی ترتیب سے پڑھے ـــ اگر اس نے پہلی تکبیر کہی اور اس کے ساتھ ہی امام نے چوتھی تکبیر کہہ دی اور اسے کچھ پڑھنے کا موقع نہ ملا تو سورۂ فاتحہ یا دیگر دعائیں اس سے اسی طرح ساقط ہوجائیں گی جس طرح کہ مسبوق سے تمام نمازوں میں قراءت ساقط ہوجاتی ہے۔

اور اگر امام سلام پھیر دے جبکہ نماز جنازہ میں مسبوق کے لئے ابھی کچھ تکبیر کہنا باقی ہے تو مقتدی پہلے تکبیرات کو دعاؤں کی ترتیب کے ساتھ ادا کرے پھر سلام پھیرے، شوافع کے نزدیک یہی صحیح ومشہور مذہب ہے مگر مجھے اس سے قدرے اختلاف، میری رائے میں مقتدی مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد صرف تکبیرات پوری کرے دعاء نہ پڑھے۔

(باب-۲۵)

میت کو لیکر جاتے وقت کی دعاء :

میت کو قبرستان لیکر جانے والوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں، میت کے ساتھ جو ہونے والا ہے اس پر غور وفکر کریں، اس کے انجام اور جس دنیا میں وہ تھا اس کے ماحصل کا تصور کریں، اور اس بات پر غور کریں کہ یہی دنیا کی انتہاء اور دنیا والوں کا انجام ہے، اس وقت لایعنی اور بے فائدہ باتیں کرنے سے سخت پرہیز کریں، کیونکہ یہ غور وفکر اور ذکر واذکار کا وقت ہے اس وقت غفلت، لہو ولعب اور لایعنی باتیں بری ہیں بے فائدہ ولایعنی باتیں تو عام حالتوں میں بھی ممنوع ہے چہ جائے کہ اس طرح کے حالات ہوں۔

صحیح وراست بات جو سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے خاموش رہا جائے، قراءت قرآن ودعاء وغیرہ میں بھی آواز بلند نہ کیا جائے، اور اس کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ خاموشی کے وقت ذہن یکسو ہوجاتا ہے، اور سنجیدگی سے جنازہ کے متعلق غور وفکر کیا جاسکتا ہے، اور اس وقت یہی مطلوب ہے۔

میری یہ مذکورہ بات ہی حق وصائب ہے اس سے اختلاف کرنے والوں کی کثرت سے

لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بھی اس کے ہم معنی بات کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ہدایت وسنت کا راستہ اختیار کرو، اس پر چلنے والوں کی قلت تمہارے لئے نقصان دہ نہیں، اور گمراہی وضلالت کے راستوں سے بچو، ہلاک ہونے والوں (گمراہوں) کی کثرت سے تم دھوکہ مت کھاؤ''

سنن بیہقی کی روایت کردہ حدیث کا تقاضہ بھی وہی ہے جو میں نے ذکر کیا کہ دمشق وغیرہ میں بعض جاہل لوگ جو جنازہ پر کھینچ تان کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اور غیر مخارج سے الفاظ نکال کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہے، اس کی قباحت وحرمت نیز قدرت کے باوجود اس پر نکیر نہ کرنے والوں کے فسق کے بارے میں پوری وضاحت میں نے ''کتاب آداب القراءۃ'' میں کر دی ہے فلیراجع واللہ اعلم.

(باب-۲۶)

جنازہ نظر آتے وقت کی دعاء:

جس کے پاس سے جنازہ گذرے یا اس کی نگاہ کسی جناہ پر پڑے تو اسے ''سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ'' (پاک ہے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اللہ جسے کبھی موت نہیں آسکتی) کہنا چاہیے، علماء شوافع میں امام ابومحاسن رویانی اپنی کتاب ''الفجر'' میں فرماتے ہیں: ایسے شخص کے لئے مستحب ہے کہ دعاء کرے اور کہے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور جسے کبھی موت نہیں آتی) اس وقت میت کے لئے دعاء کرنا اور اگر قابلِ تعریف ہو تو خیر کے ذریعہ اس کی تعریف کرنا بھی مستحب ہے بشرطیکہ تعریف و توصیف بے تکی و بے جا نہ ہو۔

(باب-۴۷)

میت کو قبر میں اتارنے والوں کی دعاء:

۴۷۱ - سنن ابی داؤد و ترمذی و بیہقی وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو قبر میں رکھتے تو فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُول الله" صلى الله عليه وسلم -"(۱)

اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت و ملت پر (ہم اس کو دفن کرتے ہیں)

امام شافعی اور علماء شوافع رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ میت کے لئے دعاء کرنا بھی مستحب ہے ـــــ سب سے عمدہ دعاء وہ ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے الفاظ میں مختصر المزنی صفحہ (۳۹) کے اندر مذکور ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ میت کو قبر میں رکھنے والے حضرات یہ دعاء کریں:

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمَ اِلَيْكَ الْاَشِحَّاءُ مِنْ اَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَقَرَابَتِهٖ وَاِخْوَانِهٖ وَفَارَقَ مَنْ كَانَ يُحِبُّهُ قُرْبَهُ وَخَرَجَ مِنْ سَعَةِ الدُّنْيَا وَالْحَيَاةِ اِلٰى ظُلْمَةِ الْقَبْرِ وَضِيْقِهٖ، وَنَزَلَ بِكَ، وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُولٍ بِهٖ، اِنْ عَاقَبْتَهُ فَبِذَنْبٍ وَاِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ فَاَنْتَ اَهْلُ الْعَفْوِ اَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ وَهُوَ فَقِيْرٌ اِلٰى رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اشْكُرْ حَسَنَتَهُ وَاغْفِرْ سَيِّئَتَهُ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاجْمَعْ لَهُ بِرَحْمَتِكَ الْاَمْنَ مِنْ عَذَابِكَ وَاكْفِهٖ كُلَّ هَوْلٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ اَللّٰهُمَّ اخْلُفْهُ فِيْ تَرِكَتِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَارْفَعْهُ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَعُدْ عَلَيْهِ بِفَضْلِ رَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اے اللہ اس کے گھر والوں، لڑکوں، رشتہ داروں، اور بھائیوں کے

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۳۲۱۳، سنن ترمذی: ۱۰۴۶، سنن بیہقی ۴/۵۵، وقال الترمذی حدیث حسن

حریص لوگوں نے اسے سپرد کیا ہے وہ ان لوگوں سے جدا ہوا ہے جس کی قربت اسے محبوب تھی دنیا کی وسعت و زندگی سے نکل کر قبر کی تاریکی و تنگی میں پہنچا ہے وہ آپ کے پاس مہمان بنا ہے، اور آپ بہتر مہمان نواز ہیں، اگر آپ اسے سزا دیں تو اس کے گناہ کی وجہ سے ہوگا (یعنی مبنی برانصاف ہوگا) اور اگر اسے معاف کردیں تو آپ معاف کرنے کے سزاوار ہیں، آپ اس کو عذاب دینے سے بے نیاز ہیں، جبکہ وہ آپ کی رحمت کا محتاج ہے، اے اللہ آپ اس کی نیکیوں کا جزا دیں اور اس کی برائیوں کو معاف فرمادیں اور اسے قبر کے عذاب سے پناہ دیں اور اپنی رحمت سے اسے اپنے عذاب سے امان میں رکھیں اور جنت کے علاوہ ہر طرح کی گھبراہٹ اور خوف و دہشت سے اسے بے نیاز کردیں، اے اللہ تو اس کے پسماندگان میں اس کا قائم مقام بن جا اور اس کا مرتبہ علیین میں بنا اور اے سارے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اس پر اپنے رحم کے فضل و احسان کا اعادہ فرما۔

(باب-۲۸)

تدفین کے بعد کی دعاء:

قبر کے پاس موجود لوگوں کے لئے سنت ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی سرہانے کی طرف سے ڈالیں، علماء فرماتے ہیں کہ پہلے لپ میں "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ" (اسی مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا) اور دوسرے میں "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" (اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے) اور تیسرے میں "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرىٰ" (اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے) کہنا سنت ہے۔

تدفین سے فراغت کے بعد اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کئے جانے کے بقدر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے، اور جو لوگ وہاں اتنی دیر رکیں انہیں قرآن کی تلاوت، میت کے لئے دعاء، وعظ و نصیحت، بزرگان دین و صالحین کے واقعات و قصص اور دیگر امور خیر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔

۴۷۲ - صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں بقیع غرقد میں تھے، کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہم لوگ بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپ جھکے اور چھڑی کو زمین پر مارنے لگے، پھر ارشاد فرمایا:

"مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا قَدْ كُتِبَ مَقْعِدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ"

تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا ٹھکانہ جہنم یا اس کا ٹھکانا جنت میں نہ لکھ دیا گیا ہو۔

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول تو پھر ہم اپنے لکھے پر تکیہ نہ کرلیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اِعملوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَاخُلِقَ لَهٗ"

عمل کرو کیونکہ ہر عمل آسان بنانے والا ہے اسے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔(۱)

۴۷۳ - صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم لوگ مجھے دفن کرو تو میری قبر کے پاس اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بقدر رکے رہو تاکہ میں تم لوگوں سے مانوس رہوں، اور دیکھوں کہ میں اپنے رب کے قاصد سے کیا مراجعت کرتا ہوں"(۲)

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۳۶۲ صحیح مسلم ۲۶۴۷ (۲) صحیح مسلم ۱۲۱

۴۷۴۔ سنن ابی داؤد وبیہقی میں بسند حسن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے :

"اَسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْئَلُ"(۱)

اپنے بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرو اور ثابت قدمی کی درخواست کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جارہا ہے۔

امام شافعی اور حضرات علماء فرماتے ہیں کہ اس جگہ قدرے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔

۴۷۵۔ سنن بیہقی میں بسند حسن مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تدفین کے بعد قبر کے پاس سورۂ بقرہ کے شروع کی چند آیتیں اور آخر کے آیتیں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔(۲)

(فصل)

میت کی تلقین کا حکم:

تدفین کے بعد میت کی تلقین جائز ہے یا نہیں؟ شوافع کی ایک بڑی جماعت اس کے مستحب ہونیکی قائل ہے قاضی حسین نے اپنی "تعلیق" میں اور ان کے شاگرد ابوسعد متولی نے اپنی کتاب "التتمة" میں نیز امام زاہد ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی اور امام ابوالقاسم الرافعی وغیرہم نے اس کے مستحب ہونے کی صراحت کی ہے قاضی حسین نے علماء شوافع سے اس کا استحباب نقل کیا ہے۔

تلقین کے الفاظ کیا ہونے چاہئے؟ شیخ نصر فرماتے ہیں کے جب تدفین سے فارغ ہو تو سرہانے میں کھڑا ہو اور کہے:

یا فلان بن فلان اذکر العهد الذی خرجت علیه من الدنیا

---

(۱) سنن ابی داؤد ۳۲۲۱ وسنن بیہقی ۵۶/۴ (۲) سنن بیہقی ۵۶/۴

شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان محمدا عبده و رسوله وان الساعة آتية لاریب فیها وان الله یبعث من فی القبور قل رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا و محمد صلی الله علیه وسلم نبیاً، وبالکعبة قبلة وبالقرآن اماماً وبالمسلمین اخواناً، ربی الله لا اله الا هو، وهو رب العرش العظیم۔

اے فلاں بن فلاں (یہاں اس کا نام لے) تو یاد کر واس عہد و پیماں کو جس کے ساتھ تو دنیا سے رخصت ہوا ہے، یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور ان کے رسول ہیں اور یہ کے قیا مت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کے قبر والوں کو دوبارہ زندہ کریں گے تم کہو میں راضی ہوں اس بات پر کے اللہ ہی میرا رب اسلام ہی میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اور کعبہ میرا قبلہ اور قرآن میرا امام (رہنما و مشعل راہ) اور تمام مسلمان میرے بھائی ہیں اور میرا پروردگار اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش عظیم کا رب ہے یہ شیخ نصر المقدسی کے الفاظ ہیں جو ان کی کتاب ''التہذیب'' میں مذکور ہیں دیگر علماء کے الفاظ بھی اس طرح ہیں البتہ بعض کے الفاظ اس کے برخلاف بھی ہیں۔

اس کے اندر یا فلاں بن فلاں ہے، مگر بعض لوگوں نے یا ''عبداللہ بن امتہ اللہ'' اور بعضوں نے یا ''عبداللہ بن حواء'' اور بعضوں نے یا فلاں بن امتہ اللہ (اس کا نام لیکر) یا فلاں بن حواء کہا ہے، مگر یہ سب کے سب ہم معنی الفاظ ہیں۔

امام ابوعمرو بن صلاح رحمتہ اللہ سے اس تلقین کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے

اپنے فتاوی میں جواب دیا کہ :

"تلقین کو ہم اختیار کرتے اور رسید عمل کرتے ہیں" شوافع میں قراسانی علماء کی ایک جماعت نے بھی اس تلقین کا ذکر کیا ہے، تلقین سے متعلق حضرت ابوامام رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث بھی ہے، مگر اس کی سند درست نہیں البتہ اس کی تائید دیگر شواہد اور اہل شام کے قدیم عمل سے ہوتی ہے۔ دودھ پیتے بچے کی تلقین کے بارے میں کوئی مستند بات موجود نہیں اس لئے وہ نا قابل اعتبار ہے۔

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بچوں کہ متعلق تلقین نہیں کیا جانا چاہئے، خواہ وہ دودھ پیتا ہوا ہو بڑا جب تک کہ وہ بالغ ہو کر اور معلق بنکر نہ وفات پایا ہو۔

(باب-۲۹)

نماز جنازہ پڑھانے یا تدفین سے متعلق وصیت:

میت کی وصیت کہ فلاں شخص ہی جنازہ کی نماز پڑھائے یا مخصوص طریقہ پر مخصوص جگہ میں دفن کیا جائے یا کفن وغیرہ سے متعلق کچھ وصیت کہ اس طرح کرے اور اس طرح نہ کرے جائز و درست ہے۔

۴۷۶ - صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی جبکہ وہ بیمار تھے تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے کتنے کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا تھا؟ میں نے کہا، تین کپڑوں میں، تو وہ بولے، کونسے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی؟ وہ بولی، پیر کے دن، انہوں نے دریافت کیا، آج کونسا دن ہے؟ وہ بولیں، پیر کا دن ہے، وہ بولے، اب سے رات تک کی میری آرزو ہے۔ پھر انہوں نے اپنا کپڑا دیکھا جس میں وہ بیمار پڑے تھے، اس میں زعفران کا اثر تھا، تو وہ بولے، میرا یہ کپڑا دھودو، اور اس کے علاوہ اور دو کپڑوں کا اضافہ کر دو اور اسی میں مجھے کفن دو، میں نے کہا، یہ تو پرانا ہے، وہ

بولے، زندہ لوگ مردوں کے بہ نسبت نئے کے زیادہ حقدار ہیں یہ تو میت کے خون و پیپ کے لئے ہیں، پھران کی وفات منگل کی شام کو ہوئی، اور نماز فجر سے قبل تدفین عمل میں آئی۔(۱)

۴۷۷- صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جب زخمی کیے گئے، تو فرمایا، جب میری روح قبض کرلی جائے تو مجھے حضرت عائشہ کے پاس لیکر جاؤ اور انہیں سلسلہ کہو، اوران سے عرض کرو کہ عمر اجازت چاہتا ہے، اگر وہ مجھے اجازت دیں تو مجھے وہاں (حضرت عائشہ والے مکان میں جہاں روضہ اطہر ہے) داخل کرو، اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں لوٹا کر (دفن کردو)(۲)

۴۷۸- صحیح مسلم میں حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے لحد میں دفن کرنا اور میری قبر کے ساتھ اینٹ کھڑی کردینا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا تھا۔(۳)

۴۷۹ - صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی موت کے وقت فرمایا:

> ''جب میری وفات ہوجائے تو میرے ساتھ نہ نوحہ کرنے والی جائے اور نے آگ جائے، اور جب میں دفن کردیا جاؤں تو مجھ پر تھوڑا تھوڑا مٹی پھینکو پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میں تم سے انسیت محسوس کرتا رہوں، اور دیکھوں کہ میں اپنے رب کے قاصد سے کیا مراجعت کرتا ہوں۔(۴)

اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت حذیفہؓ سے میت کے اہل خانہ کو موت کی اطلاع

---

(۱) صحیح بخاری : ۱۳۸۷ (۲) صحیح بخاری :۱۳۹۲
(۳) صحیح مسلم :۹۶۶ (۴) صحیح مسلم : ۱۲۱

دینے کے بیان میں گذر چکی ہے، اوراس کے علاوہ بھی اس طرح کی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں ،مگر میں نے جس قدر ذکر کردیا ہے (حصول مقصد کے لئے) وہی کافی ہے۔

میرا خیال ہے کہ میت کی وصیت کے بارے میں اس کی مکمل تقلید واتباع مناسب نہیں، بلکہ اس کی وصیت کو اہل علم کے سامنے رکھا جائے، جو مباح و جائز ہو اس پر عمل کیا جائے، اور جو خلاف شرع وغیر مباح ہو اسے نظر انداز کردیا جائے، اور میں اس کی چند مثالیں اس جگہ ذکر کررہا ہوں۔

☆ اگر وصیت کرے کہ اسے اپنے شہر کے قبرستان میں فلاں مخصوص جگہ پہ دفن کیا جائے، اور وہ جگہ بزرگان دین وصالحین کی ہو اور خزانہ اولیاء ہو تو مناسب ہے کہ اس کی وصیت کا پاس رکھا جائے اور اسے نافذ کیا جائے، اور اگر وصیت کرے کہ اس کے جنازہ کی نماز اجنبی پڑھائے تو کیا کسی اجنبی کو نماز پڑھانے میں میت کے رشتہ داروں پر فوقیت دی جائیگی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے؟ مذہب شافعی کا صحیح قول ہے کہ رشتہ دار مقدم اور اس کا پڑھنا افضل ہے، ہاں جس کے بارے میں وصیت کی گئی ہے وہ شخص اگر تقویٰ و پرہیز گاری علم وعمل اور اچھی شہرت کا حامل ہو تو میت کے قریبی رشتہ دار کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس کے ہم پلہ اگر نہ ہوں تو حق میت کی رعایت کرتے ہوئے اسے اپنے اوپر ترجیح دیں۔

اور اگر وصیت کرے کہ اسے تابوت میں دفن کیا جائے تو اس کی وصیت ہرگز پوری نہ کی جائے گی الا اینکہ زمین سخت یا گیلی ونم ہو، اور حد درجہ اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہو، تو ایسی صورت میں اس کی وصیت پوری کی جاسکتی ہے، اور اسے کفن کی طرح اس کے اصل سرمایہ ہی سے تیار کیا جائیگا۔

نوٹ: وہ علاقہ جہاں سیلاب آتا ہو اور قبرستان زیر آب ہو، یا جہاں بارش کی کثرت ہو اور زمین کھودنے پر پانی آجاتا ہو، یا اس علاقہ میں ایسے جانور رہتے ہوں جو قبر کھود کر نعش کی بے حرمتی کرتے اور اسے اپنی غذا بناتے ہوں، یا ایسی عورت کا جنازہ ہو جس کا کوئی محرم نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اس کی وصیت بلا کراہت نافذ کی جائیگی۔

اور اگر وصیت کرے کہ مرنے کے بعد اسے کسی دوسرے شہر منتقل کیا جائے تو اس کی وصیت پوری نہیں کی جائیگی، کیونکہ وفات کے بعد نعش کو کسی دوسرے شہر منتقل کرنا مذہب شافعی کے مختلف اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق حرام ہے، یہ اکثر محققین علماء شوافع کا قول ہے، بعض علماء شوافع نے اسے مکروہ قرار دیا ہے (احناف کے نزدیک میں مکروہ ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نعش کو دوسرے شہر منتقل کرنا درست نہیں الا اینکہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ یا بیت المقدس سے قریب ہو تو وہاں حصول برکت کے خاطر منتقل کیا جا سکتا ہے اور اگر وصیت کرے کے اس لحاف کے اندر یا سائبان کے نیچے یا اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھ کر دفن کیا جائے تو اس کی وصیت پوری نہیں کی جائیگی۔

اگر وصیت کرے کہ اسے ریشمی کپڑوں کے کفن میں دفن کیا جائے تو چونکہ ریشمی کپڑا مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے اس لئے اس کی وصیت نافذ نہیں کی جائیگی (واضح ہو کہ ہجرے مرد کے حکم میں ہے) اگر کفن کی مشروع تعداد سے زیادہ میں کفن دینے یا ایسے کپڑے میں کفن دینے کی وصیت کرے جس سے ستر نہ ڈھنکتا ہو تو اس کی وصیت پوری نہیں کی جائیگی۔

اگر وصیت کرے کہ اس کے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے یا اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا اس کے علاوہ کسی نیک کام کی وصیت کرے تو اسے اس شرط کے ساتھ رو بعمل لایا جائیگا کہ اس کے ساتھ کوئی ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہ ہو رہا ہو، اگر وصیت کرے کہ قبرستان میں اس کی قبر کے پاس سبیل لگایا جائے یا مسلمانوں کے لئے سبیل تعمیر کیا جائے تو اس کی وصیت پوری نہیں کی جائیگی، بلکہ ایسا کرنا حرام ہوگا۔

(باب-۳۰۰)

میت کے لئے ایصال ثواب مفید ہے یا نہیں؟

تمام علماء کا اجماع و اتفاق ہے کہ میت کے لئے دعاء مفید و نافع ہے اور اس کا ثواب اس کو پہونچتا

(۱) صحیح بخاری: ۶۲-۱۳ صحیح مسلم ۲۶۴۷ (۲) صحیح مسلم ۱۲۱

ہے،اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ،، (الحشر: ۱۰)

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں اور کہیں کہ اے ہمارے پروردگار،تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار مشہور آیات قرآنی اس مفہوم کی ہیں،اس مفہوم کی احادیث بھی بیشمار ہیں،مثلاً:

۴۸۰- مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بقیع الغَرْقَدِ"(۱)

اے اللہ تو بقیع عرقد والوں کو بخش دے،

۴۸۱- یا یہ حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا،،(۲)

اے اللہ تو ہمارے زندوں اور مردوں سب کو بخش دے۔

قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے،شوافع کا مشہور قول اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا جبکہ احناف اور امام احمد بن حنبل اور علماء کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اس کا ثواب اسے پہونچتا ہے،اس لئے قرآن پڑھنے والوں کو اختیار ہے کہ وہ قرآن پڑھ کر یوں کہے:

"اے اللہ میں نے جو کچھ قرآن پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچادے،میت کی اچھائی ومحاسن کا ذکر اور اس کی تعریف توصیف کرنا مستحب ہے"۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱۹۸۶ (۲) سنن ترمذی ۱۰۲۴،نسائی: ۱۹۸۶

۴۸۲ - صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ لوگ ایک جنازہ کے پاس سے گذرے تو اس کی نیکیوں اور خیر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی تعریف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَجَبَت" واجب ہوگئی، پھر ایک دوسرے جنازہ کے پاس سے گذر ہوا تو لوگوں میں اس کی برائیوں کا ذکر کیا، تو رسول ﷺ نے (اس کے لئے بھی) فرمایا "وَجَبَت" واجب ہوگئی، حضرت عمر بن الخطابؓ نے عرض کیا "ماوجبت؟" کیا چیز واجب ہوگئی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هَـذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، وَهَذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ ، اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ "(۱)

تم نے اسے خیر کے ساتھ یاد کیا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اور اسے اس کے شر کے ساتھ ذکر کیا تو اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی، تم لوگ روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

۴۸۳- صحیح بخاری میں ابوالاسود سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ آیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس آکر بیٹھا ان کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو اس کی نیکیوں کے ذکر کے ساتھ لوگوں نے اس کی تعریف کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، جنت واجب ہوگئی، پھر دوسرا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی نیکیوں کے ذریعہ اس کی بھی تعریف کی تو حضرت عمر نے فرمایا "وجبت" واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی برائیوں کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا" وجبت" واجب ہوگئی، ابوالاسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا اے امیرالمومنین کیا واجب ہوگئی؟ تو حضرت عمر گویا ہوئے کہ میں نے اس وقت اس طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا:

اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ، فَقُلْنَا

(۱) صحیح بخاری: ۱۳۹۷، صحیح مسلم: ۹۴۹۔

وَثَلاثَةٌ ؟ قَالَ : وَثَلاثة، فَقُلْنَا : وَاِثْنَانِ ؟ قال: اِثْنَانِ، ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. (۱)

جس کسی مسلمان کے خیر و نیکی کی گواہی چار لوگ دیدیں اسے جنت میں داخل کرلیتا ہے، (حضرت عمر فرماتے ہیں) ہم لوگوں نے عرض کیا اور تین لوگ گواہی دیدیں تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تین گواہی دیدی تو بھی، پھر ہم لوگوں نے عرض کیا، اگر دو لوگ گواہی دیدیں تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، دو دیدیں تو بھی، (حضرت عمر فرماتے ہیں) پھر ہم نے آپ ﷺ سے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا

اس کے علاوہ بے شمار احادیث اس مفہوم کی وارد ہوتی ہیں؟

(باب-۴۳۱)

مردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت:

۴۸۴- صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لاَ تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوا اِلٰى مَا قَدَّمُوا" (۲)

مردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ جو (عمل) اس نے آگے پیش کیا تھا اس کی طرف وہ کوچ کر چکا ہے۔

۱/۴۸۴- سنن ابی داؤد و ترمذی میں بسند ضعیف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ." (۳)

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۳۶۸ (۲) بخاری: ۱۳۹۳

(۳) سنن ابی داود ۴۹۰۰، ترمذی: ۱۰۱۹ حدیث ضعیف

اپنے مردوں کو اسکی خوبیوں سے یاد کرواور انکی برائیوں سے پرہیز کرو،

میری رائے میں اگر وفات پانے والا مسلمان اپنے فسق کو ظاہر کرنیوالا نہ ہوتو اسے گالیاں دینا حرام ہے، ہاں اگر کرنیوالا کافر یا کھلے عام فسق کرنے والا تھا تو اس کے بارے میں سلف صالحین کی رائے مختلف ہے، اوراس سے متعلق کئی متعارض تصریحات آئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مردوں کو گالیاں دینے کی مخالفت نص صریح سے ثابت ہے جبکہ اوپر حضرت عائشہ وابن عمر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے۔

البتہ فتنہ پروروں کو گالیاں دینے یا اس کی بدبختی ذکر کرنے کی اجازت سے متعلق بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ مثلاً اللہ رب العزت کا اپنی کتاب محکوم میں ان لوگوں فاسقوں کے واقعات کا تذکرہ کرنا اور مومنین کو اس کی تلاوت واشاعت کا حکم دینا، صحیح احادیث میں بھی اس طرح کے تذکرے بیشمار ہیں، مثلاً وہ حدیث جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن لحی کا تذکرہ کیا ہے، (یہ حدیث صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) یا ابورغال کا تذکرہ جو حجاج بیت اللہ کو لوٹنا اور اپنی مڑی ہوئی لاٹھی کے سہارے ڈاکہ زنی کرتا تھا، یا ابن جدعان وغیرہ کے واقعات۔

نوٹ : ابن جرعان قبیلہ بنی تمیم بن مرہ سے تعلق رکھتا ہے، اس کا نام عبداللہ تھا وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ دار یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ کا چچازاد بھائی ہے، زمانہ جاہلیت میں وہ قریش کا بڑا مالدار اور مہمان نواز شخص تھا اس نے مہمانوں کے لئے اتنا بڑا دیگر رکھا تھا جس پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھا جاتا تھا صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ابن جدعان عہد جاہلیت میں صلہ رحمی کرنے والا اور غریبوں کو کھانا کھلانے والا تھا، تو کیا اس کا یہ عمل اس کے لئے مفید کار آمد ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں "انہ لم یقل یوماً رباغفرلی خطیئتی یوم الدین" (اس نے ایک دن بھی نہیں کہا کہ اے میرے پروردگار تو میری خطاؤں کو قیامت کے روز بخش دے (رواہ مسلم) یہ حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں بھی حضرت عائشہ سے دوسری سند سے مروی ہے جس نے اس کا اضافہ ہے، یقری الضعیف ویفک الھانی، ویحسن الجوار، وہ فرمان

نوازی کرتا قیدیوں کو رہائی دلاتا اور پڑوسیوں سے بہتر سلوک کیا کرتا تھا، ابویعلی کی روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے "ویکف الاذی فاتیب علیہ" وہ تکلیف پہونچانے سے پرہیز کرتا تھا کیا، اس پر اسے ثواب ملے گا؟ الخ۔

اور اسی میں سے بخاری کی وہ حدیث ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا کہ ایک شخص کا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائیوں کا تزکرہ کیا جس پر آپ ﷺ نے "وصیت" تو کہا مگر اس پر نکیر نہیں کی۔

ان متعارض نصوص واحادیث اس کی جمع تطبیق میں علماء کے مختلف اقوال ہیں سب سے درست وصائب قول یہ ہے کہ اموات کفار کی برئیوں کا ذکر کرنا جائز ہے، اس طرح مسلمانوں کا وہ فوت شدہ شخص جو کھلے عام فسق وبدعت میں مبتلا رہا ہو اور مصلحت اس بات کی متقاضی ہو کہ اس کی برائیوں کا تذکرہ کیا جائے تا کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور برائیوں سے اجتناب کریں اس کی باتوں سے نفرت اور اس کی تقلید وپیروی سے پرہیز کریں تو اس کی برائی کرنا جائز ہے اور اگر یہ مصلحت نہ ہو تو جائز نہیں۔

اسی تفصیل کو ان مختلف احادیث پر منطبق کیا جا سکتا ہے جو اس بات میں متعارض نظر آتی ہیں، تمام علماء اسلام کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ دین کی حفاظت وصیانت کے خاطر مجروح پر جرح کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم

(باب-۳۲)

زیارتِ قبور کی دُعاء

۴۸۵- صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی باری جس رات ان کے پاس ہوتی تو آپ ﷺ ہمیشہ اخیر شب میں بقیع غرقد کو جاتے اور فرماتے :

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَاتُوْعَدُوْنَ، غَداً مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ"(۱)

---

(۱) صحیح مسلم: ۴/ ۹۷۴

اے قوم مومنین کی بستی کے رہنے والو تم پر سلام اور تمہارے سامنے تو وہ (ثواب وعذاب) آ گیا جس کا تم سے (مرنے کے بعد ملنے کا) وعدہ کیا گیا تھا، ہم بھی انشاء اللہ عنقریب تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ! تو بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرمادے۔

۴۸۶ - صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں کس طرح کہوں؟ یعنی زیارتِ قبور کے وقت، تو آپ ﷺ نے فرمایا قول لی کہو:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ، وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُم وَالْمُسْتَأخِرِیْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ،،(۱)

اے اس بستی کے رہنے والے مومنوں و مسلمانوں تم پر سلام، اللہ تم میں سے پہلے جانے والوں پر اور بعد میں جانے والوں پر بھی رحم فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔

۴۸۷ - سنن ابی داود، نسائی، وابن ماجد میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان گئے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ.(۲)

اے مومن قوم کی بستی کے رہنے والوں تم پر سلام ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

۴۸۸ - سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر مدینہ کے چند قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے اپنا رخ ان قبروں کے طرف کر کے ارشاد فرمایا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ، اَنْتُمْ

---

(۱) صحیح مسلم: ۹۷۴-۱۰۹ (۲) سنن ابی داود ۳۲۳۷ نسائی ۲۰۳۷ ابن ماجد ۴۳۰۶

سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ"(۱)

اے قبر والوتم پر سلام، اللہ ہماری بھی مغفرت فرمائے اور تمہاری بھی، تم ہم سے پہلے چلے گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔

۴۸۹ - صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انہیں سکھاتے تھے کہ جب قبرستان جائیں تو کہنے والے یوں کہیں:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، اَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ"(۲)

اے اس بستی کے رہنے والے مومنو! تم پر سلام بے شک ہم بھی عنقریب تم سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔

۴۸۹/۱- نسائی وابن ماجہ میں اسی طرح مگر "للاحقون" کے بعد اس کا اضافہ بھی ہے "اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ" تم ہم سے پہلے جانے والے ہو، اور ہم تمہارے پیچھے آنیوالے ہیں۔(۳)

۴۹۰- ابن سنی کی کتاب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بقیع آئے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَاِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُمْ. (۴)

قوم مومنین کے بستی والو تم پر سلام، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو، اور بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ تو ہمیں انکے اجر وثواب سے (صبر پر) محروم مت فرما، اور انکے بعد ہمیں گمراہ مت کر۔

قبروں کی زیارت کرنے والوں کے لئے بکثرت قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار اور اس

---

(۱) سنن ترمذی: ۱۰۵۳، وقال الترمذی: حدیث حسن (۲) صحیح مسلم: ۹۷۵

(۳) سنن نسائی: ۲۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۷ (۴) عمل الیوم لابن سنی: ۵۹۶، حدیث حسن

قبرستان والوں کے لئے نیز تمام گذرے ہوئے مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا مستحب ہے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ بکثرت قبروں کی زیارت کرے اور بزرگوں واہل خیر وصلاح کی قبروں کے پاس اکثر وبیشتر کچھ اوقات ٹھہرے۔

(باب-۳۴۳)

قبروں کے پاس رونے یا غیر شرعی کام کرنے سے روکنا:

زیارت کرنے والا اگر کسی کو قبر کے پاس روتے گڑگڑاتے ہوتے دیکھے تو اسے منع کرے اور صبر کی تلقین کرے، اور جن باتوں سے شریعت نے منع کیا ہے اسے کرتے ہوئے اگر کسی کو دیکھے تو اس سے بھی روکنے کی کوشش کرے۔

۴۹۱- صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک عورت کے پاس سے ہوا قبر کے پاس رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اتقی الله واصبری" اللہ سے ڈر اور صبر کر۔(۱)

۴۹۲ - سنن ابی داؤد، نسائی وابن ماجہ میں بسند حسن حضرت بشیر بن معبدؓ سے مروی ہے (یہ ابن الخصاصیہ سے معروف ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

"يَاصَاحِبَ السِّبْتِيَّيْنِ اَلْقِ سِبْتِيَّتَكَ(۲)

اے چمڑے کے جوتے والے اپنا دونوں جوتا اتار دے

(پھر آگے پوری حدیث مذکور ہے)

نوٹ : ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے مڑ کر دیکھا اور جب نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا تو اس نے اپنا جوتا اتار کر پھینک دیا۔ "سبت" گائے کے اس چمڑے کو کہتے ہیں جسے دباغت دیکر پاک کر دیا گیا ہو اور اس کے بال بھی صاف کر دئے گئے ہوں۔

(۱) صحیح بخاری : ۱۲۸۳، صحیح مسلم : ۹۲۶ (۲) سنن ابی داؤد: ۳۲۳۰ سنن نسائی ۲۰۴۸

اس کو اتارنے کا حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دیا تو قبروں کے احترام کی وجہ سے دیا یا نجاست وگندگی کی وجہ سے یا اسے پہن کر غرور سے چلنے کی وجہ سے، ہرصورت اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے درمیان جوتا چپل پہن کر چلنا مکروہ ہے، اس کے اندر جوتا اتارنے کی علت نجاست یا تکبر کا ہونا بہت بعید ہے، بظاہر اس کی علت احترام قبور ہی ہے۔

تمام امت کا اجماع ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی و ہر اس چیز سے جو شرعی اعتبار سے ہو، روکنا واجب ہے، اس کے دلائل قرآن وحدیث میں بے شمار ومشہور ہیں، یہاں اسے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔

(باب-۳۴)

ظالموں وگنہگاروں کی قبر کی زیارت کا حکم:

ظالموں وگنہگاروں کی قبروں کے پاس سے گزرتے ہوتے اس کے انجام پر اللہ سے ڈرنا، گریہ وزاری کرنا، اور اللہ کے سامنے اپنی محتاجی کا اظہار کرنا نیز غفلت ولاپرواہی سے متنبہ رہنا چاہیے،

۴۹۳- صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب لوگ قوم ثمود کی بستی حجر کے پاس پہونچے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

لَاتَدْخُلوا عَلٰی هٰؤلاء المُعَذَّبِیْنَ، اِلَّا ان تكونوا باكين، فان لم تكونوا باكين فلا تدخلوا عليهم، لايصيبكم مااَصَابَهُم .(۱)

ان عذاب دیے ہوئے لوگوں کے پاس روتے ہوئے ہی داخل ہو، اگر تم نہ روسکتے ہو تو مت داخل ہو، (اللہ نہ کرے) تمہیں وہ لاحق ہو (پہونچے) جو (عذاب) انہیں پہونچا و لاحق ہو۔

(آپ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر یہ فرمایا تھا)

(۱) صحیح بخاری: ۴۳۳ مسلم: ۲۹۸۰